منطق الطیر

شیخ فریدالدین عطارؒ

مترجم
ذکی احمد

انڈس پبلی کیشنز کراچی

منطق الطیر

شیخ فرید الدین عطارؒ

مترجم

ذکی احمد

انڈس پبلی کیشنز کراچی

جملہ حقوق محفوظ

سنہ اشاعت:	جولائی ۲۰۰۱ء
تعداد:	گیارہ سو
صفحات:	۱۶۴
کمپوزیٹر:	سیدہ نسرین کاظمی
ناشر:	انڈس پبلی کیشنز
طابع:	کراچی یونیورسٹی پریس، کراچی

پیش لفظ

حضرت شیخ فرید الدین ابو حامد محمد بن ابراہیم بالمعروف شیخ عطار (عطر فروش) ۱۱۲۰ء کو شمال مغربی ایران نیشاپور کے قریب زروند کے مقام پر پیدا ہوئے- آپ کی تاریخ وفات ۱۲۳۰ء بیان کی جاتی ہے، یعنی کہ آپ نے ایک سو دس برس کی عمر پائی- آپ کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ نوجوانی کے تیرہ برس آپ نے مشہد میں گزارے- دولت شاہ کے مطابق ایک دفعہ آپ ایک دوست کے ساتھ اپنی دوکان میں بیٹھے تھے- اچانک ایک پریشان حال درویش دوکان کے دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا- دوکان میں پھیلی ہوئی عطر کی خوشبو اور مہک کو محسوس کر کے درویش نے ایک لمبی آہ بھری اور ساتھ ہی رونا دھونا شروع کر دیا- شیخ سمجھے کہ درویش نے ان کے جذبہ ہمدردی کو ابھارنے کے لئے ایسا بازاری طرز عمل اختیار کیا ہے- چنانچہ آپ نے درویش کو دروازے سے ہٹ جانے کے لئے کہا- اس پر درویش نے کہا! مجھے تمہارے دروازے سے اور اس دنیا سے چلے جانے میں کوئی امر مانع نہیں ہے- میری کل پونجی یہ پھٹا پرانا بوسیدہ خرقہ ہے- لیکن مجھے تمہارا غم کھائے جا رہا ہے- اے عطار کیا یہ ممکن ہے کہ تم اپنی موت پر غور و فکر کر کے اس دنیا کے مال و اسباب سے فارغ ہو جاؤ؟ اس سوال کے جواب میں حضرت شیخ نے درویش سے کہا مجھے امید ہے کہ میرا خاتمہ فقر و غناء کی حالت میں ایک درویش کی صورت میں ہی ہوگا، درویش نے کہا! بہت خوب ہم بھی دیکھیں گے کہ تمہارا خاتمہ کیسے ہوگا- یہ کہہ کر درویش زمین پر دراز ہوا اور نعرہ حق مار کر واصلِ بحق ہو گیا-

اس واقعہ کے حضرت شیخ پر بڑے گہرے اثرات مرتب ہوئے- آپ نے والد صاحب کی دوکان اور کاروبار چھوڑ چھاڑ کے مشہورِ زمانہ پیر و مرشد حضرت بکن الدین رحمتہ اللہ علیہ کی شاگردی اختیار کر لی- پیر و مرشد کی نگرانی میں آپ صوفی مسلک کے نظر و عملی تصورات کی تعلیمات، مجاہدے اور عبادات پر سختی سے عمل پیرا ہو گئے- آپ نے انتالیس سالوں تک کئی ملکوں کی سیر و سیاحت کی اور اس دوران درگاہوں اور خانقاہوں میں حاضر ہو کر وہاں گزشتہ اور زمانہ حال کے جید علماء و صوفیاء کے افکار اور تحریروں کو جمع کیا- طویل سفر اور سیاحت کے بعد آپ نیشاپور لوٹ آئے اور بقیہ زندگی وہیں

گزاری- حضرت شیخ معرفت الٰہی کے رموز و اسرار اور معاملات سے متعلق اپنے وقت کے یکتا و یگانہ پیر و مرشد تھے- آپ نے دو لاکھ سے زائد اشعار قلم بند کیئے- نثر میں آپ کی تصانیف کی تعداد بھی نمایاں ہے- آپ مولانا جلال الدینؒ رومی کے زمانے تک بقیدِ حیات تھے- مولانا روم فرماتے ہیں، شیخ عطارؒ خالص روح ہیں-

آپ بیاسی سالوں تک نیشاپور میں اقامت پذیر رہے جس میں بتیس سالوں کا عرصہ آپ نے بڑے پرسکون انداز میں گزارا- کم بخت ہلاکو خان کے دور میں نیشاپور میں تاتاریوں کی لوٹ مار اور قتلِ عام میں ایک بد بخت تاتاری سپاہی کے ہاتھوں آپ نے جامِ شہادت نوش کیا- خدا آپ کے درجات بلند کرے- آمین-

''منطق الطیر'' شیخ عطارؒ کا مشہور و معروف شعری دیوان ہے جس کی شہرت اور اثر و رسوخ کا شیخ کو دورانِ تحریر ہی باطنی القاء سے یقین ہو گیا تھا- دیوان کا عنوان'' منطق الطیر'' قرآن حکیم کے انیسویں پارے میں نمل نامی سورہ مبارکہ کے پندرہویں اور سولہویں رکوع کے درمیان حضرت سلیمان علیہ السلام کے حوالے سے مذکور ہے- اس دیوان کا مرکزی خیال پرندوں میں درجہ بندی کے حوالے سے خدا اور انسانوں کے درمیان انبیاء کے تعلق سے تمثیل پر مبنی ہے- یہاں نہایت پیچیدہ روحانی مسائل کو انتہائی سادہ اور عام فہم حکایات کے ذریعہ اس خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کے ذہن پر اس کی ذہنی حالت کے درجات کی تفریق کے باوجود فوری اور گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں- اس دیوان کے بارے میں حضرت شیخ کی ذاتی رائے یوں ہے کہ عام قاری تو میری بیان کردہ حکایات کی ظاہری صورت کے گرویدہ ہیں جبکہ ان میں پنہاں رموز و اسرار کی قدر و منزلت سے صرف رازوں کے سوداگر ہی واقف ہیں- اس کتاب کا ایک ایک لفظ، ایک ایک جملہ اور ہر ایک مضمون علم و معرفت کا بیش بہا خزانہ ہے-

انسان کے باطن میں رواں دواں انتہائی پیچیدہ فکری عمل اور انسانی زندگی کے مظاہر سے اس کے نازک اور ان دیکھے رشتوں تک رسائی حاصل کرنا حضرت شیخ کا طرۂ امتیاز ہے- آپ کے خیالات کی بلندیوں اور گہرائیوں کے اثرات کو ہم بعد میں ظاہر ہونے والے جدید افکار میں بڑے واضح اور نمایاں طور سے دیکھ سکتے ہیں- کاش کہ ہم شیخ کے فکری اثاثہ کی قدر و قیمت سے واقف ہو

جائیں- اگر ایسا ہو جاتا تو آج ہم اپنی شناخت کرنے اور اسے منوانے کے لئے یوں بے بس اور لاچار ہو کر اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں نہ مار رہے ہوتے-

سی- ایس- ناٹ کے انگریزی ترجمے سے منطق الطیر کو اردو زبان میں منتقل کرنے کی مترجم کے نقطۂ نظر سے دو وجوہات ہیں- ان میں پہلی وجہ مترجم کا اسلامی تصوف کی حقانیت اور دین کی اس حوالے سے تشریح پر غیر متزلزل یقین ہے- دوسری وجہ قبلہ سلیم بٹ صاحب کا مترجم کو اس کام کی تکمیل پر آمادہ کرنے کے لئے مسلسل اصرار تھا- قبلہ سلیم بٹ صاحب نے ایک اعلیٰ سرکاری افسر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی دن رات یادِ الٰہی اور دین نشر و اشاعت اور تبلیغ کے لئے وقف کر دی ہے- شریعت کی پاسداری کے ساتھ ساتھ طریقت اور حقیقت کے رموز و اسرار پر آپ کی دسترس دیکھ کر مسلمانوں کے ابتدائی دور کی یاد تازہ ہو جاتی ہے- میری ذاتی رائے میں ترجمہ کے اس کام سے حاصل ہونے والے فیض عام کے عوض بٹ صاحب ہمیشہ کے لئے دعاؤں کے مستحق قرار پائیں گے اور مجھ ناچیز کے لئے بھی شاید یہ کام توشۂ آخرت ثابت ہو- آمین-

ذکی احمد

بتاریخ: ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ

بمطابق ۱۸ دسمبر ۲۰۰۰ء

بمقام: کراچی پاکستان

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱-	مناجات	۱
۲-	پرندوں کا اجتماع	۷
۳-	اجتماع کا آغاز	۱۰
۴-	سیمرغ کا پہلا جلوہ	۱۲
۵-	بلبل کا عذر	۱۳
۶-	ہدہد کا شہزادی اور درویش کی حکایت بیان کرنا	۱۴
۷-	طوطی کا اظہار مجبوری	۱۵
۸-	ایک مجذوب اور حضرت خضر علیہ اسلام میں مکالمہ	۱۶
۹-	مور کا معذرت کرنا	۱۶
۱۰-	استاد اور شاگرد کا قصہ	۱۷
۱۱-	بطخ کا عذر	۱۸
۱۲-	ایک نیک انسان کی کہانی	۱۹
۱۳-	چکور کا عذرِ لنگ	۱۹
۱۴-	حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی کی حکایت	۲۰
۱۵-	ہما کا عذر بیان کرنا	۲۱
۱۶-	سلطان محمود غزنوی اور ایک درویش	۲۲
۱۷-	باز کا تکبر	۲۳
۱۸-	بادشاہ کا غلام پر عاشق ہونا	۲۴
۱۹-	بگلے کا عذر	۲۴
۲۰-	ایک دانش مند کا سمندر سے سوال	۲۶
۲۱-	الو کا عذر	۲۶

۲۲- ایک کنجوس کا قصہ	۲۷
۲۳- چڑیا کا عذر	۲۷
۲۴- حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ	۲۸
۲۵- ہدہد اور پرندوں میں بحث و مباحثہ	۲۹
۲۶- پرندوں کا سوال	۲۹
۲۷- ہدہد کا جواب	۳۰
۲۸- ایک صاحب حسن و جمال بادشاہ کا قصہ	۳۱
۲۹- محمود اور ایاز کی حکایت	۳۲
۳۰- ہدہد کا مجوزہ سفر کے بارے میں پرندوں کو آگاہ کرنا	۳۳
۳۱- شیخ صنعان کی کہانی	۳۴
۳۲- تمام پرندوں کا سیمرغ سے ملاقات پر متفق ہو جانا	۴۷
۳۳- پرندوں کا سفر پر روانہ ہونا	۴۸
۳۴- پہلے پرندے کا بیان	۴۹
۳۵- سلطان محمود غزنوی اور ایک مچھیرے کی حکایت	۵۰
۳۶- سلطان محمود اور ایک لکڑہارے کی حکایت	۵۱
۳۷- دوسرے پرندے کا خطاب	۵۲
۳۸- ایک دیوانے کا قصہ	۵۴
۳۹- حضرت رابعہ بصریؒ کی کہانی	۵۵
۴۰- اللہ کے ایک دیوانے کا قصہ	۵۵
۴۱- تیسرے پرندے کا خطاب	۵۶
۴۲- ایک پیشہ ور مجرم کا قصہ	۵۶
۴۳- حضرت جبرئیلؑ اور ایک نیک نیت انسان	۵۷
۴۴- ایک صوفی اور شہد فروش میں مکالمہ	۵۸

۴۵- اللہ اور حضرت موسیٰ میں مکالمہ	۵۸
۴۶- چوتھے پرندے کا سوال	۵۹
۴۷- حضرت شبلی کی حکایت	۶۰
۴۸- دو صوفیوں میں جھگڑا	۶۰
۴۹- ایک بادشاہ اور بھکاری کا قصہ	۶۱
۵۰- پانچویں پرندے کا عذر	۶۱
۵۱- عباسیہ کا قصہ	۶۲
۵۲- ایک بادشاہ کا فقیر سے مکالمہ	۶۳
۵۳- چھٹے پرندے کا عذر	۶۳
۵۴- ایک مبتدی کا شیطان کے بارے میں شکایت کرنا	۶۴
۵۵- ایک صوفی اور خواجہ میں مکالمہ	۶۴
۵۶- ساتویں پرندے کا عذر	۶۵
۵۷- ایک مبتدی اور شیخ کی حکایت	۶۶
۵۸- خدا کا ایک درویش کو تنبیہ کرنا	۶۷
۵۹- آٹھویں پرندے کا عذر	۶۷
۶۰- ایک عارف کامل کے بارے میں مذاق کرنا	۶۸
۶۱- مکڑی کی حکایت	۶۹
۶۲- ایک کامل مرد اور ایک درویش کی حکایت	۷۰
۶۳- نویں پرندے کا عذر	۷۰
۶۴- حضرت شبلی کی نصیحت	۷۱
۶۵- ایک امیر کبیر تاجر کا اپنی لونڈی کو فروخت کرنا	۷۱
۶۶- حضرت منصور حلاج کے واقعہ کا بیان	۷۲
۶۷- دسویں پرندے کا عذر	۷۲

۶۸- ققنس یا عنقا	۷۳
۶۹- حاتم طائی کا وقتِ مرگ نصیحت کرنا	۷۴
۷۰- حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پانی کا ایک مٹکا	۷۵
۷۱- سقراط اور شاگردوں کی حکایت	۷۵
۷۲- گیارہویں پرندے کا عذر	۷۶
۷۳- ایک احسان مند غلام کی حکایت	۷۷
۷۴- ایک بوڑھی عورت اور شیخ مہنہ کی حکایت	۷۷
۷۵- حضرت جنیدؒ سے ایک سوال	۷۷
۷۶- چمگادڑ کا سورج کو تلاش کرنا	۷۸
۷۷- بارہویں پرندے کا سوال	۷۸
۷۸- ایک بزرگ کا حضرت بایزیدؒ اور حضرت ترمذیؒ کو خواب میں دیکھنا	۷۹
۷۹- ایک بادشاہ اور غلام کی حکایت	۸۰
۸۰- تیرہویں پرندے کی درخواست	۸۰
۸۱- حضرت ترمذیؒ کی تمثیلی حکایت	۸۱
۸۲- حضرت شیخ خرقانیؒ کا بینگن کھانا	۸۱
۸۳- چودہویں پرندے کا خطاب	۸۲
۸۴- ایک بوڑھی عورت اور حضرت یوسف علیہ السلام کی حکایت	۸۲
۸۵- حضرت ابراہیم ادھمؒ کی حکایت	۸۳
۸۶- ایک صوفی کی نگاہ میں دنیا کا مقام	۸۴
۸۷- پندرہویں پرندے کا استفسار کرنا	۸۴
۸۸- امام حنبلؒ کی حکایت	۸۵
۸۹- ایک ہندوستانی راجہ کی حکایت	۸۵
۹۰- ایک مسلمان مجاہد اور ایک مسیحی جنگجو کا قصہ	۸۶

۹۱- حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ	۸۷
۹۲- سولہویں پرندے کا سوال کرنا	۸۹
۹۳- ایک دیوانے اور شہزادہ عمید کے غلاموں کی حکایت	۸۹
۹۴- ایک ننگے دیوانے کی جرأت مندی کا قصہ	۹۰
۹۵- ایک دیوانے کی دعا	۹۰
۹۶- خون میں لت پت ایک دیوانے کی حکایت	۹۱
۹۷- سترہویں پرندے کا سوال کرنا	۹۱
۹۸- ایک مرید کا حضرت بایزیدؒ کو خواب میں دیکھنا	۹۲
۹۹- سلطان محمود کا حمام میں جانا	۹۳
۱۰۰- دو ماشکیوں کی حکایت	۹۳
۱۰۱- اٹھارہویں پرندے کی تقریر	۹۴
۱۰۲- حضرت ابوبکرؓ نیشاپوری کی حکایت	۹۵
۱۰۳- اللہ اور حضرت موسیٰؑ میں مکالمہ	۹۵
۱۰۴- ایک لمبی داڑھی والے عابد کی حکایت	۹۶
۱۰۵- لمبی داڑھی والے دوسرے ایک بزرگ کی حکایت	۹۷
۱۰۶- انیسویں پرندے کا سوال کرنا	۹۷
۱۰۷- اللہ کے ایک دوست کا قصہ	۹۸
۱۰۸- ایک منفرد اور مثالی واقعہ کا بیان	۹۸
۱۰۹- دو شرابیوں کا قصہ	۹۹
۱۱۰- ایک شرابی اور پولیس والے کا مکالمہ	۹۹
۱۱۱- ایک عاشق اور معشوق کی داستان	۱۰۰
۱۱۲- بیسویں پرندے کا سوال کرنا	۱۰۰
۱۱۳- حضرت بوعلیؒ رودباری کی دعا	۱۰۱

۱۱۴- اللہ کا حضرت داؤد علیہ السلام کو خطاب کرنا	۱۰۱
۱۱۵- سلطان محمود اور ایاز کی حکایت	۱۰۲
۱۱۶- حضرت رابعہؒ بصری کی مناجات	۱۰۳
۱۱۷- اللہ کا حضرت داؤد علیہ السلام کو خطاب کرنا	۱۰۳
۱۱۸- سلطان محمود اور سومنات کا مندر	۱۰۳
۱۱۹- سلطان محمود کی ایک اور حکایت	۱۰۴
۱۲۰- اکیسویں پرندے کا سوال کرنا	۱۰۵
۱۲۱- حضرت یوسف علیہ السلام اور بی بی زلیخاں کی حکایت	۱۰۵
۱۲۲- حضرت بوعلیؒ طوسی کا پرحکمت بیان	۱۰۶
۱۲۳- حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص کی درخواست	۱۰۷
۱۲۴- بائیسویں پرندے کا وادی طلب کے بارے میں سوال کرنا	۱۰۷
۱۲۵- حضرت عثمان عمرو مکی کے گنج نامے سے ایک اقتباس	۱۰۸
۱۲۶- مجنوں کی کہانی	۱۱۰
۱۲۷- حضرت یوسف ہمدانی کا بیان	۱۱۰
۱۲۸- حضرت ابو سعیدؒ مہنہ کی کہانی	۱۱۰
۱۲۹- سلطان محمود اور سونے کے متلاشی ایک شخص میں مکالمہ	۱۱۱
۱۳۰- حضرت رابعہؒ بصری کا ایک مست کو جواب دینا	۱۱۱
۱۳۱- دوسری وادی یا وادی عشق	۱۱۲
۱۳۲- ایک عاشق مزاج ہجڑے کی حکایت	۱۱۳
۱۳۳- مجنوں کی کہانی	۱۱۳
۱۳۴- ایک غریب درویش کا ایاز پر عاشق ہونا	۱۱۴
۱۳۵- ایک عرب کا ملک ایران جانا	۱۱۵
۱۳۶- ایک عاشق کا اپنی معشوقہ کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا	۱۱۶

۱۳۷- حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسرائیل کا قصہ ۱۱۷

۱۳۸- تیسری وادی یا وادئ معارفت ۱۱۸

۱۳۹- پتھر کا آنسو بہانا ۱۱۹

۱۴۰- اپنے محبوب کا اپنے عاشق کو سوتے دیکھنا ۱۲۰

۱۴۱- ایک سنتری کا عشق میں مبتلا ہونا ۱۲۰

۱۴۲- سلطان محمود اور ایک دیوانے میں مکالمہ ۱۲۱

۱۴۳- چوتھی وادی یا وادئ استغناء ۱۲۱

۱۴۴- ایک نوجوان کا گڑھے میں گرنا ۱۲۳

۱۴۵- نجومی اور علم نجوم کے بیان میں ۱۲۴

۱۴۶- شہد کے چھتے اور مکھی کی کہانی ۱۲۵

۱۴۷- ایک درویش اور ایک حسینہ کی حکایت ۱۲۶

۱۴۸- پانچویں وادی یا وادئ توحید ۱۲۶

۱۴۹- اللہ کے ایک دیوانے کا جواب ۱۲۷

۱۵۰- حضرت بوعلی دقاقؒ اور ایک بوڑھیا میں مکالمہ ۱۲۷

۱۵۱- مناجات حضرت لقمانؒ سرخسی ۱۲۹

۱۵۲- ایک عاشق کا اپنے معشوق کو ڈوبنے سے بچانا ۱۲۹

۱۵۳- ایاز اور محمود کی ایک اور کہانی ۱۳۰

۱۵۴- چھٹی وادی یا حیرانی اور پریشانی کی وادی ۱۳۱

۱۵۵- ایک شہزادی کا غلام پر عاشق ہونا ۱۳۲

۱۵۶- ایک ماں کا بیٹی کی قبر پر رونا ۱۳۵

۱۵۷- ایک گمشدہ چابی کی حکایت ۱۳۶

۱۵۸- ایک مبتدی کا خواب میں اپنے استاد کو دیکھنا ۱۳۶

۱۵۹- ساتویں وادی یا وادئ فقر و غناء ۱۳۷

۱۶۰- نصرالدین طوسی کا شاگرد کو نصیحت کرنا	۱۳۸
۱۶۱- شمع کے پروانوں کی حکایت	۱۳۸
۱۶۲- ایک شخص کا ایک صوفی سے بدتمیزی کرنا	۱۳۹
۱۶۳- ایک شہزادے اور بھکاری کی حکایت	۱۴۰
۱۶۴- ایک شاگرد کا اپنے پیرومرشد سے سوال کرنا	۱۴۲
۱۶۵- پرندوں کی حالت کا بیان	۱۴۳
۱۶۶- فناء کے بعد بقاء کا بیان	۱۴۸
۱۶۷- خاتمہ	۱۴۹

مناجات

تمام تعریفیں اس پاک ذات (باری تعالیٰ) کے لئے جس نے پانی پر عرش معلی کی بنیاد استوار کی اور زمین پر بسنے والے ہر جاندار کو پیدا کیا ۔ جس نے آسمانوں کو فرمانروائی اور تسلط عطا کر کے زمین کو ان کے ماتحت کر دیا ۔ جس نے آسمانوں کو حرکت دی اور زمین کو ساکن بنایا ۔ جب زمین کے اوپر آسمان کا خیمہ لگایا تو اسے بے ستون بنایا ۔ اسی نے دو حروف (کن) سے چھ دنوں میں سات آسمان ، آٹھویں کرسی اور نواں عرش بنایا ۔ وہ ہی ہے جس نے ابتداء میں ستاروں کو سنہری ملمع سازی سے روشن و تاباں بنایا تاکہ آسمان راتوں میں جھلمل جھلمل کر اٹھیں ۔ اسی نے جسم کو متنوع خصوصیات عطا کر کے جال کی مانند بنایا اور اس میں زندگی کے پرندے (جان) کو ایک مقررہ مدت کے لئے قید کر دیا۔

اپنی فرمانبرداری کی علامت کے طور پر سمندروں کا پانی بنایا اور پہاڑوں کی چوٹیوں کو اپنے خوف سے ٹھنڈی برف بنایا ۔ سمندر کی تہہ کو صحرا بنا کر پتھر کو یاقوت اور خون کو کستوری بنایا ۔ اسی نے پہاڑوں کو خنجر کی مانند چوٹیاں اور کمر بند کے طور پر وادیاں عطا کیں تاکہ وہ فخر سے اپنا سر بلند کر سکیں ۔ کبھی وہ روئے آتش سے یک لخت گلابوں کے جھرمٹ پیدا کرتا ہے تو کہیں پانی کے آر پار پل باندھ دیتا ہے ۔ اسی نے ایک چھوٹے مچھر کو اپنے دشمن (نمرود) پر مسلط کیا جس نے اسے چار سو برس تک شدید درد و کرب میں مبتلا رکھا ۔ اسی نے انسانوں میں عظیم ترین (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حفاظت کے لئے مکڑی کو جالا تننے کی حکمت عطا فرمائی ۔ اسی نے چیونٹی کو بال برابر کمر عطا کی اور اسے حضرت سلیمان علیہ سے ہم کلام کرایا ۔ اسی نے چیونٹے کو عباسی خلفاء جیسا سیاہ چوغہ اور مور کے لائق کم خواب کا لباس پہنایا۔ جب اس نے نظام قدرت میں خرابی دیکھی تو اسے مناسب طور پر درست کر دیا۔ اسی نے تلوار کو گل لالہ کے رنگ میں رنگا اور آبی بخارات سے گل نیلو فر کا بستر بچھایا ۔ اسی نے آب و گل

میں خون کی آمیزش کی تاکہ اس کے بندوں کو عقیق اور لعل و جواہر حاصل ہوسکیں ۔

سورج اور چاند ، دن اور رات اسی کی بارگاہ میں سر بسجدہ رہتے ہیں اور یہی عبادت ان کی حرکت کا منبع بھی ہے۔ اسی نے دن کو منور اور رات کو تاریکی میں ڈبویا۔ اس نے طوطے کے گلے میں سنہری طوق ڈالا اور ہدہد کو پیغام رسانی عطا کی ۔ اسی نے گنبد افلاک کو ایک پھڑ پھڑاتے پرندے کی مانند بنایا ، جو اس کے متعین راستے پر رواں دواں ہے اور در نجات سے ایسے سر ٹکراتا ہے جیسے کہ ہتھوڑا ۔

اسی نے گنبد افلاک کو گردش عطا کی جس سے رات کے تعاقب میں دن ، اور دن کے تعاقب میں رات رہتی ہے ۔ اسی نے مٹی میں روح پھونک کر آدم کو پیدا کیا اور پھر خفیف بخارات سے دنیا جہان کو تخلیق کیا ۔ کبھی کبھی وہ کتے کو انسانوں کی دربانی پر مامور کرتا ہے اور کبھی کبھار بلی کے ذریعے راہ نمائی کرتا ہے ۔ بسا اوقات وہ حضرت سلیمانؑ کی طاقت عصاء کو تفویض کرتا ہے اور کبھی وہ چیونٹے کو فصاحت و بلاغت عطا کرتا ہے ۔ وہ کبھی عصائے موسوی کو سانپ بنا دیتا ہے اور کبھی اس کے ذریعے بہتے پانی کے تیز دھارے کو آگے بھیج دیتا ہے ۔ وہ خود ہی آسمان کو ایک سرکش بچھیرا بناتا ہے اور پھر ہلال سے اس کے پاؤں میں آگ کی نعل لگاتا ہے ۔ اسی نے حضرت صالح کے ہاتھوں معجزے کے طور پر پتھر سے ناقہ پیدا کیا اور پھر سونے کی گائے کو قارون کے طلسماتی عمل سے گریہ و زاری میں مبتلا کیا ۔ وہ ہی جاڑے کے موسم میں برف کی چاندی اور خزاں میں زرد پتوں کا سونا بکھیرتا ہے وہی کانٹوں کو سرخ پھولوں سے ڈھانپ دیتاہے ، وہی چنبیلی کو چار پنکھڑیاں اور گل لالہ کو سرخ ٹوپی پہناتا ہے ۔ وہ کبھی نرگس کے سر پر سونے کا تاج سجاتا ہے اور کبھی اس تاج میں شبنم کے موتی جڑ دیتاہے ۔ خدا کے تصور سے ذہن ماؤف اور عقل حیران و پریشان ہو جاتی ہے کیونکہ خدا کی بدولت افلاک گھوم رہے ہیں اور زمین چکر کاٹتی ہے۔ تحت الثریٰ سے لے کر چاند تک تمام ذرات اس کی ذات کے گواہ ہیں ۔ زمین کی پستی اور آسمان کی بلندی اس عقیدت کا اظہار کرتی ہیں ۔ ہوا ، مٹی ، آگ اور خون سے اس کے رموز و اسرار ظاہر ہوتے ہیں ۔

اس نے مٹی کو گوند کر چالیس روز بعد اس میں روح پھونکی ۔ جب جسم زندہ

ہوگیا تو اسے عقل و فہم دے کر دانائی اور بصیرت سے نوازا اور پھر اسے علم کی دولت سے مالا مال کر دیا ۔ اپنی حقیقت کو سمجھ کر آدم حیران و پریشان ہوگیا اور لپنے عجز کااظہار کرنے لگا ۔ جبکہ اس دوران اس کاجسم خارجی کاموں میں مصروف ہوگیا ۔ دوست یا دشمن سب مرعوب کن حکمت سے اس کی محکومی میں سر تسلیم خم کرتے ہیں اور حیران کن امر یہ ہے کہ وہ ہم سب کا نگہبان ہے۔ اس نے پہاڑوں کو زمین کی میخ بنایا تاکہ اس کا توازن برقرار رہے ۔ اور پھر سمندروں کے پانیوں سے دھرتی کے منہ کو دھویا ۔ اسی نے زمین کو بیل کی پشت پر رکھا اور بیل کو مچھلی کی پیٹھ پر جبکہ مچھلی کو ہوا پر بٹھایا ۔

لیکن ہوا کس پر ٹھہری ہے ؟ یقیناً ایسی کوئی چیز نہیں ہے ۔ لیکن کسی چیز کا عدم بھی کچھ نہیں ہے ۔ پس تم موجودات کی بے ثباتی کے باوجود لپنے رب کے کاموں کی ثناء خوانی کرو بیشک کہ اس کی ذات ہی کو دائمی بقاء ہے اور مخلوقات کا انجام تو فنا ہی فنا ہے ۔ وہی ہے جس نے لپنے عرش کو پانی پر متمکن کیا اور تمام عالم کو ہوا پر زندہ رکھا ۔ اب ہوا اور پانی کاذکر چھوڑو ، یہ سب خدا کی عظمت کی نشانیاں ہیں ۔ عرش اور عالم کی حقیقت طلسمی نقوش سے زیادہ کچھ نہیں ۔ سب کچھ خداہی ہے اور چیزوں کی حقیقت برائے نام ہے ۔ دیکھی اور ان دیکھی دنیا فقط اس کی ذات ہے۔

خبردار ! یہاں اللہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے ۔ لیکن افسوس کہ روشن و تاباں سورج کی مانند اس کی ذات سے چہار سو پھیلے نور کے باوجود ہم لپنے اندھے پن کی وجہ سے اس کے دیدار سے محروم ہیں۔ اگر تم اس کی ایک جھلک کے طلب گار ہو تو اپنی عقل مت گم کردو اور اگر اس کا مکمل دیدار چاہتے ہو تو فنافی اللہ ہو جاؤ ۔

اپنی جہالت سے باخبر لوگ اپنا دامن سمیٹ کر نہایت سنجیدگی سے عرض کرتے ہیں ۔ " اے باری تعالیٰ تو ہماری نظروں سے اوجھل ہے حالانکہ ہماری تخلیق کا مقصد فقط تیری جستجو کرناہے ۔ عقل اور دلیل تیری ذات تک رسائی سے عاجز ہیں اور تیری مجموعی صفات سے کوئی واقف نہیں ہے۔

لپنے ابدی اور کامل وجود سے اے باری تعالیٰ تو ہمیشہ عقلمندوں کو حیران و پریشان کرتا ہے ۔ اس سے زیادہ اور ہم کیاکہیں کہ تیری تعریفوں کا احاطہ کرنے کے ہم

لائق نہیں ہیں ۔

اے میرے دل ، اگر تو قرب الہیٰ کا متمنی ہے تو ذرا سنبھل کر چل ۔ حق تعالیٰ تک رسائی کے لئے کائنات کاہر زرہ ایک دروازہ ہے اور ہر دروازے کاایک الگ راستہ ہے جو تیرے پر اسرار وجود تک جاتا ہے ۔ خود شناسی کے لئے ہر کسی کو سو سو زندگیاں گزارنی ہوں گی۔ لیکن خدا شناسی اپنی کوشش سے نہیں، بلکہ محض اسی کے فضل و کرم سے نصیب ہوتی ہے۔

اس کی قربت کا در خود اس کی منشا سے کھلتا ہے ۔ انسانی عقل و دانش اس بابت لاچار ہے۔ فن خطابت کے ماہرین اس کے علم سے بے بہرہ ہیں ان کے یہاں علم و جہل برابر ہیں۔ کیونکہ نہ تو وہ اس کی ذات کو بیان کرسکتے ہیں اور نہ ہی اس کی وضاحت کر سکتے ہیں ۔ ان کی آراء خیال آفرینوں سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہیں ۔ ان کے خطبوں سے کسی چیز کے حصول کی کوشش کرنا فضول ہے ۔ کیونکہ ان کے تمام تر خطبات کی بنیاد نفس امارہ ہے ۔ خدا علم سے بلند و بر تر اور شہادت سے ماوراء ہے ۔کوئی چیز اس کے پاکیزہ جاہ و جلال کے تصور کو قائم کرنے میں مدد نہیں کر سکتی۔

اے حق کے قدر دان ، اس کی ذات کے مثل کسی چیز کو تلاش نہ کر ، اس کی ذات کے مثل کسی ایک چیز کو پیش کرنا محال ہے ۔ کیونکہ انبیاء اور آسمانی پیامبر تیری ذات کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنے سے معذور ہیں۔ اور یہ سب تیرے راستے کی خاک پر جان نچھاور کرتے ہوئے کہتے ہیں " اے باری تعالیٰ ، حقیقی معنوں میں جیسا تیرا وجود ہے ،ہم اس کی حقیقت کو ہرگز نہیں پاسکتے " ۔

تو پھر میں کون ہوں جو تیری ذات کو پانے کے دعویٰ پر اتراتا پھروں۔ اے حضرت آدم کے انجان بیٹے اور زمین پر خدا کے نائب ۔ اپنے بزرگ باپ کو عطا کی گئی معرفت میں شریک ہونے کی جدوجہد کرنا تاکہ تم اس کے ہم صفت ہو جاؤ ۔ اللہ تعالیٰ نے پردہ عدم سے جو مخلوق بھی پیدا کی ہے وہ سب اس کے حضور سجدہ شکر اداکرتے ہیں ۔ جب اللہ نے آدم کو تخلیق کرنے کا قصد کیا تو اسے سو پردوں سے باہر نکالا اورحکم دیا کہ " اے آدم ساری مخلوق تجھے سجدہ کر رہی ہے تو ان کا مسجود بن جا ۔ مخلوق میں سے ایک نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا ۔ چنانچہ اس فرشتے کی شکل

تبدیل کر کے اللہ نے اسے شیطان کے نام سے موسوم کردیا ۔ وہ معلون اس راز سے واقف نہ ہوسکا کہ آدم کے وجود میں کیا چیز ہے ۔ راندے دربار ہو کر جب شیطان سیاہ رو گیا تو التجا کی کہ اے بے نیاز اور قادر مطلق خدا! مجھے بالکل تباہ و برباد نہ کر دینا ، مجھ پر کچھ تو نگاہ کرم ہو ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اے معلون! کیا تجھے خبر ہے کہ آدم میرا خلیفہ اور بادشاہ بھی ہے ۔ جب تک دنیا قائم ہے تیرا اس سے آمنا سامنا رہے گا اور روز قیامت تجھے حرمل کے دانے کی طرح آگ میں جلنا ہوگا۔

جب جسم میں روح داخل ہوگئی تو اس کے اجزاء یکجان ہوگئے اور جسم ایک اکائی بن گیا۔ ایسا شاندار طلسمی وجود کوئی اور تخلیق نہیں کرسکا۔ روح کا تعلق عالم علوی سے جبکہ جسم کا تعلق عالم سفلی سے ہے۔

خدا نے خالص روح اور مٹی کو اپنی حکمت سے یکجان کر دیا ، جس سے انسان کا وجود ایک عجیب و غریب راز بن گیا۔ ہم اپنی خالص روح کو نہ تو سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی اس سے واقف ہوسکتے ہیں ۔ اگر تم اس کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہو تو بہتر یہی ہے کہ خاموش ہوجاؤ ۔ بہت سارے لوگ اس سمندر کی سطح سے واقف ہیں ۔ وہ اس کی گہرائیوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے اور ظاہری دنیا کے طلسم نے اس حقیقت کو محفوظ کر رکھا ہے ۔ لیکن جسم کے طلسم کی رکاوٹ بالآخر فنا ہو جائے گی۔ جب یہ طلسم ٹوٹ جائے گا تو پھر تمہیں خزانہ حاصل ہوگا ، اور روح ، جسم سے علیحدہ ہو کر خود کو ظاہر کرے گی۔ تمہاری روح ایک اور طلسم ہے ۔ اس اعتبار سے یہ راز ایک الگ جوہر ہے ۔ تم میرے بتائے ہوئے راستے پر چلتے جاؤ اور وضاحت کے لئے کوئی سوال نہ کرنا۔

اس بحر بیکراں میں دنیا ایک ذرے کی مانند ہے اور ذرہ خود ایک دنیا ہے۔ یہاں کوئی نہیں جانتا کہ عقیق اور سنگریزے میں کون گرانقدر ہے ۔

ہم نے ذرے کے کمال کو سمجھنے کے لئے اپنی زندگی ، اپنی عقل ، اپنی جان اور اپنے مذہب کو جوکھوں میں ڈال دیا ہے ۔ اپنے ہونٹ سی لو اور فلک افلاک یا خدا کے عرش معلی سے متعلق کوئی سوال نہ کرو ۔ ذرے کی اصلیت سے حقیقی طور پر کوئی بھی واقف نہیں ہے ۔ تم کب تک اس کے متعلق پوچھتے رہو گے ۔

افلاک الٹی چھتری کی مانند ہیں جو بغیر توازن کے بیک وقت متحرک اور ساکن

ہیں۔ یہاں ہر کوئی اس راز پر غور و فکر میں ڈوب چکا ہے ۔ جس کی حقیقت پردہ در پردہ چھپی ہوئی ہے ۔ ایک انسان دیوار پر بنے نقش سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

ان لوگوں کے بارے میں غور و فکر کرو جو امر ربی میں پوری طرح سے داخل ہوگئے ہیں۔ دیکھو کہ حضرت آدم پر کیا گزری ، اور وہ کتنے عرصے تک ماتم و نوحہ کرتے رہے ۔ طوفان نوح پر تفکر کرو ، اور ان سرداروں پر بھی جنہیں گناہگاروں کے ہاتھوں اذیت اٹھانا پڑی ۔ حضرت ابراہیم کی ذات کے بارے میں سوچ بچار کرو جو خدا کی محبت سے سرشار تھے ۔ انہیں ایذا رسانی کا نشانہ بناکر آگ میں جھونک دیا گیا ۔ اللہ کی راہ میں حضرت اسمعیل کے جذبہ ایثار و قربانی پر بھی کچھ تفکر کرو ۔ حضرت یعقوب کا اپنے بیٹے کے لئے رو رو کر نابینا ہوجانے پر بھی دھیان دو ۔ اسی طرح بادشاہی اور اسیری میں ، کنویں میں اور قید خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قابل ستائش کردار کو بھی ذہن میں رکھو ۔ یاد کرو مصیبت زدہ حضرت ایوب علیہ سلام کو جنہیں ایک مدت کے لئے کیڑے مکوڑوں اور بھیڑیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا تھا ۔ حضرت یونس علیہ سلام کے بارے میں سوچو ، جو راہ حق سے بھٹک کر مچھلی کے پیٹ میں قید ہوگئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے دور نبوت کے واقعات کو دیکھو کہ کس طرح ایک صندوق نے جھولے کا کام دیا اور خود فرعون نے ان کے درجات کو کس طرح بلند و برتر کیا۔ حضرت داؤد علیہ سلام کے بارے میں سوچو ، جنہوں نے خود کو مقام قلب پر فائز کیا اور اپنی ٹھنڈی آہوں سے لوہے کو موم کی طرح نرم و نازک بنادیا۔ حضرت سلیمان کی سلطنت کو دیکھو جس پر ان کا ایک غلام جن حکمرانی کرتا تھا۔ یاد کرو حضرت زکریا علیہ سلام کو جو حب الہیٰ میں سرشار ہو کر ظالموں کے ہاتھوں اپنے قتل پر بھی خاموش رہے ۔ اور بپتسمہ دینے والے شخص کو بھی یاد کرو جو لوگوں کے سامنے ذلیل و خوار ہوا اور جس کے سر کو گردن زنی کے لئے ظالموں نے رکابی میں رکھ دیا تھا۔ لیکن یہودیوں سے بچ کر وہ صلیب پر لٹکے عیسیٰ علیہ السلام کو حیرت سے تک رہا تھا۔ اور باآلاخر نبیوں کے سردار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کم بخت گناہگاروں کے ہاتھوں پہنچنے والی تکالیف اور اہانت پر غور و فکر میں ڈوب جاؤ ۔

ان سب باتوں کے بعد کیا تم سمجھتے ہو کہ روحانی چیزوں کے بارے میں علم

حاصل کرنا کوئی آسان کام ہے ؟ اس کا حصول بے موت مرنے سے کم نہیں ہے ۔ اب میں اس سے آگے کیا کہوں ، کیونکہ کہنے کے لئے میرے پاس اب اور کچھ بھی نہیں ہے۔ جتنے گل تھے وہ سب میں نے تیری تعریف میں سجا دیئے ، اب یہاں ایک گلاب بھی باقی نہیں بچا ۔ اے حکمت و دانائی ، یہ بات جان لے کہ تلاش حق میں بزرگ اور تجربہ کار انسان کی دلیل گمراہ ہوجاتی ہے ۔ میں ایک دیوانہ بھلا کیونکر اس کی ذات تک رسائی حاصل کرسکوں گا۔ اگر میں وہاں تک پہنچ بھی جاؤں تو اس در سے اندر کیسے داخل ہوسکوں گا ؟ اے میرے بزرگ و برتر خالق و مالک ! میری روح کو گرما دے۔ یہاں مومن اور کافر دونوں یکساں طور پر خون میں نہاچکے ہیں اور یہ تماشہ دیکھ کر میرا سر چکرا رہا ہے ۔ میں تجھ سے مایوس نہیں ہوں ہاں البتہ تیرے وصل کے لئے بے قرار ہوں۔ قرار ہوں۔

میرے دوستو ! ہم ایک دوسرے کے ہمسایے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ میں اپنے اس ذکر کو دن رات جاری رکھوں ، تاکہ تلاش حق میں گامزن ہونے کی تمہاری شدید آرزو میں لمحہ بھر کا تعطل بھی پیدا نہ ہوسکے۔

پرندوں کا اجتماع :

خوش آمدید اے ہدہد ! آپ نے حضرت سلیمان کی راہ نمائی کی اور آپ ہی حقیقی معنوں میں ہر وادی کے پیغام بر ہیں ۔ آپ خوش قسمت ہیں جو ملکہ سبا کی سلطنت کی سرحدوں تک پرواز کر چکے ہیں ۔ حضرت سلیمانؑ سے آپ کی مترنم گفتگو بڑی دلچسپ تھی۔ حضرت سلیمانؑ کا ہمراز ہونے کے ناطے از راہ بزرگی آپ کے سر پر تاج ہے ۔ آپ لالچ کی ترغیب دینے والے ابلیس کو قید کر کے حضرت سلیمان کے محل میں داخل ہوجاؤ ۔

شاباش اے ممولے ! تم حضرت موسیٰ جیسی صفات رکھتے ہو ۔ اٹھو اور اپنا ساز چھیڑ کر معرفت الہٰی کا جشن مناؤ ۔ حضرت موسیٰ کی طرح تم نے بھی دور سے آگ کا نظارہ کیا ہے ۔ یقیناً تم کوہ طور کے ممولے ہو ۔ میرا بیان لفظوں ، زبان ، اور آواز کے بغیر ہے اسے ظاہری عقل اور ظاہری کانوں کے بغیر سمجھو۔ خوش آمدید اے طوطے ! تو نے

آگ کا طوق اور سبز بہشتی چوغہ زیب تن کیا ہے۔ آگ کا طوق دوزخی کے لئے جبکہ بہشتی چوغہ بہشتی کے شایان شان ہے۔ کیا حضرت ابراہیم نمرود کی بھڑکائی ہوئی آگ سے بچ سکتے تھے ۔ تم نمرود کا سر قلم کر کے (حبیب خدا) ابراہیم خلیل اللہ کے دوست بن جاؤ ۔ جب تم نمرود کی قید سے آزاد ہو گئے ہو تو ازراہ عظمت و بزرگی اپنا بہشتی چوغہ پہن لو اور آگ کے طوق کا خوف مت کھاؤ ۔

مرحبا ! اے پروقار چال والے تیتر ۔ معرفت الہٰی کی بلندیوں پر محو پرواز ہو کر تمہیں اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے ۔ اپنے روحانی درجات کو بلند کرو اور راہ حق پر چلنے کے فوائد پر غور کرو ۔ در مولا کو زور زور سے کھٹکھٹاؤ اور حضرت صالح علیہ السلام کی طرح عجز و انکساری سے اپنی بے راہ رو خواہشات کے پہاڑوں کو پگھلا دو تاکہ تمہارے نفس کی چٹان سے ناقہ پیدا ہو جائے ۔

مرحبا ! اے چبھتی نگاہوں والے سلطانی شاہین ، تم کب تک پر تشدد اور تندخو رہو گے ؟ اپنے پنجے نامہ ابدی عشق پر ہمیشہ کے لئے گاڑ دو اور پھر اس عہد پر تا قیامت قائم رہو ۔ اپنی عقل کو دل کے تابع کرو اور پھر دیکھو کس طرح ازل اور ابد ایک ہو جائیں گے ۔ اپنے گھٹیا اور ذلیل نفس کو تار تار کر کے وحدت کی غاروں میں اپنا مسکن بناؤ ۔ پھر دیکھنا سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خود تیرے استقبال کے لئے تشریف فرما ہوں گے ۔

مرحبا اے کوئل ، جب تیری روح ندائے عشق سنتی ہے تو خواہشات کا مارا جسم تکلیف سے ناگواری کا اظہار کرتا ہے ۔ اپنے نفس کو عشق الہٰی کی آگ میں جلا کر خر عیسیٰ علیہ سلام کی طرح بنادو ۔ یعنی کہ نفس کے گدھے کو جلا کر روح کے پرندے کی پرورش کرو تاکہ روح اللہ تمہیں خوش آمدید کہیں۔

اے باغ عشق کی صاحب سلامت بلبل ، درد عشق اور رنج و الم سے اٹھنے والے غم آلود نغمے سناؤ ۔ لحن داؤدی میں دل کی گہرائیوں سے آہ و فغاں کرو ۔ اپنے سریلے گلے سے روحانیت کے گیت گاؤ اور ان گیتوں سے لوگوں کو راہ حق دکھاؤ ۔ اپنے قلب کے فولاد کو موم جیسا نرم و نازک بناؤ ۔ پھر تم حضرت داؤد علیہ سلام کی طرح عشق الہٰی میں انگارے کی مانند ہو جاؤ گے۔

مرحبا اے آٹھ دروازوں والے باغ کے مور ۔ تم سات سروں والے سانپ کے ہاتھوں باغ بہشت سے بے دخل ہونے کی تکلیف برداشت کرچکے ہو ۔ جب تم اس قابل نفرت سانپ سے نجات حاصل کرلو گے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام تجھے اپنے ساتھ بہشت میں لے جائیں گے ۔

مرحبا ! اے نفیس طبیعت دوربین بٹیر ، تمہاری نگاہ دور دراز تک دیکھتی ہے ۔ تم دل کے منبع میں ڈوب کر نور بحر کا دیدار کرتے ہو۔ پھر بھی تم تاریک گڑھے میں بندہو کر بے یقینی کی قید کاٹ رہے ہو ۔ خود کو تاریکی سے نکالو اور اپنی نگاہیں عرش الہیٰ پر گاڑ دو ۔

خوش آمدید ! اے فریادی فاختہ ، تو مطمئن ہو کر باہر گئی لیکن بوجھل دل سے اپنے گھر لوٹی جو حضرت یونس علیہ السلام کے تنگ و تاریک قید خانے کی مانند ہے ۔ اے خانہ بدوش کیا تم بغض و عداوت میں مدھ بھری نگاہوں سے دیکھ سکتی ہو ۔اپنے غرور کے سر کا قلع قمع کرو تاکہ بن سنور کر تم روحانیت کے بلند درجات پر فائز ہوجاؤ۔

مرحبا ! اے قمری ، اپنے مخصوص لحن میں نغمہ سرائی کرو تاکہ سات آسمان تم پر گوہر افشانی کریں ۔ جب تک تیری گردن میں وفاداری کا طوق پڑا ہے تب تک تجھے بے وفائی کرنا زیب نہیں دیتا ۔ جب عقل تجھے حقیقت کی طرف لے آئے گی تو حضرت خضر علیہ السلام تمہیں آب حیات عطا کریں گے ۔

خوش آمدید ! اے باز ، تم بڑے جوش سے گئے تھے اور اب سر جھکا کر نیچے لوٹ رہے ہو ۔ خود میں برداشت کا جذبہ پیدا کرو اور عاجزی سے کام لینا سیکھو ۔ تم مردار دنیا کے شوقین ہو اس لئے آخرت سے دور ہو ۔ جب تم دونوں جہان سے آگے بڑھ جاؤ گے تو پھر حضرت ذوالقرنین کا دست مبارک تیرامقام و مسکن ہوگا ۔

خوش آمدید ! اے مرغ زریں ، خوشی سے دیوانہ وار جھومتے ہوئے جذبہ خدمت سے سرشار ہو کر آگ کی مانند آؤ ۔ جب تم اپنے نفس کو جلا کر راکھ کر دو گے تب نورالہیٰ تجھ پر اور بھی عیاں ہوگا ۔ تیرا قلب کیونکہ رموز الہیٰ کا محل ہے اس لئے تم وفادار رہنا ۔اپنے کمال کو پہنچ کر تم اپنا وجود کھو بیٹھو گے ۔ لیکن اللہ کی ذات ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گی ۔ والسلام ۔

اجتماع کا آغاز

ساری دنیا کے جانے اور انجانے پرندے اکٹھے ہوگئے ۔ انہوں نے کہا دنیا میں ایسا کوئی ملک نہیں جس کا بادشاہ نہ ہو ۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ پرندوں کی مملکت کا کوئی بادشاہ نہ ہو۔ اب یہ صورت حال برقرار نہیں رہنی چاہیئے ۔ ہمیں مل جل کر کوشش کر کے اپنے لئے ایک بادشاہ تلاش کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بادشاہ کے بغیر سلطنت کانظم و نسق اور ترتیب بہتر نہیں ہوتی ۔

چنانچہ تمام پرندے سر جوڑ کر بیٹھ گئے ۔ اور بادشاہ کو تلاش کرنا شروع کر دیا ۔ کارروائی کے آغاز پر ہد ہد بے قرار ہو کر آشفتہ دلی کے ساتھ پرندوں کے بیچوں بیچ کھڑا ہوا ۔ اس کے سر پر حقیقت کا تاج اور بدن پر طریقت کا لباس تھا ۔ وہ اچھائی اور برائی دونوں سے بخوبی واقف تھا۔

اس نے کہا ، میرے دوست پرندو ! میں جہاد میں مصروف ہوں ، اور میں ان دیکھی دنیا کا پیغام بر بھی ہوں ، مجھے معرفت الہٰی اور تخلیق کے رموز و اسرار کا علم حاصل ہے ۔ جس کی زبان پربسم اللہ کا ورد جاری ہو اس کے لئے بہت سے رموز کاواقف ہونا بعیداز قیاس نہیں ہے ۔ پھر بھی میرے شب و روز بے چینی سے بسر ہو رہے ہیں۔ مجھے کسی شخص سے کوئی سروکار نہیں ہے ۔ مجھے صرف بادشاہ کا غم ہے اور میں اسی میں مشغول رہتا ہوں ۔ اور اسی کی محبت مجھے گھیرے ہوئے ہے ۔ میں اپنے وجدان سے پانی دریافت کرسکتا ہوں اور ایسے دوسرے کئی اسرار و رموز سے بھی واقف ہوں ۔

میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہوں اور اسی لئے ان کے لشکر میں سب سے افضل ہوں ۔ اس کی سلطنت سے اگر کوئی غائب ہو جائے تو وہ اس کے متعلق نہ کسی سے استفسار کرتا ہے اور نہ ہی وہ اسے حاضر ہونے کاحکم دیتا ہے ۔ لیکن میری غیر حاضری پر وہ اپنے نامہ بروں کو چاروں طرف بھیج دیتا ہے ۔لہٰذا ہدہد کے

لئے یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے ۔ میں اس کے خطوط لے جاتا ہوں اور اس کا سب سے زیادہ قابل اعتبار ہمراز ہوں ۔ جس پرندے کی حضرت سلیمان علیہ السلام کو تلاش ہو بے شک اسی کا سرتاج کے لائق ہے ۔ مالک جس کا ذکر خیر ہمیشہ کرے دوسرے پرندے اس کی گرد و غبار کو بھی نہیں پہنچ سکتے ۔ میں برسوں خشکیوں ، پانیوں ، وادیوں پہاڑوں اور بیابانوں میں پھرتا رہا ہوں ۔ میں نے کئی طوفان بھی دیکھے ہیں اور دوران سفر حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہمراہی رہا ہوں ۔ میں دنیا کی سرحدیں دیکھ چکا ہوں ۔

میں اپنے بادشاہ سے واقف ہوں اور تم سب کو بھی اس کے پاس لے جانا چاہتا ہوں ۔ اکیلا نہیں جانا چاہتا ۔ اپنے غرور کے لبادے سے باہر نکلو ، کب تک اپنی بے دینی کی شرمساری میں مبتلا رہو گے ؟ جس نے بادشاہ کی محبت میں اپنی جان کی بازی لگادی وہ اپنے نفس سے نجات پاگیا اور اپنے محبوب کی راہ پر چل کر وہ ہر اچھائی اور برائی سے آزاد ہوگیا ۔ تم اپنی جان سے بے نیاز ہوکر دیوانہ وار اس کی بارگاہ کی طرف قدم بڑھاؤ ۔ بلا شبہ ہمارا بادشاہ وہی ہے جو کوہ قاف نامی پہاڑ کی اوٹ میں مقیم ہے ۔ اس کا نام سیمرغ ہے اور وہی تمام پرندوں کا سلطان ہے ۔وہ ہمارے بہت ہی قریب ہے لیکن افسوس کہ ہم اس سے بہت دور ہیں ۔ جہاں وہ مقیم ہے وہاں تک کوئی راستہ نہیں جاتا اور کوئی زبان اس کے نام کی حمد و ثناء کے قابل نہیں ہے ۔ اس پر سینکڑوں ہزاروں پردے پڑے ہوئے ہیں ۔ کچھ پردے نور کے اور کچھ ظلمت کے ہیں۔ دونوں جہان میں کسی کی طاقت نہیں ہے کہ وہ اس سے بہرہ ور ہوسکے۔ وہ ہمیشہ کے لئے بادشاہ مطلق ہے اور اپنی عزت کے کمال میں مکین ہے۔ وہ اپنی جائے قیام میں بھی خود کو پوری طرح سے عیاں نہیں کرتا۔ اس کی ذات ہماری عقل و فہم اور تخیئل میں ظاہر نہیں ہوسکتی ۔ اس تک رسائی کا راستہ نامعلوم ہے اور کسی میں اتنا عزم و استقلال نہیں جو اس کو تلاش کرسکے ، گو ہزاروں جاندار یہ آرزو لیئے نیست و نابود ہوگئے ہیں ۔ حتی کے خالص روح بھی اس کو بیان نہیں کرسکتی۔ نہ ہی دلیل اس کا احاطہ کرسکتی ہے۔ ہماری دونوں آنکھیں اس کے دیدار سے نا بینا ہیں۔ دانش مند اس کے کمال کو دریافت نہیں کرسکتے اور صاحب فہم اس کے جمال کاادراک کرنے سے قاصر ہیں۔ ساری مخلوق اس کے کمال اور جمال کو تخیئل کے ذریعے حاصل کرنے میں

سرگرداں ہیں ۔ بھلا تم اس راستے کو خیال کی مدد سے کیسے طے کرسکتے ہو ۔ تم تحت الثریٰ میں پڑے ہو ۔ چاند کے پاس کس طرح جاسکتے ہو ۔ ہزاروں سر یہاں پولو کی گیند بنے ہوئے ہیں ۔ لیکن ہاہو کے سوا یہاں اور کچھ نہیں ہے ۔ اس راستے میں جگہ جگہ خشکی اور تری ہے ۔ اسے مختصر سفر سمجھ لینا ایک غلطی ہوگی ۔ اس راستے پر گامزن ہونے کے لئے شیر کا سا دل چاہیئے ۔کیونکہ یہ بہت طویل اور گہرا راستہ ہے ۔ صرف ایک ہی صورت ہے کہ حیران و سرگرداں ہو کر اس سفر میں ہنستے ہوئے اور روتے ہوئے چلتے جائیں ۔ میں اس سفر میں اس کے نقش پا مل جانے پر ہی خوش ہو جاؤں گا۔ ایسا کچھ ملنا بھی بڑی بات ہوگی ، لیکن اس کے بغیر زندہ رہنا باعث شرم ہوگا۔ محبوب کے بغیر یہ جان کس کام کی ؟ اگر تو جواں مرد ہے تو اپنی پیاری جان کو محبوب پر نچھاور کر دے ۔محبوب کی درگاہ پر جان چھڑک دینا ہی گوہر مقصود ہے ۔ محبوب کی خاطر اپنی جان سے ہاتھ دھو لینا ہی تجھے مرد با عمل بنائے گا۔ اگر تم اپنے دل نواز محبوب پر اپنی جان قربان کر دو گے تو وہ تمہیں ہزاروں جانیں بخش دے گا ۔

سیمرغ کا پہلا جلوہ

یہ ایک حیرن کن بات ہے کہ سیمرغ پہلی مرتبہ آدھی رات کے وقت ملک چین پر جلوہ گر ہوا تھا۔ اس کا ایک " پر " چین میں گرا اور اس کی شہرت ساری دنیا میں پھیل گئی ۔ہر آدمی نے اس " پر " سے نقش و نگار حاصل کیئے اور جس نے اس نقش و نگار کو دیکھا وہ ہنر مند بن گیا ۔ اسی لئے حدیث قدسی میں ارشاد ہوا ہے کہ " علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے " ۔ یہ " پر " آج بھی چین کے ایک نگار خانے میں رکھا ہے۔

اگر اس " پر " کا نقش و نگار یعنی عکس ظاہر نہ ہوتا تو اس کے پراسرار وجود سے جہان میں موجودہ چہل پہل اور رونق بھی نہ ہوتی ۔ " پر " کی یہ علامت اس کے عظیم ترین وجود کی ایک نشانی ہے ۔ اب چونکہ اس " پر " کی تعریف میں نہ تو سر کا نہ ہی دم کا اور نہ ہی ابتداء کا اور نہ انتہا کا ذکر ہے ، اس لئے سیمرغ کے اوصاف کی بابت مزید کچھ بتانا ضروری نہیں ہے ۔ اب تم میں سے جو کوئی اس راستے پر گامزن ہونے کا مشتاق

ہے وہ آگے آئے اور اس سفر کا آغاز کرے ۔

ہد ہد کا بیان ختم ہونے پر تمام پرندے اس بادشاہ کی عزت و عظمت کے بارے میں گفتگو کرنے لگے ، اور اسے اپنا مقتدر اعلیٰ بنانے کی آرزو میں بے قرار ہوگئے۔ چنانچہ تمام پرندوں نے اس راستے پر چلنے کا پختہ ارادہ کر لیا ۔ وہ سیمرغ کو دیکھنے کے عاشق اور اپنی جان کے دشمن ہوگئے ۔ لیکن بہ ظاہر نیک نیتی کے باوجود جب وہ راستے کی طوالت اور اس میں حائل مشکلات کے بارے میں سوچنے لگے تو ان میں سے ہر کوئی اپنی فطرت کے مطابق عذر خواہی کرنے لگا ۔

بلبل کا عذر

عاشق بلبل مست مست ہو کر دیوانہ وار آئی اس طرح کہ جوش عشق میں نہ وہ زندہ تھی نہ مردہ تھی ۔ اس کے ہر گیت میں کوئی معنیٰ پوشیدہ تھا اور ہر معنیٰ میں رازوں کا ایک جہان تھا ۔ اس کے رموز و اسرار سے لبریز نغموں نے تمام پرندوں کو خاموش کر دیا۔ اس نے کہا میں عشق کے تمام رموز و اسرار سے آشنا ہوں ۔ میں ہر رات عشق کے نغمے گاتی ہوں کیا یہاں کوئی ایک بھی حضرت داود علیہ السلام کی طرح عاشق زار نہیں ہے جسے میں عشق کی زبور کے ترانے زار و قطار ہو کر سناسکوں ؟ بانسری کی گریہ و زاری اور سارنگی کا عاجزانہ نالہ میری نغمہ سرائی کے دم سے ہے ۔ غنچہ و گل اور عاشقوں کے قلوب میں شورش و ہنگامہ میری بدولت ہے۔ میں ہمیشہ نئے راز بیان کرتی ہوں اور ہر لمحہ رنج و الم کے نئے گیت گاتی ہوں ۔ جب عشق مجھ پر زور کرتا ہے تو میری جان سمندر کی طرح جوش مارتی ہے ۔ جس نے میرا جوش دیکھ لیا عقل مند ہونے کے باوجود بے خود ہو جاتا ہے۔ اگر میں اپنے ہمراز اور محبوب گل سے جدا ہو جاؤں تو میں چہچہانا بند کر دیتی ہوں ۔ میرے رموز سے کوئی واقف نہیں ہے۔ بلبل کے راز سے تو فقط گلاب ہی آشنا ہے۔ گل کی محبت میں ، میں اپنے وجود سے بھی بے خبر ہوں ۔ یہی میرے عشق کی انتہا ہے ۔ گلاب کی پتیاں ہی میرا محبوب ہیں ، بھلا ان کے بغیر میں کیسے رہ سکتی ہوں ۔ گلاب سے عشق بلبل کیلئے کافی ہے ۔ سیمرغ تک کا سفر میری بساط سے باہر ہے ۔ وہ میں ہی ہوں جس کے لئے گلاب کی سینکڑوں پتیاں مسکراتے ہوئے باہر

نکلتی ہیں ۔ میں اس سے زیادہ کی کیا خواہش کر سکتی ہوں۔ آج کھلنے والا گلاب امنگ سے بھر پور لطف و سرور میں میرے لئے مسکراتا ہے۔ وہ پردہ حجاب سے اپنا رخ زیبا میرے ہی لئے بے نقاب کرتا ہے ۔لہذا بلبل ایسے ہنسنے والے لبوں کے بغیر بھلا ایک رات بھی کس طرح گزار سکتی ہے ؟

ہدہد کا جواب

بلبل کا بیان سن کر ہدہد نے جواباً کہا ! اے ظاہر پرست بلبل تو صرف شکل و صورت کی عاشق ہے۔ ظاہری خوبصورتی پر اس قدر نازاں نہ ہو ۔گل و گلاب کے عشق کے راستے میں ہزاروں کانٹے بھی ہیں ۔ اس کے عشق نے تجھے بے چین کر کے مغلوب الحال کر دیا ہے ۔ اگرچہ پھول بہت حسین ہوتا ہے لیکن اس کا حسن عارضی اور زوال پذیر ہے۔ جو تکمیل ذات کا آرزو مند ہو بھلا وہ ایسے عارضی حسن کا کس طرح غلام بن سکتا ہے ۔ پھول کی مسکراہٹ اگر تجھ میں عشق کی آرزو پیدا کرتی ہے تو پھر تجھے رات و دن نالہ و زاری کرنا ہوگا۔ اگر تم میں شرم و غیرت ہے تو پھول سے قطع تعلق کرلو کیونکہ پھول ہر بہار میں تیری ہنسی اڑانے آتا ہے ، وہ تجھے دیکھ کر خوش نہیں ہوتا ۔

ہدہد کا شہزادی اور درویش کی حکایت بیان کرنا

ایک بادشاہ کی چاند سی خوبصورت بیٹی تھی۔ اس کی خوبصورتی کاایک جہاں عاشق تھا۔ اس کے مدہوش کرنے والے جسم اور نیم خواب مست نشیلی آنکھوں سے ایک فتنہ برپا رہتا تھا۔ اس کا چہرہ مشک کافور کی طرح سفید اور زلفیں سیاہ کستوری جیسی تھیں ۔آبدار موتی بھی اس کے لبوں کے پیاسے تھے ۔ اگر شکر اس کے لبوں کاذائقہ چکھ لیتی تو شرم و حیا سے پگھل کر پانی پانی ہوجاتی ۔ قسمت سے ایک غریب درویش کا اس چودہویں کے چاند سے آمنا سامناہوگیا ۔اس پر نظر پڑنا تھا کہ درویش اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا ۔ اس کے ہاتھ سے روٹی زمین پر گر گئی اور خود درویش زمین پر گر پڑا اور اپنے ہی لہو میں لت پت ہوگیا ۔ یہ پری چہرہ شہزادی درویش کی اس ادا پر ہنستی مسکراتی آگے نکل گئی ۔ غریب درویش رات دن بے قرار ہو کر اس حسینہ کی یاد میں

زاروقطار رونے لگا۔شہزادی کی مسکراہٹ یاد کر کے وہ چھم چھم نیر بہاتا۔ دیوانگی کی یہ حالت سات برس تک اس درویش پر چھائی رہی۔ اس حالت میں وہ گلی کے کتوں کے ساتھ رات دن بسر کرنے لگا۔ آخر شہزادی کے محافظوں اور خادموں نے اس کا سر قلم کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اس ظالمانہ فیصلے کا سن کر شہزادی نے اس گداگر درویش کو خاموشی سے بلایا اور کہا کہ تم جیسے فقیر میرا جوڑ نہیں بن سکتے۔ اگر زندگی چاہتے ہو تو یہاں سے فوراً بھاگ نکلو اور پلٹ کر اس طرف کبھی مت آنا۔

غریب درویش نے کہا میں تو جان کی بازی اسی دن ہار گیا تھا جس دن مجھے تیرا دیدار نصیب ہوا تھا۔ مجھ جیسے عاشق نامراد کی سینکڑوں جانیں بھی ہوں تو میں انہیں تجھ پر قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اب جب کہ تمہارے لوگ ناحق میرا خون کرنے پر تلے بیٹھے ہیں تو مرنے سے پہلے مہربانی کر کے میرے ایک سوال کا جواب دے دو۔ جس دن تم نے میری موت کا سامان کیا تھا یعنی کہ پہلے دن مجھے دیکھ کر تم کیوں مسکرائی تھی؟ شہزادی نے جواب دیا کہ ایک گداگر کو اپنا عاشق دیکھ کر مجھے تم پر ہنسی آئی تھی۔ میں نے تیری ہنسی آڑائی تھی۔ تیرے حسن کی میں گرویدہ تو نہیں ہوئی تھی۔ یہ کہہ کر شہزادی غریب درویش کو وہیں چھوڑ کر، دھویں کی مانند اڑ کر نظروں سے غائب ہوگئی۔

طوطی کا اظہار مجبوری

اس کے بعد سبز لباس زیب تن کیئے گلے میں سونے کا طوق ڈالے چونچ میں مصری کی ڈلی لیئے طوطی عذر برات بیان کرنے کے لئے آگے بڑھی۔ اس کی شان و شوکت کے مقابلے میں باز مچھر دکھائی دے رہا تھا۔ زمین پر بچھا سبزے کا فرش اس کے پروں کا عکس لگ رہا تھا۔ اس کے الفاظ مصری کی ڈلیاں تھیں۔ اس نے کہا سنو میرے ساتھیو، گھٹیا اور پتھر دل لوگوں نے مجھ جیسے دل نشین پرندے کو پنجرے میں بند کر رکھا ہے۔ اس قید خانے میں، میں آب خضر یعنی آب حیات کیلئے تڑپ رہی ہوں۔ پرندوں کا خضر ہونے کے ناطے میں سبز پوش ہوں۔ میں آب حیات کے منبع تک جانا پسند کروں گی لیکن سیمرغ کے عظیم الشان " پر " تک مجھ عاجز کے لئے جانا مشکل ہے۔

آب خضر کا چشمہ میرے لئے کافی ہے۔

ہدہد کا جواب

ہدہد نے طوطی سے مخاطب ہو کر کہا ! اے طوطی تجھے سعادت مندی کی خبر ہی نہیں ہے۔ جو اپنی جان کی قربانی کا ارادہ نہ رکھتا ہو وہ جواں مرد نہیں ہے۔ یہ جان تجھے اس لئے دی گئی ہے کہ تو اسے کسی بھی لمحے اپنے دوست پر قربان کردے ۔ اے بے مغز طوطی راہ حق پر گامزن ہوجاؤ ۔ تم بادام نہیں بلکہ اس کا چھلکا ہو چھلکا ۔ آؤ اور مردان خدا کی صحبت اختیار کرو اور آزادانہ طور پر راہ حق میں داخل ہوجاؤ ۔

ایک مجذوب اور حضرت خضر علیہ السلام میں مکالمہ

خدا کی محبت میں غرق ایک دیوانہ سے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ اے مرد کامل کیا تم مجھ سے دوستی کرو گے ؟ مجذوب نے کہا ، ہم دونوں کی طبیعت میں موافقت نہیں ہے ۔ تم نے ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے آب حیات پی لیا ہے ۔ جب کہ میں ساتھیوں اور دوستوں کو خیر باد کہہ کر فکر معاش سے بھی آزاد ہوگیا ہوں ۔ تم اپنی زندگی بچانے میں مصروف ہو۔ جبکہ میں روزانہ خود کو قربان کرتا ہوں ۔ اس لئے بہتر ہے کہ میں آپ سے رخصت ہوجاؤں ، بلکہ ایسے ہی جیسے پرندے جال سے نکل بھاگتے ہیں ۔ لہذا خدا حافظ ۔

مور کا معذرت کرنا

طوطی کے بعد سینکڑوں پروں والا ، بلکہ کہنا چاہیئے لاکھوں رنگ کے پروں سے آراستہ و پیراستہ سنہری مور آگے آیا۔ اس نے دولہے کی طرح اپنے چہرے کی نقاب کشائی کی ، اور کہا ! میرے ساتھیو مصور جہاں نے میرے رنگ و روپ کو بنانے کے لئے جنگل کی سب سے گھنی جھاڑی اپنے ہاتھ میں لی تھی ۔ گو میں پرندوں کا جبریل ہوں ، لیکن پھر بھی میری قسمت قابل رشک نہیں ہے۔ میں باغ عدن میں سانپ کا دوست بن گیاتھا۔ اس تعلق کی وجہ سے مجھے شرمناک طور پر وہاں سے بے دخل کیاگیا ۔ انہوں

نے مجھے بھروسے کے قابل نہ سمجھا۔ مجھ پر کون اعتماد کرتا ہے ۔ میرے پاؤں ہی میرا قید خانہ تھے ۔ لیکن پھر بھی میں ہمیشہ سے پر امید ہوں کہ کوئی فیض رساں مرشد مجھے اس تاریک مسکن سے باہر نکال کر ابدی محل تیں پہنچادے گا۔ جس بادشاہ کا تم نے ذکر کیا ہے مجھے اس تک پہنچنے کی توقع نہیں ہے۔ میرے لئے اس کے در تک پہنچ جانا ہی کافی ہوگا۔ تم مجھ سے یہ توقع کیسے کرسکتے ہو کہ میں سیمرغ تک پہنچنے کی جدوجہد کروں گا، کیونکہ میں باغ عدن کا مکین رہ چکاہوں ؟ باغ عدن میں دوبارہ رہائش پذیر ہونے کے علاوہ میری کوئی خواہش نہیں ہے ۔ بجز اس خواہش کے میرے لئے کچھ بھی معنیٰ خیز نہیں ہے۔

ہدہد کا جواب

ہدہد نے مور کو جواباً کہا ! تم راہ حق سے بھٹک رہے ہو۔ اللہ کا گھر تمہاری ارضی جنت سے بہت بہتر ہے۔ تمہیں اس تک پہنچنے کی جدوجہد کرنی چاہیئے۔ تمہارے لئے اس سے افضل اور کوئی کام نہیں ہے ۔ یہ روح کا مسکن اور مقام ابدیت ہے ۔ یہ ہماری حقیقی آرزوؤں کا مسکن ، قلب کی پناہ گاہ اور حق و انصاف کا عرش معلیٰ ہے۔ سب سے بزرگ و برتر ایک بحر بیکراں کی مانند ہے ۔ دنیاوی جنت کا روحانی سکون اس کے مقابلے میں فقط ایک چھوٹا سا قطرہ ہے۔ اس بحر بیکراں کے سوائے سب کچھ اشتہار کا موجب ہے۔ جب تمہیں سمندر میسر ہوگا تو تم شبنم کے قطرے کو کیوں تلاش کروگے۔ سورج کے رموز و اسرار سمجھنے والا بھلا کیوں خاک کے ایک ذرے پر غور و فکر میں خود کو برباد کرے گا؟ کیا یہ فقط جز کے بارے میں فکر مند ہوگا ؟ کیا روح کا تعلق جسم کے الگ الگ عضو سے ہوتا ہے ؟ اگر تم کمال حاصل کرنے کے خواہش مند ہو تو پھر کل کی تلاش کرو ، کل کا انتخاب کرو اور خود ہی کل بن جاؤ ۔

استاد اور شاگرد کا قصہ

ایک شاگرد نے استاد سے پوچھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے کیوں بے دخل ہونا پڑا ۔ استاد نے فرمایا کہ جنت کی مخلوقات میں سب سے افضل حضرت آدم

علیہ السلام نے جب بہشت سے باہر جھانکا تو غیب سے ندا آئی کہ جنت تیرے لئے ہر طرف سے بند کر دی گئی ہے۔ جو کوئی دونوں جہان میں میرے علاوہ کسی اور کو دیکھنے یا سننے کی کوشش کرتا ہے ہم اس پر زوال لے آتے ہیں تاکہ وہ میرے علاوہ کسی دوسرے کی تمنا نہ کرسکے ۔کیونکہ میں ہی اس کا سچا دوست ہوں ۔ محبوب حقیقی کے بغیر عاشق کی ہزاروں جانیں بیکار ہیں۔ جو شخص محبوب حقیقی کے علاوہ کسی اور کو اپنی زندگی سمجھتا ہے تو اگر وہ حضرت آدم علیہ السلام بھی ہوں تو انہیں جنت سے بے دخل کردیا جاتا ہے۔ بہشت کے مکینوں کو وہاں سب سے پہلے اپنے دل کی قربانی کرنا ہوگی ۔

بطخ کا عذر

ڈری ڈری اور سہمی سہمی سی بطخ پانی سے نکل کر پرندوں کے جھرمٹ میں آئی۔ وہ ، نہا دھو کر سفید لباس زیب تن کر کے انجمن میں آئی ۔ اس نے کہا مجھ سے زیادہ خوبصورت اور پاکیزہ مخلوق کا کبھی کسی نے ذکر سنا ہے ۔ میں ہر وقت وضو کر کے بارہا پانی پر مصلیٰ بچھاتی ہوں ۔ میں تمام پرندوں میں بڑی زاہدہ ہوں ۔ ہے کوئی ایسا پرندہ جو میری طرح پانی پر کھڑا ہو سکتا ہو ۔ بس یہی میری کرامت ہے۔ میں پرندوں میں نیک نظر ، پاک لباس والی ہوں ، اور میرا قیام خالص جوہر یعنی پانی میں ہے۔

میرے لئے پانی سے زیادہ فائدہ مند کوئی چیز نہیں ہے۔ اسی میں میرا رزق چھپا ہوا ہے اور یہی میرا مسکن بھی ہے ۔اگر رنج و غم مجھے تنگ کرتے ہیں تو میں انہیں پانی سے دھو ڈالتی ہوں ۔ میرے مسکن میں آنے والے صاف و شفاف پانی کے دھارے میری خوراک کا بندوبست کرتے ہیں ۔ مجھے خشکی سے محبت نہیں ہے۔ میرا سروکار فقط پانی سے ہے ۔ میں اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں ۔ دنیا کی ہر جاندار مخلوق پانی کے دم سے زندہ ہے۔ میں بھلا اس قابل کہاں کہ معرفت کی وادیاں عبور کر کے سیمرغ سے جاملوں۔ میری طرح سطح آب پر قناعت کرنے والا سیمرغ سے ملنے کی آرزو کیسے کرسکتا ہے۔

ہدہد کا جواب

ہد ہد نے کہا اے پانی کی دیوانی بطخ ! تم پانی میں ساری عمر گزار کر خوش رہتی

ہو۔ کاہلی سے یہاں تم اونگھتی رہتی ہو ۔ لیکن پانی کی موج تجھے دور بہالے جاتی ہے ۔ پانی تو بلند ہمت اور صاف چہرے والوں کیلئے موزوں ہوتا ہے ۔ اگر تم میں یہ اوصاف ہیں تو پھر ٹھیک ہے ۔ ورنہ تم کب تک پانی کی طرح پاک صاف رہ سکو گی۔

ایک نیک انسان کی کہانی

کسی نے ایک مجذوب درویش سے پوچھا کہ دونوں جہان کی حقیقت کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا کہ عالم علوی اور سفلی پانی کاایک قطرہ ہیں - یہ دونوں جہان نہ موجود ہیں اور نہ معدوم ۔ ابتدائے آفرینش میں قطرہ آب ہی کے دم سے رنگ برنگے نقش و نگار ظاہر ہوئے تھے ۔ تمام اشیاء کا وجود پانی کی مانند ہے ۔کوئی چیز لوہے سے زیادہ سخت نہیں ہے۔ لیکن لوہا جانتا ہے کہ اس کی بنیاد پانی پر رکھی گئی ہے ۔لہذا پانی پر کھڑی کی گئی تمام تخلیق محض خواب و خیال ہے ۔جان لو کہ پانی کوئی پائیدار چیز نہیں ہے۔

چکور کا عذر لنگ

بطخ کے بعد خراماں خراماں مطمئن چکور پرندوں کے بیچوں بیچ پہنچی ۔ شفق کی دھنک میں رنگی ، موتیوں کی مالا سے لدی پھدی ، شرم و حیاء میں ڈوبی چکور سرخ چونچ اور سرخ لباس میں ملبوس تھی ۔ اس کی آنکھیں سرخ گلابی ڈورے سے سجی ہوئی تھیں ۔ وہ گردن گھما کر نخرے سے اڑ رہی تھی ۔ کبھی وہ کمر بند اور تلوار کے ساتھ اڑتی اور کبھی اپنے سر کی تلوار کے سامنے بل کھاتی ۔

اس نے کہا میں ویران پہاڑوں پر منڈلاتی ہوں کیونکہ مجھے قیمتی پتھروں اور موتیوں سے پیار ہے ۔ گوہر سے عشق نے میرے دل میں آگ بھڑکا رکھی ہے اور میرے لئے یہ آگ ہی کافی ہے۔ جب میں کنکریوں کو نگل کر انہیں خواہشات کی آگ سے جلاتی ہوں تو یہ جل کر خون بن جاتی ہیں ۔ میری زندگی آگ اور پتھر کے درمیان حیرانی اور پریشانی کے عالم میں گذر رہی ہے ۔ میرے دوستو ! دیکھو میں کیسے گزر بسر کر رہی ہوں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ پتھروں پر سونے والا اور سنگریزے نگلنے والا کسی کے کہنے پر بیدار

ہو جائے؟

میرا دل موتیوں کی محبت میں رنج و غم سے خستہ ہو چکا ہے۔ ہیرے جواہرات کے عشق نے مجھے پہاڑوں پر رہنے کا عادی بنا دیا ہے۔ ہیروں کی بادشاہت ابدی ہے ان کے علاوہ کسی چیز سے عشق فانی ہے ۔ یہ ہمیشہ قائم رہنے والے پہاڑوں کا اصل و جوہر ہیں ۔ میں پہاڑوں اور ان میں چھپے قیمتی جواہرات سے بخوبی آشنا ہوں ۔ میں اپنی تلوار اور کمر بند کی مدد سے ہمیشہ عظیم مرتبت ہیرے کی تلاش میں سرگرداں ہوں ۔ مجھے ابھی ایک ایسے جوہر کی تلاش ہے جو ساخت اور طمطراق میں قیمتی پتھروں سے بھی زیادہ رفیع الشان ہو ۔ جس کے سامنے موتی بھی ہیچ ہوں ۔ سیمرغ تک پہنچنا میرے لئے مشکل ہے۔ اس لئے کہ میرے پاؤں قیمتی پتھروں اور موتیوں سے محبت کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہیں ۔ بھلا میں مضبوط دل سیمرغ کے سامنے حاضر ہونے کی جرات کیسے کر سکتی ہوں ؟ جبکہ میرے ہاتھ سر پر اور پاؤں گارے میں پھنسے ہوئے ہیں ۔ ان حالات میں یا تو میں مرکھپ جاؤں گی یا پھر گوہر نایاب کو حاصل کرلوں گی۔ میرے شریف اور اعلیٰ نسل ہونے کی شہادت میں کوئی کلام نہیں ہے ۔ جو کوئی میرے مقصد کا طرفدار نہیں ہے وہ لائق توجہ نہیں ہے۔

ہدہد کا جواب

ہدہد نے جواباً کہا ۔ اے ہیرے موتیوں کے رنگوں والی چکور تم کب تک عذر لنگ بیان کرتی رہوگی ۔ تیری چونچ اور پنجے خون جگر سے آلودہ ہیں ۔ اس تلاش نے تمہیں ذلیل اور خوار کر رکھا ہے ۔ گوہر کی حقیقت رنگے ہوئے پتھر سے زیادہ نہیں ہے ان کے عشق نے تجھے سنگدل بنادیا ہے ۔ رنگ کے بغیر یہ معمولی سنگریزے ہیں۔ جو عطر رکھتے ہیں وہ رنگ تلاش نہیں کرتے ۔ جوہر شناس انسان ظاہری چمک دمک کو کبھی ترجیح نہیں دے گا ۔ تم اعلیٰ قسم کے سچے گوہر کو تلاش کرو اور پتھر کی محبت سے چھٹکارا حاصل کرو ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کی حکایت

اللہ کے حکم سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی میں جڑے گوہر کو جتنی

عزت نصیب ہوئی اتنی اور کسی گوہر کو اس دنیامیں حاصل نہ ہوسکی۔ حالانکہ اس کا وزن ڈھائی ماشے سے زیادہ نہیں تھا ۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس انگوٹھی کو اپنی مہر بنایا تو ساری دنیا پر ان کی حکمرانی قائم ہوگئی ۔ ان کی حاکمیت قائم ہوئی اور مملکت کی حدیں دور افتادہ افق تک پھیل گئیں ۔ گو کہ ہوائیں ان کے احکامات کو ہر کسی تک پہنچاتی تھیں لیکن ان کے پاس صرف ڈھائی ماشے کا پتھر تھا ۔ آپ نے فرمایا! چونکہ میری کشور اور حاکمیت کا انحصار اس پتھر پر ہے اس لئے میرے بعد اور کسی کو ایسی طاقت نصیب نہیں ہوگی ۔

اگرچہ اس مہر کی فضیلت سے حضرت سلیمان ایک بڑے بادشاہ بن گئے ۔ مگر دراصل بارگاہ ایزدی تک پہنچنے میں وہ ایک رکاوٹ بن گیا تھا ۔ اس پتھر پر بھروسہ کرکے اپنی کی طاقت کے دعویٰ کے باعث حضرت سلیمان علیہ السلام دوسرے انبیاء سے پانچ سو برس بعد جنت میں داخل ہوں گے ۔ جب اس پتھر نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے ایسا سلوک کیاہے تو اے ہکور تم خود ہی سوچو کہ یہ تمہارے ساتھ کیا نہ کرے گا؟ اپنے قلب کو معمولی پتھر کی محبت سے فارغ کرلو اور سچے موتی کے ساتھ ساتھ خدا عزوجلال یعنی جوہریوں کے جوہری کو تلاش کرو ۔

ہما کاعذر بیان کرنا

اس کے بعد سب کے سامنے سایہ بخشنے والا ہما آیا۔ جس کا سایہ بادشاہوں کو شان و شوکت عطا کرتا ہے ۔ اس وجہ سے اس کا نام ہمایوں یعنی خوش بخت بھی ہے۔ یہ سب پرندوں سے بلند ہمت ہے اور اس کی ہمت قابل داد ہے۔ اس نے کہا اے بحرو بر کے پرندو میں تمہاری طرح کا ایک پرندہ نہیں ہوں ۔ میری بلند ہمتی مجھے مائل بہ پرواز رکھتی ہے اور اس کی تسکین کے لئے میں تمام مخلوق خدا سے الگ تھلک رہتا ہوں ۔ میں نے نفس کے کتے کو مغلوب کر لیا ہے ، اس لئے مجھ سے فریدون اور جمشید بادشاہ نے عزت حاصل کی ۔ تمام بادشاہ میرے سایے کے پروردہ ہیں ۔ گداگر طبیعت کا آدمی میرا خواہش مند نہیں ہوتا ۔ میں اپنے نفس کے کتے کو ہڈی ڈال کر اپنی روح کو اس سے بچائے رکھتا ہوں ۔ جس پرندے کے سایے سے بادشاہی مل جاتی ہو اس کی

شان و شوکت سے بادشاہ کس طرح روگردانی کرسکتے ہیں ۔ میرے پروں کے سایے میں پناہ کا ہر کوئی خواہش مند ہے۔ کیا مجھے بلند و بالا سیمرغ سے دوستی کی ضرورت ہے ۔ جبکہ بادشاہی میرے قدموں میں پڑی ہے۔

ہدہد کا جواب

اے غرور میں جکڑے ہما ! اپنے سایے کو سمیٹ لو اور اپنا مذاق نہ اڑاؤ ۔ اس وقت تجھ میں بادشاہ بنانے کی کوئی علامت نہیں ہے۔ بلکہ تم اس وقت کتے کی مانند ہڈی سے چمٹے ہوئے ہو۔ خدا نہ کرے کہ تم بادشاہوں کو تخت پر بٹھاؤ ۔ لیکن اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ تمہارے سایے سے بادشاہ بنتے ہیں تو پھر روز محشر انہیں اس بادشاہی سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا جائے گا اور وہ اپنی بدقسمتی کا رونا روئیں گے۔ اگر کوئی بادشاہ اس دنیا میں تیرا سایہ نہ دیکھتا تو کل بروز قیامت مصیبت میں مبتلا نہ ہوتا ۔

سلطان محمود غزنوی اور ایک درویش

ایک نیک اور درویش صفت انسان نے خواب میں سلطان محمود غزنوی سے سوال کیا کہ اے نیک بخت بادشاہ ! اللہ کی ابدی سلطنت میں کیسی گزر رہی ہے ؟ بادشاہ نے جواب میں کہا میرے جسم کاخون بہاؤ لیکن میری روح کو نہ چھیڑو ۔ خاموش ہوجاؤ اس لئے کہ یہاں بادشاہی کو کوئی نہیں پوچھتا ۔ میری طاقت محض بے بنیاد گھمنڈ اور خود ستائی تھی ۔ میری بادشاہی زعم باطل اور مغالطہ تھی ۔کیا بادشاہی مٹی کے پتلے کو بلند و برتر کرسکتی ہے؟ بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کو زیب دیتی ہے جو ساری کائنات کا مولا و آقا ہے ۔ اب میں اپنی بشری کمزوریوں اور مجبوریوں سے آگاہ ہوں ۔ میں اپنی بادشاہت پر شرمسار ہوں ۔ اگر تمہیں کوئی لقب دینا ہے تو پھر مجھے ایک مصیبت زدہ شخص کہہ کرپکارو ۔ خدا ہی کائنات کا سلطان ہے ، اس لئے مجھے بادشاہ نہ کہو ۔ سلطنت و حکمرانی کی مستحق وہی بزرگ و برتر ذات ہے ۔ اب میں دنیا میں ایک سادہ لوح درویش بننے کو پسند کروں گا ۔ کاش مجھے جاہ و منصب کی بجائے سو کنوئیں مل جاتے تاکہ میں خود کو ان میں ڈبو دیتا۔ کاش کے میں جو کہ کھیت کا خوشہ چین ہوتا۔ محمود کو خدارا غلام کہو ۔

جاؤ میرے بیٹے مسعود کو سلام کہنا اور میری طرف سے نصیحت کرنا کہ تم میں اگر کچھ عقل و فہم ہے تو اپنے باپ کی حالت سے سبق حاصل کرو ۔ اللہ کرے اس ہما کے پر جل جائیں جس کے سائے نے مجھے دنیا میں بادشاہ بنادیا۔

باز کا تکبر

ہما کے بعد سربلند کیئے ، سینہ تانے جانباز کے روپ میں باز سامنے آیا۔ اس نے کہا ! میں بادشاہوں کی صحبت میں خوش رہتا ہوں اور دوسری مخلوقات کا مجھے کوئی لحاظ نہیں ہے۔ میں نے اپنی آنکھیں چمڑے کی پٹی سے ڈھانپ رکھی ہیں تاکہ میں دست بادشاہ پر اپنے پاؤں جماسکوں ۔ میں نے بادشاہوں کی ہم نشینی کے اداب سیکھ رکھے ہیں۔ اگر تم مجھے بادشاہ کے پاس لے جاؤ تو مجھے شاہی اداب سے پوری طرح سے واقف پاؤ گے۔ مجھے کیا پڑی کہ میں سیمرغ کو خواب میں بھی دیکھوں ؟ میں اس تک پہنچنے کی کیوں جلدی کروں ۔ مجھے اس سفر پر روانگی کی خواہش نہیں ہے ۔ بادشاہ کے ہاتھ سے ترلقمہ ملنا ہی میرے لئے کافی ہے۔ بادشاہ کا دربار ہی میرے لئے کافی ہے۔ جو کوئی بھی بادشاہ کا منظور نظر ہوجائے تو بادشاہ اس کی بات مان لیتا ہے۔ اگر میں بادشاہ کے من بھا جاؤں تو میرے لئے یہ بے پایاں وادی میں جانے سے کہیں بہتر ہے۔ میں بادشاہ کے ساتھ ساری عمرگزارنے میں خوشی محسوس کرتا ہوں ۔ اس طرح کہ بادشاہ کے حکم کا منتظر رہوں یا پھر اس کے شوق کی تکمیل میں شکار پر نکل جاؤں ۔

ہدہد کا جواب

ہدہد نے باز سے مخاطب ہو کر کہا ! اے اشیاء کی ظاہری صورت پر مرٹنے والے باز ! تم اشیاء کی باطنی خوبی اور صفت سے عاری ہو۔ بادشاہت کے لائق صرف سیمرغ ہے اور اس کے بغیر اور کوئی بادشاہت کے لائق نہیں ہے۔ بادشاہ وہ نہیں جو بیوقوفی سے اپنی سرداری کی نمائش کرے ۔ بادشاہ تو ہمیشہ وفادار اور درگزر کرنے والا ہوتا ہے ۔ گو بادشاہ کبھی عدل و انصاف سے کام لیتا ہے ، لیکن کبھی یہ ناانصافی کے جرم کا ارتکاب بھی کر بیٹھتا ہے ۔ جو کوئی بادشاہ کے قریب ہوتا ہے اس کا معاملہ اور زیادہ نازک ہوجاتا

ہے۔ ایک صاحب ایمان کی حاجت سے بادشاہ نالاں ہوتا ہے۔ اس کی زندگی ہر وقت خطرات میں گھری رہتی ہے ۔ بادشاہ آگ کی مانند ہے اس سے دور رہو ۔ اے باز تم بادشاہوں کے قریب رہے ہو اب ان سے محتاط ہو جاؤ ۔

بادشاہ کا غلام پر عاشق ہونا

ایک اعلیٰ نسب بادشاہ کو اپنے ایک خوبصورت غلام سے محبت ہو گئی ۔ وہ اس سے لمحہ بھر کی جدائی بھی برداشت نہیں کرسکتا تھا ۔ بادشاہ اسے بہترین پوشاک پہننے کے لئے دیتا اور اس کی بڑی قدر و منزلت کرتا ۔ کبھی کبھار تیر اندازی کے فن سے لطف اندوز ہونے کے لئے ایک سیب اس غلام کے سر پر رکھ کر اس کا نشانہ لیتا۔ اس نشانہ بازی کے شغل سے غریب غلام ادھ مواء ہو کر رہ جاتا۔ ایک دن کسی نے غلام سے پوچھا تمہارا چہرہ دن بدن کیوں پیلا پڑتا جارہا ہے حالانکہ تو بادشاہ کے بہت قریب ہے ؟ غلام نے جواب میں کہا ! بادشاہ میرے سر پر سیب رکھ کر اپنے نشانے کی مشق کرتا ہے اور مجھے یہی غم کھائے جارہا ہے کہ کبھی یہ تیر میرے سر میں پیوست ہوگیا تو پھر میرا کیا بنے گا ؟ اگر تیر ٹھیک نشانے پر لگے تو سب بادشاہ کی تیر اندازی کی تعریف کرتے ہیں اور اگر نشانہ خطاء ہو جائے تو میری جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ میں اس شش و پنج میں الجھ کر یہی دعا کرتا ہوں کہ تیر اپنے نشانے پر لگے ۔ جان کے دھڑکے نے میرا رنگ پیلا کر دیا ہے۔

بگلے کا عذر

بگلہ جلدی جلدی چلتے ہوئے آیا اور عجلت میں ایک دم اپنے بارے میں گفتگو کرنے لگا۔ اس نے کہا میرا دلکش گھر سمندر اور کھارے پانی کی جھیلوں کے قریب واقع ہے۔ یہاں میرے گیت سننے والا کوئی نہیں ہے۔ میں اتنا بے ضرر ہوں کہ کسی کو مجھ سے کوئی گلہ شکوہ نہیں ہے۔ میں غمگین اور افسردہ ہو کر اداسی کے عالم میں کھارے پانی کے سمندر میں جھکا رہتا ہوں ۔ میرا دل پانی کی آرزو سے لبریز ہے۔ اگر پانی نہیں ہوگا تو میرا کیا بنے گا ؟ میں دوسری آبی مخلوق کی مانند نہیں ہوں ۔ میں تو سمندر کے عشق

میں مرے جارہا ہوں ۔ اس کے ساحلوں پر میرے ہونٹ سوکھ کر کانٹا بن گئے ہیں ۔ سمندر کا جوش مارتا پانی اور اس کی بے چین موجیں میرے قدموں میں دم توڑتی ہیں ، لیکن میں ہوں کہ عشق میں ایک قطرہ بھی نہیں پی سکتا ؟ سمندر سے ایک قطرہ کم ہونے سے میرا قلب آتش غیرت سے کباب ہو جاتا ہے ۔ میرے جیسی مخلوق کے لئے سمندر کا عشق ہی کافی ہے ۔ سیمرغ تک جانے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے لہذا مجھے معذور سمجھو ۔ جس کی جستجو پانی کا فقط ایک قطرہ ہو وہ سیمرغ سے کس طرح وصال کرسکتا ہے ۔

ہدہد کا جواب

ہدہد نے جواباً کہا ! اے بگلے تو سمندر کی اصلیت سے ناواقف ہے ۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ سمندر مگرمچھ اور دوسری خطرناک مخلوق سے بھرا ہوا ہے ۔ اس کا پانی کہیں کھارا اور کہیں نمکین ہوتا ہے ۔ اس کو کبھی چین نہیں آتا ۔ کبھی یہ پر سکون اور کبھی غل غپاڑہ کرنے لگتا ہے۔ سمندر ہمیشہ تغیر و تبدل کا شکار رہتا ہے اسے سکون نصیب نہیں ہے ۔ کبھی یہ بہنے لگتا ہے اور کبھی جوار بھاٹے کی صورت میں اوپر نیچے ہونے لگتا ہے۔ اس کی گہرائیوں میں کئی سورما اپنی جانیں گنوا چکے ہیں۔ غوطہ خور اس کی گہرائی میں اپنا سانس روک لیتے ہیں کہ مبادا کہیں یہ انہیں لاش کی طرح اوپر نہ پھینک دے۔ سمندر کی فطرت میں بے وفائی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے ۔ اس پر بھروسہ نہ کرو یہ تمہیں ڈبو کر بے جان کر دے گا ۔ ارے نادان یہ تو خود اپنے محبوب کی محبت میں بے چین و بے قرار ہے۔ کبھی یہ ٹھاٹھیں مارتی ہوئی موجیں بن جاتا ہے اور کبھی شیر کی طرح دھاڑنے لگتا ہے۔ جب سمندر اپنے مقصود کو حاصل نہیں کرسکتا تو تمہارا قلب اس کے عشق میں کیسے قرار حاصل کر پائے گا ۔ سمندر تو کوچہ محبوب کا ادنی چشمہ ہے۔ تو اس پر کیوں قناعت کرتا ہے اور سیمرغ سے ملاقات کیلئے جدوجہد کیوں نہیں کرتا۔

ایک دانش مند کا سمندر سے سوال

ایک دانش مند مفکر نے سمندر سے سوال کیا کہ تو نے نیلے رنگ کا ماتمی لبادہ کیوں پہن رکھا ہے ۔ تو بغیر آگ کے کیوں جوش کھا رہا ہے ۔

سمندر نے اس مفکر کو جواب دیا کہ میں اپنے دوست کی جدائی سے ہمیشہ اضطرابی کیفیت میں مبتلا رہتا ہوں ۔ میں اپنی فطری کمزوری کی وجہ سے اپنے محبوب کا سچا عاشق نہیں ہوں ۔ اس رنج و غم کے سبب میں نے نیلا ماتمی لباس زیب تن کر رکھا ہے ۔ اس تکلیف سے میرے ہونٹ یعنی ساحل خشک ہوگئے ہیں ۔ میں آتش عشق سے جوش کھا رہا ہوں ۔ اگر مجھے اس محبوب حقیقی کے حوض کوثر سے ایک قطرہ بھی مل جائے تو میں زندہ جاوید ہو جاؤں گا ۔ اس قطرے کے بغیر میری طرح ہزاروں خشک لب اس راستے میں دم توڑتے رہیں گے ۔

الو کا عذر

پھر حیران و پریشان الو سامنے آیا ۔ اس نے کہا میں نے کھنڈرات اور ٹوٹے پھوٹے ویران گھروں کو اپنا مسکن بنایا ہے۔ میں ویرانوں میں پیدا ہوا ہوں اور ان ہی میں شراب معرفت پیئے بغیر مرجاؤں گا۔ میں نے ہزاروں آبادیاں دیکھی ہیں جہاں لوگ گھبراہٹ اور پریشانی کے عالم میں نفرت کی آگ میں جل رہے ہیں ۔ جو بھی سکھ چین سے رہنا چاہتا ہے اسے دیوانوں کی طرح ویرانوں کا رخ کرنا پڑے گا۔ میں ویرانوں میں رہنے کی تکلیف وہاں موجود خزانوں کی وجہ سے اٹھا رہا ہوں ۔ خزانے کی محبت ویرانے تک لے جاتی ہے کیونکہ خزانے ویران کھنڈرات ہی میں مدفون ہیں ۔ میری بے چین آرزو اس امید پر قائم ہے کہ ایک دن میں بغیر کسی طلسم کے مطلوبہ خزانہ حاصل کرلوں گا ۔ اگر میں کبھی خزانے تک پہنچ گیا تو میرا دیوانہ دل تمام مصائب و آلام سے نجات پا لے گا ۔ سیمرغ کا عشق تو محض ایک فرضی قصہ ہے ۔ اس سے عشق کرنا دیوانے کا کام نہیں ہے ۔ میں کمزور ہوں اس لئے سیمرغ کے عشق میں پختہ ارادے سے داخل نہیں ہوسکتا ۔ میرے لئے ویرانے اور خزانے کا عشق ہی کافی ہے ۔

ہدہد کا جواب

ہدہد نے کہا ! اے خزانے کے عشق میں مست الو ، بالفرض تجھے اگر مطلوبہ خزانہ مل بھی گیا تو ایسا تیری لاش پر ہی ممکن ہوسکے گا۔ پس تم اپنی گزری عمر کو بیکار اور لاحاصل سمجھو ۔ خزانے اور سونے سے عشق کرنا تو کافروں کا وطیرہ ہے۔ سونے کو پوجنے والے تو آذر کا پیشہ اختیار کرتے ہیں ۔ کیا تو خود کو سامری جادوگر کی اولاد میں شمار کرتا ہے جس نے سونے کا ایک بچھڑا تیار کیا تھا ۔ کیا تو اس حقیقت سے آگاہ نہیں کہ سونے کی محبت میں گرفتار شخص کا چہرہ روز قیامت کھوٹے سکے کی مانند ہوگا اور ایسے شخص کا حشر چوہے کی صورت میں ہوگا۔

ایک کنجوس کا قصہ

ایک شرابی نے سونے سے بھرا ایک صندوق زمین میں دفن کیا ۔ چند روز بعد اس شخص کا انتقال ہوگیا ۔ ایک برس بعد بیٹے نے باپ کو خواب میں چوہے کی شکل و صورت میں دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے زار و قطار آنسو بہہ رہے تھے ۔ جہاں وہ خزانہ مدفون تھا اس کا باپ وہاں چوہے کی مانند ادھر ادھر چکر کاٹ رہا تھا ۔ بیٹے نے پوچھا یہاں کیوں چکر لگا رہے ہو ؟ باپ نے جواب دیا میں نے یہاں سونا چھپایا تھا اور اب یہ دیکھنے آیا ہوں کہ کیا کسی نے اسے ڈھونڈ لیا ہے ؟ بیٹے نے مزید پوچھا کہ تمہاری شکل چوہے جیسی کیوں ہے ۔ باپ نے جواب دیا کہ مال و دولت سے پیار کرنے والے کی روح دوسرے جہان میں یہ شکل اختیار کر لیتی ہے ۔ میری حالت سے نصیحت اور عبرت حاصل کرو اور مال و دولت کی محبت سے دل کو فارغ کردو ۔

چڑیا کا عذر

الو کے بعد کمزور و ناتواں اور نرم دل چڑیا سب پرندوں کے سامنے جلوہ گر ہوئی ۔ وہ سرتا پا آگ میں دہک رہی تھی ۔ اس نے کہا میں ایک بدحواس اور شکست خوردہ پرندہ ہوں ۔ مجھے تو یہ بھی پتہ نہیں کہ دنیا میں زندہ کیسے رہا جاتا ہے ۔ میں تو بال سے بھی زیادہ نازک اور کمزور ہوں ۔ میرا کوئی مددگار نہیں ہے اور طاقت میں ،

میں چیونٹی سے بھی کم ہوں ۔ نہ میرے پاؤں ہیں نہ ہی میرے پر ۔ میرے پاس کچھ نہیں ہے ۔ سیمرغ جیسی با عزت ہستی کے پاس مجھ جیسا عاجز پرندہ کیسے پہنچ سکتا ہے ۔ چڑیا بیچاری سیمرغ تک کہاں اور کیسے جاسکتی ہے۔ جہاں میں اس کے طلب گار بکھیرے ہیں مجھ جیسی معمولی چڑیا کے لائق اس کا وصل کیسے ہوسکتا ہے۔ جب میں اس کے وصال کو پا ہی نہیں سکتی تو پھر ایک امر محال کے حصول کے لئے یہ لمبا سفر کیوں طے کروں ؟ بالفرض اگر میں اس کی درگاہ میں جانے کا ارادہ کر بھی لوں تو یا میں راستے ہی میں مرجاؤں گی یا پھر جل جاؤں گی ۔ اسی لئے میں اپنے یوسف کو کنوئیں ہی میں تلاش کرتی رہتی ہوں ۔ اگر میں نے اپنے یوسف کو کنوئیں سے حاصل کر لیا تو خوشی کے مارے اس کے ساتھ زمین کی تہہ سے چاند تک اڑ جاؤں گی ۔

ہدہد کا جواب

ہدہد نے چڑیا سے کہا تونے اپنی کم ظرفی میں بھی غرور اور سرکشی کااظہار کیا ہے ۔ میں تیری حیلہ سازی اور مکرو فریب سے دھوکا کھانے والا نہیں ہوں۔ تم فضول گفتگو سے پرہیز کرو اور اپنے لب سی لو۔ اپنی مکربازی چھوڑو اور عمل کرنے پر تیار ہوجاؤ۔ اگر تم آگ میں جل رہی ہو تو تمہارا انجام اوروں کے ساتھ جل کر ختم ہوجانا ہے حضرت یوسف علیہ السلام کا عشق ہر کس و ناکس کو زیب نہیں دیتا یہ بڑی جان جوکھوں کا کام ہے تم اپنا مقابلہ ان سے ہرگز مت کرو۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ

جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد محترم سے جدا ہو گئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے کی جدائی میں خون کے آنسو بہا بہا کر آنکھوں کی بینائی سے محروم ہوگئے۔ ان کے لبوں پر ہر وقت حضرت یوسف علیہ السلام کا نام رہتا۔ بالآخر ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منجانب اللہ انہیں پیغام دیا کہ اگر اب تونے اپنی زبان سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نام لیا تو ہم تیرا نام انبیاء اور رسولوں سے خارج کردیں گے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ملنے کے بعد

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کا نام لینا ترک کر دیا۔ تاہم وہ دل میں ان کے نام کا ورد کرتے رہے۔ ایک دن خواب میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام نظر آئے۔ چنانچہ انہوں نے خواب ہی میں حضرت یوسف علیہ السلام کو پاس بلانا چاہا۔ لیکن یک لخطہ اللہ کے فرمان کی روگردانی کے خیال نے انہیں ایسا کہنے سے روک دیا۔ لیکن پھر بھی حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک سرد آہ بھر کر اپنے غم کو دل میں چھپا لیا۔ خواب سے بیدار ہونے پر حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں اگر چہ تو نے زبان سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نام نہیں لیا لیکن ان کے خیال سے تم نے درد ناک آہ تو بھری ہے۔ ایسا کر کے تم نے عہد شکنی کی ہے اور تیرا توبہ کرنا بیکار ہو گیا ہے۔

ہد ہد اور پرندوں میں بحث و مباحثہ

اس کے بعد دوسرے کئی پرندوں نے اپنے اپنے عذر پیش کئے جو جہالت اور بیوقوفی کا پلندہ تھے۔ میں ہر پرندے کا فرداً فرداً عذر اس لئے پیش نہیں کر رہا کہ اس سے بات طویل ہو جائے گی لہذا اس اختصار پر مجھے معاف کیجئے۔

جو سیمرغ کو اپنی جان سے عزیز جانے گا وہی اس تک رسائی کے لئے جواں مردی سے جدوجہد کرے گا۔ اگر تمہارا سنگ دانہ (پوٹا) اجناس کا ایک دانہ ہضم نہیں کر سکتا تو پھر تم سیمرغ کی شاندار ضیافت میں کیسے شریک ہو سکو گے۔ جب تم شراب معرفت کا ایک قطرہ نہیں پی سکتے تو پھر اس کا پیالہ کیسے نوش جاں کر سکوں گے۔ اے جہاں گشت بانکے! اگر تم ایک ذرے کی طاقت نہیں رکھتے تو پھر سورج کے خزانے کو کیسے حاصل کر سکو گے۔ اگر تم ایک قطرہ ہی میں ڈوب سکتے ہو تو سمندر کی گہرائیوں سے گزر کر معرفت کے آسمانوں تک کیسے پہنچ پاؤ گے۔ معرفت الٰہی کی، اس دنیا میں خوشبو تک نہیں ہے۔ اس تک پہنچنا میلے چہرے والوں کا کام نہیں ہے۔

پرندوں کا سوال

ہد ہد کا بیان سننے کے بعد پرندوں نے کہا آپ نے ہماری رہبری اور ہدایت کا

بیڑا اٹھایا ہے ۔ بے شک آپ سب پرندوں میں افضل اور طاقتور ہیں ۔ ہم سب کمزور و ناتواں اور بے بال و پر ہیں ۔ اب آپ ہی بتائیں کہ ہم بلند مرتبت سیمرغ تک کیسے پہنچ سکتے ہیں ؟ ہمارا وہاں پہنچنا ایک معجزے سے کم نہ ہوگا۔ ہمیں اس شان دار ہستی کے بارے میں کچھ تمثیلی انداز ہی میں بتایئے۔ ہم اپنی جہالت کی وجہ سے سیمرغ کے اسرارورموز کے بارے میں کچھ نہیں جان سکتے ۔اگر ہمیں اپنی اور سیمرغ کی ذات میں کسی رشتے کا علم ہو جائے تو پھر ہمارے لیئے اس تک پہنچنا آسان ہوجائے گا۔ہماری ناقص رائے میں سیمرغ کاحضرت سلیمان علیہ السلام سے موازنہ نہ کیا جاسکتا ہے۔ہم سب چیونٹی کی مانند کمزورو ناتواں ہیں۔گندگی میں پلنے والا کیڑا رفیع الشان سیمرغ کی درگاہ تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ کیا بادشاہی میں گداگر حصے داری کرسکتا ہے ؟

ہدہد کا جواب

پرندوں سے مخاطب ہو کر ہدہد نے کہا اے بد دل پرندو ، احساسات سے خالی دل میں محبت کے چشمے افراط سے کیسے پھوٹ سکتے ہیں؟

اس طرح کے سوالات کی بھیک مانگنے کا مقصد فقط اپنی دلجوئی کرنا ہے ۔ان سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ جو عشق میں جاگ گیا وہ دیوانہ وار اپنی جان کی بازی لگا دیتا ہے۔

جب سیمرغ نے اپنے آفتابی چہرے کو بے نقاب کیا تو اس کے دم سے زمین پر ہزاروں سایے نمودار ہوئے ۔جب اس نے ان سایوں پر اپنی نگاہ ڈالی تو دنیا میں ہزاروں پرندے پیدا ہوگئے۔ دنیا میں موجود مختلف قسم کے پرندے فقط سیمرغ کا سایہ ہیں۔ اے بے خبر پرندو جان لو کہ جب تم اس راز کو پالوگے تو پھر تم سیمرغ سے اپنے رشتے کو سمجھ جاؤ گے۔ اس راز کو غورو فکر سے سمجھو لیکن اس کو ہرگز فاش نہ کرنا۔ جو اس راز کو پالیتا ہے وہ سیمرغ کی بیکراں ذات میں گم ہوجاتا ہے۔ استغراق کے اس عالم میں اناالحق کہنا حرام ہے۔

اوپر بیان کی گئی حالت استغراق کے مطابق تم ذات الٰہی میں ڈوب جاتے ہو۔کیا اس طرح ڈوب جانے والے کی ہستی تبدیل ہو جاتی ہے؟ یہ سمجھ لینے کے بعد کہ تم کس

کا سایہ ہو، زندگی اور موت تمہارے لیئے بے معنی ہوجائے گی۔اگر سیمرغ کو اپنی جلوہ گری کی خواہش نہ ہوتی تو وہ اپنا سایہ دنیا جہان پر ہرگز نہ ڈالتا۔ اگر وہ مخفی رہنے کا خواہش مند ہوتا تو اپنے سایے کو دنیا میں ہرگز ظاہر نہ کرتا۔ جو کچھ اس کے سایے سے پیدا ہوا ہے وہ ہمیں دکھائی دیتا ہے۔اگر تمھاری روح سیمرغ کے دیدار کے لائق نہیں ہے تو پھر تمھارے قلب کا آئینہ اس کے عکس کو ظاہر کرنے کے قابل نہیں ہوگا۔ یہ سچ ہے کہ کوئی آنکھ اس کے حسن وجمال کا دیدار کرنے کے قابل نہیں ہے۔کوئی ذہن اس کو سمجھ نہیں سکتا ۔دنیا کی خوبصورتی ، سیمرغ کے حسن و جمال کے سامنے ہیچ ہے۔ پھر بھی اس نے اپنے دیدار کے لیئے ایک آئینہ بنایا ہے اور وہ قلب کا آئینہ ہے ۔تم اپنے قلب کے آئینے پر نظریں جماؤ تاکہ تمہیں اس کے جمال کا سایہ نظر آجائے ۔

ایک صاحب حسن وجمال بادشاہ کا قصہ

کسی زمانے میں ایک بہت ہی حسین و جمیل بادشاہ تھا ۔حسن و جمال کی دنیا میں وہ بے نظیر شکل و صورت کا مالک تھا ۔ اس کی صفات حسنہ کا ظہور خوشبو کی مانند تھا۔ اس کی بادشاہت ساری کائنات کے اسرار کی ایک کتاب تھی ۔دنیا میں اس کے نام کا چرچا تھا اور ساری مخلوق اس کی محبت میں گم تھی ۔جب وہ سوار ہوکر نکلتا تو اپنے چہرے کو گہرے سرخ رنگ کے نقاب سے ڈھانپ لیتا ۔جو اس کے نقاب کو دیکھ لیتا اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ۔ اس کا نام لینے والوں کی زبانیں کٹ کررہ جاتیں ۔ہزاروں لوگ اس کی محبت میں اپنی جانیں نچھاور کرتے۔ جبکہ دوسرے لوگ اس سے جدائی پر اپنی سینکڑوں جانیں قربان کرتے رہے ۔یہ تماشہ ہر طرف جاری تھا ۔لوگ اس کی جدائی کو اور نہ اس کی قربت کو برداشت کرسکتے تھے ۔لیکن جو حوصلہ مند تھے انہیں وہ اپنے جلوے سے ہمکنار کرتا تھا۔ کچھ بے حوصلہ لوگ اس کی آواز سن کر مطمئن ہوجاتے تھے ۔چنانچہ بادشاہ نے ایک آئینہ تیار کرنے کا حکم دیا تاکہ اس کے چہرے کا بلواسطہ دیدار کیا جاسکے ۔یہ آئینہ محل میں رکھا گیا اور بادشاہ اس کے سامنے کھڑا ہوجاتا ۔اس طرح آئینہ میں اس کے چہرے کا عکس آجاتا اور تمام لوگ اس کے چہرے کا عکس آئینہ میں دیکھ لیتے۔

ہدہد نے کہا تم پرندوں کا معاملہ کچھ ایسا ہی ہے۔ لپنے محبوب سے سچی لگن تمہارے قلب کو ایسا آئینہ بنادے گا جو شان کبریائی کے محل میں نصب ہے اور جس میں تمہارے بادشاہ کا عکس جلوہ فگن ہے۔ تمام موجودات سیمرغ کے پر اسرار سایے کے علاوہ کچھ نہیں ہیں۔ اگر سیمرغ تمہیں لپنے حسن و جمال کا دیدار کرادے تو تم اس کی پرچھائیں میں خود سیمرغ کو پہچان لو گے ۔ اگر جہاں میں تیس یا پھر چالیس پرندے بھی ہوں تب بھی یہ سب سیمرغ کا سایہ ہوں گے ۔ سیمرغ لپنے سایے سے جدا نہیں ہے۔ اس کے برعکس سوچنا ایک مغالطہ ہے ۔ سیمرغ اور سایہ ایک ساتھ موجود ہیں ۔ سیمرغ سے وصل کی جستجو کرو یا پھر بہتر یہی ہے کہ سایے سے آگے گزر جاؤ پھر راز حاصل ہو جائے گا ۔اگر راز کھل گیا تو تم سایہ میں آفتاب دیکھ لو گے ۔ اگر سایے میں گم ہو گئے تو پھر سیمرغ سے وصال کیسے ہو سکے گا؟

محمود اور ایاز کی حکایت

ایک دفعہ نظر بد کا شکار ہو کر ایاز بیمار ہو گیا۔ بیماری کی وجہ سے وہ دربار میں حاضر نہ ہوسکا اور بادشاہ کی نظروں سے اوجھل ہو گیا ۔ مایوسی اور دل شکستگی کے عالم میں ایاز چار پائی پر لیٹ کر روتا رہا ۔ ایاز کی بیماری کی خبر جب سلطان محمود غزنوی تک پہنچی تو اس نے ایک خادم کو بلایا اور عیادت کے لئے ایاز کے پاس بھیج دیا۔ بادشاہ نے خادم سے کہا تم ایاز کو کہنا کہ تمہاری بیماری کی خبر سن کر تیرے غم میں ہم بھی بیمار ہوگئے ہیں ۔

گو میں تم سے دور ہوں لیکن میری روح تمہارے قریب ہے ۔ مجھے چاہنے والے میں تیری یاد سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں ہوں ۔ نظر بد نے تجھ جیسے دلبر کو تکلیف پہنچا کر یقیناً بہت برا کام کیا ہے ۔ بادشاہ نے خادم کو حکم ! دیا ایک دم جاؤ ۔ آگ کی طرح لپکو ، سیلابی ریلے کی طرح بڑھو ۔ گرج سے پہلے چمک کی طرح ایاز کے پاس پہنچو ۔

خادم ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر فوراً ایاز کے پاس پہنچ گیا۔ مگر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بادشاہ تو پہلے ہی ایاز کے پاس بیٹھا ہوا ہے ۔ خادم نے لرزتے اور کانپتے ہوئے خود سے کہا ، بادشاہ کی خدمت بھی بدقسمتی سے کم نہیں ہے ۔ آج یقیناً میرا

سر قلم کر دیا جائے گا۔ اس نے کہا بادشاہ سلامت خدا کی قسم میں راستہ میں ایک لمحے کے لئے کہیں نہیں رکا۔ نہ کہیں بیٹھا اور نہ ہی کہیں کھڑا ہوا۔ میں نہیں جانتا کہ آپ مجھ سے پہلے یہاں کیسے پہنچ گئے۔ آپ مانیں یا نہ مانیں اگر میں خطا وار ہوتا تو اپنی خطا ضرور تسلیم کر لیتا۔

محمود نے جواب دیا اے غلام تو محرم راز نہیں ہے۔ اس لئے تم میری طرح کیسے سفر کرسکتے ہو۔ میں ایک مخفی راستے پر چل کر یہاں آیا ہوں۔ جب میں نے ایاز کے بارے میں استفسار کیا تھا درحقیقت اس وقت میری روح اور ایاز ہم نشین ہو چکے تھے۔

ہدہد کا مجوزہ سفر کے بارے میں پرندوں کو آگاہ کرنا

ہدہد کا بیان سننے کے بعد پرندے سیمرغ سے اپنے تعلق اور گزرے وقتوں سے چلے آرہے پراسرار رموز کو قدرے سمجھنے لگے۔ گو کہ تمام پرندے اس سفر پر روانہ ہونے کی آرزو میں گرفتار تھے تاہم یہ سب سفر کا آغاز کرنے میں جھجک محسوس کر رہے تھے۔ شکوک و شبہات نے ان کے اذہان کو گھیر رکھا تھا۔ ان سب نے ہدہد سے کہا۔ کیاآپ کی خواہش ہے کہ ہم فوراً اپنی پرسکون زندگی سے نکل کر عازم سفر ہوجائیں؟ سیمرغ کے بلند و برتر جائے قیام کو تلاش کرنا ہم ضعیف اور کمزور پرندوں کے لئے بہت مشکل کام ہے۔

ہدہد نے انہیں کہا! میں نے تم سب کی رہنمائی کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو عاشق ہوتا ہے وہ جان کی پروا نہیں کرتا۔ سچا عاشق خواہ تارک الدنیا زاہد ہو یا فاسق جان فراموش ہوتاہے۔ اگر تمہارا قلب تمہاری جان کا دشمن ہو جائے اور تم اپنی جان قربان کردو تو پھر یہ راستہ طے ہوگا۔ اگر تمہاری خواہشات کا جسم اس راہ میں رکاوٹ بن جائے تو اسے ٹھکرا کر تم اپنی نظریں محبوب حقیقی کے مسکن پر جما لینا۔ اگر کوئی جاہل شخص تم سے یہ پوچھے کہ کفر و ایمان کا عشق سے کیا رشتہ ہے؟ تو میرا اس کو جواب ہے کہ عاشق اپنی جان کی پروا کب کرتاہے؟ عاشق تو اپنی امیدوں کی فصل بہار کو نذر آتش کر دیتا ہے۔ اس کے گلے پر خنجر چل جائے تو عشق میں وہ اف تک نہیں

کرتا۔ عشق کو درد دل اور خون جگر کی ضرورت ہوتی ہے۔ عشق مشکل پسند ہے۔

اے ساقی میرے جام کو خون جگر سے بھر دے اور اگر ایسا نہیں کرسکتا تو پھر مجھے اپنی پناہ میں لے لے۔ عشق ہلاک کر دینے والا ایک درد ہے۔ یہ عشق کبھی روح کا پردہ چاک کرتا ہے اور کبھی اس پردے کی سلائی کرتا ہے۔ عشق کا ذرہ تمام جہانوں پر بھاری ہے۔ اس کے درد کی معمولی ٹھیس سارے جہاں کے عاشقوں سے بہتر ہے۔ عشق ساری کائنات کا مغز ہے۔ سچا عشق حقیقی درد کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ عشق میں ڈوبا ہوا شخص کفر و ایمان اور دین و دھرم سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ عشق تو راہ فقر کا دروازہ کھولتا ہے اور فقر کفر کا راستہ دکھاتا ہے۔ جب تجھ میں کفر و ایمان نہ رہا تو پھر تیرا عنصری وجود اور تیری روح دونوں گم ہو جائیں گے۔ تب تم رموز و اسرار کے میدان کا شہسوار بن کے ان کی گہرائی اور گیرائی سے باخبر ہو جاؤ گے۔ جان لو کہ سیمرغ تک پہنچنے کا یہی ایک راستہ ہے۔

مردوں کی طرح اس میدان میں قدم رکھو۔ آخر کب تک ڈرتے رہو گے۔ بچکانہ پن چھوڑو اور جواں مردوں کی طرح اس میدان میں آؤ۔ کیونکہ اس راہ پر سفر کرتے ہوئے اچانک، ایک نہیں، سینکڑوں گھاٹیاں حائل ہو سکتی ہیں۔

شیخ صنعان کی کہانی

شیخ صنعان اپنے وقت کے ایک نیک و بزرگ درویش تھے۔ طریقت اور معرفت میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ شیخ پچاس برس تک چار سو مریدوں کے ساتھ گوشہ نشینی میں لگاتار عبادت و ریاضت میں مصروف رہے تھے۔ شیخ علم کا سمندر اور صاحب کشف و کرامات تھے۔ شیخ کی زندگی کا بڑا حصہ حج کی غرض سے مکہ مکرمہ کی طرف سفر کرنے میں گزرا تھا۔ ان کی نمازیں اور روزے بے شمار تھے۔ انہوں نے کبھی کسی سنت کو بھی ترک نہیں کیا تھا۔ بیمار لوگ ان کی نگاہ التفات سے بھلے چنگے ہو جاتے تھے۔ ایسی کرامات کا صدور ان کے معمولات زندگی کا حصہ تھے۔

ایک رات شیخ نے خواب میں دیکھا کہ وہ مکہ سے ملک یونان گئے ہیں جہاں و

ایک بت کی پوجا کر رہے ہیں۔ اس تکلیف دہ اور ظالمانہ خواب سے بیدار ہو کر شیخ نے مریدوں سے کہا کہ اس خواب کی تعبیر کو پانے کیلئے مجھے فوراً ملک یونان کی طرف عازم سفر ہو جانا چاہیئے۔

یہ کہہ کر شیخ اپنے چار سو سرفروش مریدوں کے ہمراہ ملک یونان کی طرف روانہ ہوگئے۔ سفر و سیاحت میں شیخ نے اس ملک کا چپہ چپہ چھان مارا۔ ایک دن اچانک انہوں نے ایک عالی شان محل کی بالکونی میں ایک عیسائی لڑکی کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس دوشیزہ کے اوصاف بڑے روحانی اور نورانی تھے۔ حسن اس کا دہکتے سورج کی مانند تھا خوبصورت اتنی کہ گویا حسن کے نو آسمان جلال کے برج میں ممکن ہوں۔ اس کے حسن کی نورفشانی اور درخشانی سے حسد و رشک میں صبح کے تارے اس کے محل پر سے ٹھہر ٹھہر کر گزرتے۔ اس حسینہ کی زلفوں کا اسیر زلفوں کے خیال کو بطور زنار اپنی گردن میں باندھ لیتا۔ اس کے یاقوت جیسے لبوں پر جان نچھاور کرنے والے ایسا ارادہ کرتے ہی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔ صبح اس کے رخ سے روشنی اور رات اس کی زلفوں سے سیاہی چراتی۔ اس کے جسم پر موجود تلوں سے یونان کی دھرتی شکن آلود تھی۔ اس کی دو آنکھیں عاشقوں کے لئے قیامت تھیں۔ اس کی کمان دار آبرؤں کے سامنے برج اسد بھی ماند دکھائی دیتا۔ اس کی پتلی کی خفیف جنبش سے سینکڑوں عاشق جان جان آفریں کے سپرد کر دیتے۔ اس کا پری چہرہ زلفوں کے نیچے آگ کا ٹکڑا معلوم ہوتا۔ اس کے آب دار یاقوتی لبوں کی پیاس ایک عالم کو پیاسا بنا دیتی۔ اس کی مست آنکھوں کی حفاظت پر مامور پلکوں کے ہزاروں خنجر تنے ہوئے تھے۔ زنار سے بندھی بل کھاتی کمر کے اوپر دہن ایسا تھا جیسے کہ غنچہ گل۔ ٹھوڑی پر چاند سا گڑھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مانند زندگی بخش تھا۔

جب اس ظالم حسینہ نے نقاب کا ایک کونہ اٹھایا تو شیخ کے انگ انگ میں آگ بھڑک اٹھی۔ زلفوں کے ایک ہی کیس نے شیخ کو سینکڑوں زنار میں جکڑ لیا۔ شیخ ایک جلوے سے ایسا مبہوت ہوا کہ پھر اس پری چہرے سے نظریں ہٹانا بھول گیا۔ یوں اس کے پاس جو کچھ بھی تھا سب ہاتھوں سے نکل گیا۔ اس دلبر نے اپنی زلفوں کا کفر شیخ کے ایمان پر چھڑک دیا۔ اس بے بسی میں شیخ نے چلا کر کہا! اف اس دلربا سے عشق کتنا

اذیت ناک ہے ۔ ہائے ہائے جب دین و ایمان ہی نہ رہا تو اب دل کا کیا رونا ؟

شیخ کے مرید یہ تماشہ دیکھ کر حیرانی و پریشانی میں اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ کچھ مریدین شیخ سے حجت کرنے لگے ، لیکن شیخ اب کہاں سننے والا تھا۔ وہ تو رات دن آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بالاخانے کی طرف ٹکٹکی باندھے کھڑا تھا۔ شیخ کے دل سے اٹھنے والی آگ سے گویا رات میں چمکنے والے تارے روشنی حاصل کرتے تھے۔ آتش عشق میں شیخ اپنے آپ میں نہ رہا اور بے خود ہوگیا۔ شیخ نے ہاتھ بلند کر کے باری تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہا ! اے مالک میں نے زندگی میں روزہ نماز اور عبادات میں بڑی صعوبتیں اٹھائی ہیں لیکن اب جو آفت مجھ پر نازل ہوئی ہے ایسی پہلے کبھی نہیں تھی ۔ یا الہیٰ میں شدید جسمانی اور روحانی اذیت میں گرفتار ہوگیا ہوں ۔ رات کی سیاہی اور اس کی طوالت اس کافر حسینہ کی زلفوں جیسی لگتی ہے ۔

اے خدا ! آسمان کا چراغ ، سورج کہاں چھپ گیا ہے ؟ کیا میری آہوں نے اسے گل کر دیا ہے یا پھر محبوب کے آفتابی چہرے کی تاب نہ لاتے ہوئے حسد میں وہ کہیں چھپ گیا ہے۔ میرا خوش بخت کہاں ہے جو مجھے اس محبوب کے وصال سے ہمکنار کردے۔ میرے علم کی دلیل کہاں گم ہے؟ میرے ہاتھ کہاں ہیں جو مجھے خاک آلودہ کردیں ؟ میرے پاؤں کہاں ہیں جو مجھے محبوب تک پہنچادیں ۔میری آنکھیں کہاں ہیں جو محبوب کا دیدار کرادیں ؟ میرے محبوب تو کہاں ہے کہ میں تجھے اپنے دل کا نذرانہ پیش کرسکوں ؟ یہ عشق کیا ہے ؟ یہ رنج و الم اور درد جگر کیا ہے ؟

شیخ کی یہ آہ وزاری سن کر چند دوست مریدوں نے دوبارہ شیخ کی طرف رجوع کرنا چاہا ۔ انہوں نے کہا اے شیخ اس حرص کے پھندے سے اپنے وجود کو آزاد کرو۔ اپنے آپ کو سنبھالو اور فرمان الہیٰ کے مطابق جسم و جان کا وضو کرو۔ شیخ نے جواب میں کہا کیا تم نہیں جانتے کہ آج کی رات میں نے خون جگر سے سینکڑوں وضو کیئے ہیں ۔

ایک دوسرے مرید نے پوچھا اے شیخ تمہاری ہیرے جواہرات کی تسبیح کہاں ہے اس کے بغیر تم عبادت کیسے کرسکتے ہو ۔ شیخ نے کہا میں نے تسبیح کو پھینک کر اب زنار اپنی کمر پر باندھ لی ہے ۔ ایک دوسرے مرید نے شیخ سے التجا کرتے ہوئے کہا ! اے بزرگ درویش اگر تجھ سے گناہ سرزد ہوگیا ہے تو تجھے توبہ کرنے میں دیر نہیں کرنی

چاہیئے ۔ شیخ نے کہا میں نے ننگ و ناموس سے توبہ کرلی ہے تاکہ میں ان پابندیوں سے آزاد ہوجاؤں ۔ ایک دوسرے مرید نے کہا ! شیخ اس جگہ سے نکلو اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرو۔ شیخ نے کہا محبوب کی ابرو کا محراب کہاں ہے ؟ میری نماز اب وہیں ادا ہوتی ہے ۔ ایک دوسرے مرید نے کہا شیخ تمہارے دل میں ذرا بھر پشیمانی نہیں ہے ؟ کیا تم اسلام کے پجاری نہیں ہو ؟ شیخ نے کہا مجھ سے زیادہ پشیمان اور کون ہوگا ؟ میں تو اس بات پر پچھتا رہا ہوں کہ میں نے اب تک عشق کیوں نہ کیا ؟ ایک دوسرے مرید نے کہا اگر تم اس راستے پر چلتے رہے تو جہنم کی آگ تیرا مقدر ہے۔ اگر تم اب بھی باز آجاؤ تو اس عذاب سے بچ جاؤ گے۔ شیخ نے کہا میری آہوں سے جہنم سات گنا اور دہک جائے گی۔

شیخ پر پندونصائح بے اثر دیکھ کر تمام مریدین بوجھل دل لئے خاموش ہوگئے۔ اس دوران صبح صادق کی تلوار اور سونے کی ڈھال نے تاریک رات کا سر قلم کردیا ۔ اس طرح کہ وساوس و تواہم کی رات نے سورج کی کرنوں سے غسل کر کے ہر سو اجالے کا نور پھیلا دیا ۔ الغرض جب دن طلوع ہوا تو شیخ صنعان اپنے یار کے کوچہ میں خلوت نشین ہوگیا اور اس کی گلی کے کتوں سے دل بہلانے لگا۔ حسن کے دیدار کی امید میں شیخ چاک گریباں کوچہ یار میں مہینہ بھر پڑا رہا۔ خاک اس کا بستر اور محبوب کے در کی چوکھٹ اس کا تکیہ بن گئے۔

در محبوب پر ایسی وارفتگی دیکھ کر اس عیسائی حسینہ نے شیخ کو اپنے دیدار سے فیض یاب کیا اور کہا اے شیخ تم جیسے تارک الدنیا بزرگ کو یہ عشق کیونکر زیب دیتا ہے ؟ تیرا کوچہ نصرانی میں یوں رسوا و ذلیل ہونا کس طرح ممکن ہے ؟ میری اس طرح پوجا کرنے سے تم دیوانے ہو جاؤ گے ۔ شیخ نے کہا یہ سب کچھ میرے دل کی تیرے ہاتھوں چوری کے سبب سے ہے۔ یا میرا دل مجھے لوٹا دو یا پھر میری ہوجاؤ ۔ اگر تم چاہو تو میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن میں جانتا ہوں تیرے لبوں کا لمس مجھے پھر سے زندگی عطا کردے گا ۔ تمہاری وجہ سے میرا دل آتش عشق میں جل رہا ہے۔ میں نے تمہارے عشق میں زار و قطار رو کر اپنی بینائی کھودی ہے ۔ جہاں کبھی میرا جگر تھا وہاں اب خون جگر ہے ۔ تجھ سے وصل مجھے پھر سے زندگی عطا کردے گا۔ تم

سورج ہو اور میں سایہ ہوں ۔ میں ہارا ہوا انسان ہوں ، اگر تم میرا ساتھ دو تو میں ساتویں آسمان سے تارے توڑ لاؤں گا۔ میں تم سے التجا کرتا ہوں ۔ مجھے تنہا نہ چھوڑو ۔

اس دلربا حسینہ نے کہا ! اے بے وقوف بڈھے عاشقانہ باتیں تجھے زیب نہیں دیتیں۔ شرم کرو اور جاؤ اپنی موت کے لئے مشک کافور اور کفن کا بندوبست کرو ۔ اب تیری عمر کا پیمانہ لبریز ہونے کو ہے اور تو اب میرے ساتھ رہنے کی باتیں کرتا ہے ۔ اس وقت مجھ سے عشق فرمانے کی بجائے تمہیں اپنے کفن دفن کی فکر کرنی چاہیئے۔ تمہارے حق میں یہی بہتر ہے کہ تم یہاں سے چلتے بنو۔

شیخ نے کہا ! تم کچھ بھی کہو میں تمہارا عاشق ہوں اور رہوں گا ۔ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ کوئی جوان ہے یا بوڑھا ہے ، عشق کی آگ ہر دل میں بھڑک سکتی ہے۔

لاچار اس حسینہ نے کہا اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں نہ ٹھکراؤں تو پھر تم مذہب اسلام کو ترک کردو ۔ کیونکہ جو عشق ، عاشق کو معشوق کے رنگ میں نہ رنگ دے وہ محض رنگ و بو ہے اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہوتی ۔

شیخ صنعان نے کہا ! اے چاندی کے بدن والی حسینہ ، تم جو کہو گی میں وہی کروں گا ۔ میں تیرا غلام اور تو میری آقا ۔ میری گردن میں غلامی کا طوق ڈال دو تاکہ میں اپنی غلامی کو ہر وقت یاد کرتا رہوں۔

حسینہ نے کہا کہ اگر تم میدان عمل کے شہسوار ہو تو پھر تمہیں میری محبت کی خاطر چار کام کرنے ہوں گے ۔ بتوں کے سامنے سجدہ کرنا ہوگا ، قرآن پاک کو نذر آتش کرنا ہوگا ، شراب پینا ہوگا اور مذہب اسلام کو خیر باد کہنا ہوگا۔

شیخ نے کہا میں تمہارے حسن و جمال کی خاطر شراب پی لوں گا لیکن باقی تین کاموں کی انجام دہی سے مجھے معذور سمجھو۔ دوشیزہ نے کہا بہت خوب ۔ تم شرب پی لو باقی سب خیر ہے ۔

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں
کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہہ گیا
(غالب)

یہ کہہ کر نصرانی حسینہ شیخ کو جادوگروں کے بت خانے میں لے گئی ۔ وہاں عجیب و غریب لوگوں کی شاہانہ ضیافت بجی ہوئی تھی اور میزبان لڑکی کا حسن پورے عروج پر تھا۔ شیخ نے معشوق کے ہاتھوں سے شراب سے بھرا جام لیا اور نظر بھر کے اس کے یاقوت جیسے مسکراتے لبوں کو دیکھا ، تو اسے محسوس ہوا کہ جیسے محبوبہ کے دانت صندوقچی میں رکھے ہیرے موتی ہوں ۔ اس منظر سے عشق کی آگ دو آتشہ ہوگئی ، خون کا سیلاب شیخ کی آنکھوں میں امڈ آیا ۔ شراب کا حلق سے اترنا تھا کہ شیخ دینی بصیرت اور حفظ قرآن جیسی نعمت سے محروم ہو کر سب کچھ بھول گیا۔ اس کی روحانی قوتیں سلب ہو کر رہ گئیں ۔ اس کے دل کی تختی سے سب کچھ مٹ گیا ۔ نشے میں بدمست شیخ نے فرط جذبات میں جب اپنی باہیں محبوب کے گلے میں ڈالنا چاہیں تو اس حسینہ نے کہا ! بڑے میاں تم عشق میں صرف دعویٰ کرنا جانتے ہو۔ تم عشق کے رموز و اسرار سے ناواقف ہو ۔ اگر تم عشق میں ثابت قدم ہو تو تمہیں میری زلفوں تک پہنچنے کا راستہ بھی معلوم ہوجائے گا ۔ میری خمدار زلفوں کی طرح کفر میں قدم رکھو ۔ میرے ہم مذہب بن جاؤ پھر تم اپنی باہیں میرے گلے میں ڈال سکتے ہو۔ اگر میرے راستے کی پیروی تمہیں منظور نہیں تو یہ لو اپنا عصا اور یہ لو اپنا خرقہ اور اٹھو اپنی راہ لو ۔

حسینہ یونان کی یہ باتیں سن کر شیخ دل شکستہ اور شرمسار ہوگیا ۔ اب وہ غفلت و اضطراب میں دل کو تقدیر کے تابع کرچکا تھا ۔ شراب کے نشے میں اس کا سر گھوم رہا تھا ۔ ایک طرف پرانی شراب تھی اور دوسری طرف جوان عشق ۔ بھلا اس حالت میں صبرو قرار کہاں ہوسکتا ہے۔

مستی کے عالم میں شیخ نے کہا ! اے چاند سی محبوبہ اب مجھے بتاؤ تم اور کیا چاہتی ہو ؟ اگرچہ میں نے ہوش میں بت پرستی اختیار نہیں کی تھی لیکن اب نشے میں بدمست ہو کر میں بتوں کے سامنے قرآن کو نذر آتش کرتا ہوں ۔ اس کافر حسینہ نے کہا اب تم یقیناً میرے آدمی ہو۔ بے شک اب تم میرے لائق ہو۔ کل تک تم نا پختہ عاشق تھے لیکن تجربے کی بھٹی سے گزر کر آج تم کندن بن گئے ہو ۔ جاؤ تمہارا اللہ حافظ ۔

جب عیسائیوں کو پتہ چلا کہ شیخ صنعان نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا ہے تو وہ اسے نشے کی حالت میں چرچ لے گئے۔ وہاں انہوں نے شیخ کو کہا لو زنار باندھو چنانچہ شیخ

نے زنار باندھ لیا اور اپنے جبے کو آتش دان میں پھینک دیا۔ پھر شیخ نے مذہب اسلام کو ترک کر کے خود کو عیسائی مذہب کی عبادت اور رسم و رواج کا پابند بنالیا۔

ان سب واقعات کے بعد شیخ نے اس حسینہ سے کہا اے دلکش و دلفریب عورت دنیا میں کسی نے عورت ذات کے لئے اتنا کچھ نہیں کیا جتنا میں نے تیری خاطر کیا ہے ۔ میں نے تمہارے بتوں کی پرستش کی ہے ۔ میں نے جی بھر کے شراب پی ہے اور میں نے تیری خاطر اپنے مذہب کو بھی تیاگ دیا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ تیری محبت میں کیا ہے تاکہ تو مجھے مل جائے۔

اس پری چہرہ نے پلٹ کر کہا! اے عشق کے غلام بڈھے ۔ میرے جیسی حسینہ عالم کس طرح تجھ جیسے کنگلے فقیر کی شریک حیات بن سکتی ہے ۔ میرے حسن کا تقاضا ہیرے موتی اور جواہرات ہیں لیکن تجھ غریب کے پاس کچھ نہیں ہے۔ تم اپنی راہ لو اور یہاں سے چلتے بنو۔

شیخ نے کہا! اے سرو کے قد والی اور چاندی کے پہلوؤں والی محبوبہ! اگر تم نے مجھے ٹھکرادیا تو میں مایوس ہو کر دربدر ہو جاؤں گا ۔ تمہیں پالینے کی خواہش نے میرے دل میں ہلچل مچا رکھی ہے ۔تمہاری وجہ سے میرے دوست تمہاری طرح میری جان کے دشمن بن گئے ہیں۔ اے میری محبوبہ اگر تیرے ساتھ مجھے جہنم میں جانا پڑے تو یہ بھی مجھے پسند ہے بجائے اس کے کہ میں تیرے بغیر بہشت میں جاؤں ۔

بالآخر شیخ کی بپتا سن کر اس پتھر دل حسینہ کا دل موم ہوگیا ۔ اس کے دل میں بھی عشق کی آگ بھڑک اٹھی ۔ شیخ کا امتحان لینے کی خاطر اس نے کہا! اے میرے عاشق ناتمام میرا حق مہر یہ ہے کہ تم ایک برس تک میرے سور چراؤ ۔ جب سال گزرے گا تو میں تم سے شادی کرلوں گی اور ہم دونوں دکھ سکھ میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے ۔ کعبہ کے درویش شیخ صنعان نے بلا چوں و چرا اپنی محبوبہ کے حکم کی تعمیل میں سر جھکا دیا اور سوروں کا رکھوالہ بن گیا۔

درحقیقت ہم میں سے ہر ایک کے وجود میں سینکڑوں سور (نفسانی خواہشات) ہوتے ہیں ۔ تمہیں یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اس نوعیت کے خطرات سے صرف شیخ کو واسطہ پڑا تھا۔ حالانکہ سلوک کی راہ پر چلنے والے ہر انسان کو ایسے سوروں سے واسطہ

پڑتا ہے ۔ اگر تم اپنے سوروں سے نا واقف ہو تو بلا شبہ تم طریقت کی راہ سے بے خبر رہو گے ۔ لیکن اے جواں مرد اگر تم اس راہ پر گامزن ہوگے تو تمہیں ایسے ہزاروں سوروں اور بتوں سے دو دو ہاتھ کرنے ہوں گے ۔ اپنے سوروں کو قتل کرو اور عشق کے میدان میں اپنے اندر کے بتوں کو جلا ڈالو ۔ ورنہ تم بھی شیخ کی طرح عشق میں ذلیل و خوار ہوجاؤگے ۔

جب شیخ کے عیسائی مذہب اختیار کرنے کی خبر پھیل گئی تو ملک یونان کے طول و عرض میں خوشیاں منائی گئیں اور شیخ کا قصہ زبان زد عام ہوگیا ۔ دوسری طرف شیخ کے مریدین شدید ذہنی ، روحانی اور جسمانی اذیت کا شکار ہوگئے۔ ان میں سے ایک مرید نے شیخ سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے ؟ کچھ ہمیں بھی بتاؤ تاکہ ہم بھی تمہارے ساتھ عیسائی مذہب اختیار کرلیں ۔ ہم تمہیں تنہا مرتد دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اگر تم کہو تو ہم بھی زنار باندھ لیتے ہیں۔ اے شیخ اگر تم ہماری باتوں سے متفق نہیں ہو تو ہم سب کعبہ لوٹ جائیں گے ۔ کیونکہ تمہاری حالت کو دیکھنے کی اب ہمیں تاب نہیں ہے۔ کعبہ پہنچ کر کم سے کم اس سارے منظر سے تو چھٹکارا پالیں گے۔

شیخ نے کہا ! میری روح غم زدہ ہوچکی ہے۔ تم لوگ جہاں جانا چاہتے ہو چلے جاؤ۔ میرے لئے گرجا ہی گھر ہے اور جوان نصرانی حسینہ اب میرا مقدر ہے۔ تم میرے غم کو چونکہ نہیں جانتے اس لئے میری طرف سے تم آزاد ہو ۔ اگر تم بھی میری طرح اس مصیبت میں گرفتار ہوتے تو پھر اس غم میں غمگسار ہوتے ۔ میرے عزیز دوستو ! کعبہ لوٹ جاؤ کیونکہ میری حالت میں اب کوئی اور شریک نہیں ہوسکتا۔ اگر وہاں میری بابت کوئی استفسار کرے تو اسے سچ سچ میری حالت زار سے آگاہ کر دینا ، اور یہ بھی بتانا کہ میری آنکھیں خون آلود اور منہ زہر سے بھرا ہوا ہے۔ میں قہر کے اژدھے کے جبڑوں میں پھنس گیا ہوں ۔ تقدیر کے ہاتھوں ایک مسلمان شیخ کو وہ کچھ کرنا پڑا ہے جسے کوئی کافر بھی پسند نہیں کرتا۔ ایک جوان نصرانی حسینہ نے میری گردن کو اپنی زلفوں میں دبوچ کر تختہ دار پر لٹکا دیا ہے ۔ میں ایک ایسی دلدل میں پھنس چکاہوں جس کا کوئی سر ہے نہ پاؤں ۔ اس خطرے سے کوئی شخص بھی جان نہیں بچاسکتا۔ شیخ صنعان نے اتنا کہا اور تمام مریدوں سے منہ پھیر کر سوروں کو چرانے کے لئے چراگاہ میں لے گیا۔

مریدین نے دور سے جب شیخ کی یہ حالت دیکھی تو وہ سب پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے ۔ آخر کار یہ سب کعبہ لوٹ گئے اور وہاں جا کر شرم کے مارے شہر کے ایک کونے میں دبک کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہوگئے ۔

کعبہ میں شیخ کا ایک بہت ہی دور اندیش اور عقل مند دوست رہتا تھا۔شیخ کے بارے میں اس سے بہتر کوئی نہیں جانتا تھا۔ یہ دوست اس سفر میں شیخ کے ہمراہ نہیں تھا۔ اس یار غار نے شیخ صنعان کے بارے میں پوچھا تو مریدین نے شیخ پر گزرے ہر واقع کو تفصیل سے بیان کر دیا۔ ان سب نے شیخ کے حالات و واقعات کو قسمت کی ستم ظریفی سے تعبیر کیا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ شومئی قسمت سے شیخ کے قلب پر کیا بری آفت نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک کافر حسینہ کی زلفوں نے کس کس طرح سے شیخ کو اپنے شکنجے میں جکڑ کر دین اسلام اور سنت نبوی کے سینکڑوں راستوں سے دور کر دیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ کس طرح شیخ اس حسینہ کی زلفوں اور اس کے جسم پر موجود تلوں سے جی بہلا رہا ہے اور دیوانگی میں اس نے اپنا خرقہ بھی نذر آتش کر دیا ہے ۔ اس نے دین اسلام ترک کر کے زنار باندھ لیا ہے اور سوروں کا رکھوالہ بن گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ گو شیخ نے اپنا سب کچھ اس حسینہ کے پری چہرے پر لٹانے کاارادہ کرلیا ہے ، پھر بھی ہم اس کے بارے میں پر امید ہیں ۔

شیخ کے حالات و واقعات سن کر اس مرید خاص کا چہرہ پیلا زرد پڑگیا اور وہ بری طرح خود کو کوسنے لگا۔ تب اس نے کہا میرے ساتھیو دین کے معاملے میں برا وقت آنے پر عورت اور مرد کا چکر ختم ہو جاتا ہے ۔ جب ایک بدقسمت کو دوست سے مدد کی ضرورت پیش آتی ہے تو ایسے میں ہزار دوستوں میں ایک بھی کام آسکتا ہے ۔ تمہیں شرم آنی چاہیئے ۔ تم کیسے مرید ہو ؟ تم نے وفاداری اور حق گزاری کا کیسا ثبوت دیا ہے؟ یہی کہ اس کو اکیلا چھوڑ کر چلے آئے ہو ۔ اگر شیخ نے زنار باندھا تھا تو تمہیں بھی زنار باندھ لینا چاہیئے تھا۔ مصیبت کے وقت ہی تو اصل دوستوں کی پہچان ہوتی ہے۔ خوشی میں تو ہزاروں دوست بن جاتے ہیں ۔ تمہارا شیخ مگرمچھ کے منہ میں چلا گیا اور تم اپنی عزت و ناموس بچانے کے لئے وہاں سے بھاگ آئے ہو ۔ اس عجیب و غریب واقعے کی وجہ سے تمہارا ، شیخ کو تنہا چھوڑ آنا قابل تعزیر جرم ہے۔

مریدوں نے مرید خاص کو بتایا کہ ہم شیخ کی خاطر دین اسلام ترک کر کے بت پرستی اختیار کرنے کو تیار تھے ۔ لیکن ایک تجربہ کار بزرگ ہونے کے ناطے اس نے ہمیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ ہم چونکہ شیخ پر بھروسہ کرتے ہیں اس اعتبار سے ہم واپس کعبہ لوٹ آئے۔

وفادار مرید اور دوست نے کہا! اب اللہ کے دروازے پر جانے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار باقی نہیں ہے۔ آؤ سب مل کر اللہ کے حضور میں سجدہ ریز ہوجائیں ۔ اگر تم اللہ کے حضور شیخ کی نجات کے لئے گڑگڑا کر دعائیں کرتے تو تمہاری حیرانی و پریشانی کو دیکھتے ہوئے اللہ یقیناً شیخ کو تمہارے پاس واپس لوٹا دیتا ۔ تم لوگوں نے اللہ کا در کھٹکھٹانے سے کیوں اجتناب برتا؟

مرید خاص کی ان باتوں کو سن کر وہ شرمسار ہوگئے اور سر نیچے جھکا کر خاموشی سے بیٹھ گئے۔ لیکن اس مرید خاص نے کہا اب شرمسار ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ۔ آؤ خاک آلود ہو کر اللہ کی عدالت میں حاضر ہوتے ہیں ۔ ہم سب کو کاغذی لباس پہن کر اس سے فریاد اور دعا کرنی چاہیئے۔ آخر کار ہم اسی طریقے سے دوبارہ اپنے مرشد کو حاصل کرسکتے ہیں ۔

چنانچہ تمام مرید مل کر ملک یونان کی طرف روانہ ہوئے ۔ انہوں نے چالیس دن اور چالیس راتیں مسلسل جاگ کر عبادت میں گزاریں اور اس دوران اپنا سفر بھی جاری رکھا۔ انہوں نے چالیس دن نہ کچھ کھایا اور نہ پیا گویا انہیں روٹی اور پانی کی طلب ہی نہ رہی ۔ ان نیک لوگوں کی گریہ و زاری سے آسمان میں بھی ہیجان پیدا ہوگیا ۔ تمام مریدوں نے سبز لباس کی بجائے سیاہ ماتمی لباس پہن لیا ۔ آخر کار مریدوں کی دعا تیر بہدف ثابت ہوئی ۔شب عبادت کے بعد صبح صادق کے وقت مشک بار ٹھنڈی باد صبا نے خراماں خراماں چلتے ہوئے عبادت میں محو وفادار مریدوں کو معطر کردیا۔ ایسے میں شیخ کے خاص الخاص مرید کو خواب میں بحالت کشف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا دیدار نصیب ہوا۔ اس نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک پر دونوں زلفیں پڑی ہوئی تھیں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا سورج گویا

اللہ کا سایہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ایک بال پر سینکڑوں جہان قربان ہورہے تھے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیر لب مسکرا رہے تھے ۔ جو بھی آپ کو دیکھتا بے خود ہوجاتا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر مرید تعظیم میں کھڑا ہوگیا ، اور کہا ! اے رسول اللہ ، اے ہادی زماں ہمارے مرشد گمراہ ہوگئے ہیں ۔ اللہ کے واسطے ان کی رہنمائی کیجئے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے نور الہیٰ کی مدد سے دیکھنے والے ، تمہارے نیک ارادے سے کی گئی کوششیں بارگاہ الہیٰ میں قبولیت کا درجہ حاصل کر گئیں ہیں ۔ تمہارے شیخ اور اللہ کے درمیان ایک عرصے سے سیاہ گرد و غبار چھایا ہوا تھا ۔ لیکن میں نے اس (شیخ) کے وجود پر اپنے بحر شفاعت سے شبنم فشانی کی ہے ۔ چنانچہ اب وہ غبار درمیان سے اٹھ گیا ہے ۔ تمہارے شیخ کی توبہ قبول ہوگئی ہے اور اس کے سابقہ گناہ معاف ہوگئے ہیں ۔ اس بات پر یقین رکھو کہ توجہ کا ایک لمحہ سینکڑوں گناہوں کو نیست و نابود کر دیتا ہے ۔ جب حق تعالیٰ کے احسان کا سمندر موجزن ہوتا ہے تو تمام مرد و زن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ۔

خواب سے بیدار ہو کر خوشی سے اس مرید نے ایک فلک شگاف نعرہ تکبیر بلند کیا ، اور دوستوں کو خوشخبری سنانے کے لئے ان کی طرف دوڑا۔ خوشی سے اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے ۔ پھر وہ شیخ صنعان کے پاس پہنچا جو اس وقت سوروں کے پیر بنے بیٹھے تھے ۔ شیخ صنعان آگ کی مانند دہک رہا تھا ۔ شیخ کو جب کشف میں ہوئی باتوں کی بابت معلوم ہوا تو اس نے ہاتھ سے بگل کو پھینک دیا اور کمر سے زنار توڑ کر پھینک دیا ۔ پادریوں والی ٹوپی بھی اتار کر پھینک دی اور عیسائیت کو دل سے نکال باہر کیا۔ اس نے اپنی حالت کو پہلے جیسی حالت میں پایا ۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ بلند کر کے آسمان کی طرف منہ کر لیا۔ اس سے چھینی گئی روحانی بصیرت ، عقل و فہم ، حفظ قرآن اور احادیث کا خزانہ ، غرض تمام اعلیٰ روحانی کیفیات گویا اس کے وجود میں پھر سے عود کر آئیں۔ اسے اپنی حماقتوں اور اذیتوں سے نجات مل گئی۔ مریدوں نے شیخ سے کہا اب یہ لمحہ رب کریم کے نام پر شکرانے کے نفل ادا کرنے کا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سفارش سے تمہاری مشکل کو حل کروا دیا ہے ۔ اللہ کا شکر ادا کرو

کہ اس نے تمہیں جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر ایسے راستے پر دوبارہ گامزن کردیا ہے جو علم کے نور سے روشن و تاباں ہے۔

اس کے بعد شیخ صنعان نے غسل کیا اور دوبارہ خرقہ زیب تن کیا اور تمام مریدوں کے ساتھ حجاز مقدس روانہ ہوگئے۔

دوسری طرف عیسائی لڑکی نے خواب میں سورج کو اپنی گود میں دیکھا اور ایک غیبی آواز سنی جس کے مطابق اسے ہدایت کی گئی کہ وہ شیخ کی پیروی میں اس کا مذہب اختیار کرلے، اور خاک بن کر شیخ کے قدموں میں رہے۔ اے لڑکی تم مٹی کی مانند ہو اب تم شیخ کی پیروی کر کے اپنی روح کو خالص بنا لو۔ تم نے اسے پلید اور ناپاک کر دیا تھا اب تم اس کے پیچھے جاؤ اور اسلام قبول کر کے پاک ہو جاؤ۔

اس واقعہ سے عیسائی لڑکی کی روح نور ربانی سے روشن ہوگئی۔ اس کا دل بے قرار ہو کر اس کا نہ رہا اور وہ شیخ کی تلاش میں سرگرداں ہوگئی۔ جب اس نے خود کو تنہا محسوس کیا اور شیخ تک پہنچنے کا راستہ نہ پایا تو اس کی خوشی رنج والم اور آہ و فغاں میں بدل گئی۔ وہ خاک آلود زلفیں اور آنسو بھری آنکھیں لئے شیخ اور اس کے مریدوں کی تلاش میں نکل پڑی۔

بڑھتی مایوسی اور بد حواسی کے عالم میں پسینے سے شرابور اس لڑکی نے چلاتے ہوئے کہا! اے میرے خالق و مالک مجھے معاف کردے۔ میں ایک حقیر اور قابل نفرت عورت ہوں۔ مجھے اپنے قہر سے بچانا۔ اگرچہ میں نے تیرے ایک نیک بندے کو گمراہ کیا تھا مگر اب تو مجھے سزا نہ دے۔ میں جو بھی گناہ کرچکی ہوں اسے معاف کردے اب میں نے دین اسلام کو دل سے مان لیا ہے۔

باطنی القاء سے شیخ صنعان اس عیسائی لڑکی کی کیفیات سے باخبر ہوگئے۔ وہ ایک مقام پر رک گئے اور مریدوں سے کہا! وہ نوجوان لڑکی اب کافرہ نہیں رہی۔ دین اسلام کے نور سے روشن ہو کر وہ مسلمان ہوچکی ہے۔ آؤ واپس چلتے ہیں۔ اب کوئی بھی اس بت حسینہ کی قربت کو حاصل کر سکتا ہے۔ ایمان لانے کے بعد ایسا عمل موجب گناہ نہیں ہوگا۔ (یہاں شیخ کا شادی کی طرف اشارہ ہے)

شیخ کی باتیں سن کر مریدوں کو پھر فکر دامن گیر ہوگیا اور انہوں نے کہا! آپ

کی توبہ اور پشیمانی کہاں گئی ؟ کیاآپ پھر سے عشق فرمانے جارہے ہیں ؟ شیخ نے انہیں غیبی آواز کی بابت بتایا اور انہیں باور کروایا کہ وہ اپنی گراہی کو چھوڑچکا ہے اور اس کی نیت پاک ہے۔ یہ سن کر سب لوگ واپس چل پڑے یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں زرد چہرے اور پھٹے ہوئے کپڑوں کے ساتھ وہ عیسائی لڑکی لاش کی طرح زمین پر پڑی ہوئی تھی ۔ جب اس لڑکی نے اپنے عاشق شیخ صنعان کو دیکھا تو اسے غشی آگئی۔ ہوش میں آتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسو ایسے رواں ہوگئے جیسے گلاب پر سے شبنم کے قطرے۔ اس نے کہا ! شیخ تمہاری وجہ سے شرم کے مارے میری جان جلنے لگی ہے۔ اب میں حجاب کی حالت میں مزید نہیں رہنا چاہتی۔ میرے دل پر پڑے غفلت کے پردے کو ہٹاؤ تاکہ میرا دل بھی اسلام کے نور سے روشن و تاباں ہو جائے اور میں بھی راہ حق پر آجاؤں ۔

جب حسن کی دیوی شیخ کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہو کر ولایت کے درجے پر فائزہوگئی تو بطور شکر ہر طرف آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی ۔ اب لڑکی کا دل درد و غم سے نجات حاصل کرنے کے لئے بے قرار ہوگیا ۔ وہ کہنے لگی اے شیخ ! اب میری طاقت ختم ہوگئی ہے۔ میں اس دنیا کی ہنگامہ خیزیوں کو چھوڑ کر یہاں سے رخصت ہونا چاہتی ہوں ۔ اے شیخ صنعان الوداع ۔ خدا حافظ ، میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتی ہوں ۔ مجھے معاف کردو اور اس دنیا سے جانے کی اجازت دو ۔

اس چاند سی محبوبہ نے اتنا کہا اور اپنی جان کو جان آفرین کے سپرد کردیا۔ اس کا سورج جیسا چہرہ سیاہ بادلوں میں چھپ گیا اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی ۔ وہ مجاز کے دریا کا ایک قطرہ تھی جو حقیقت کے سمندر میں جاکر مل گیا۔

ہم سب کو بھی اس دنیا سے ایک دن چلے جانا ہے ۔ وہ چلی گئی ہے جبکہ ہم جانے کو تیار بیٹھے ہیں۔ عشق کے راستے میں ایسی منزلیں آتی رہتی ہیں۔ یہاں کبھی رحمت ہے تو کبھی نا امیدی ، یا پھر کبھی بے یقینی ہے تو کبھی امن و اماں ۔ گو نفس ان رازوں سے آشنا نہیں ہوسکتا ، لیکن بد بختی ، رازوں کی خوش قسمتی کے اس گیند کو دھکا نہیں دے سکتی۔ یہاں ہر ایک کو ظاہری کانوں کی بجائے دل و دماغ کے کانوں سے سننا چاہیے ۔ نفس اور قلب کے مابین ایک ختم نہ ہونے والی جنگ کاسلسلہ جاری ہے ۔ گریہ و زاری کرو کہ ماتم کرنے کی وجہ موجود ہے۔

تمام پرندوں کا سیمرغ سے ملاقات پر متفق ہوجانا

شیخ صنعان کا قصہ سن کر تمام پرندوں نے اپنی موجودہ طرز زندگی سے دست برداری کا اعلان کردیا۔ سیمرغ کے تصور نے ان کی بے حسی کو ختم کر دیا۔ سیمرغ کا عشق ان کے دلوں کو گرمانے لگا ۔ وہ سب ملکر اس عظیم سفر پر روانگی سے متعلق امور پر غور و فکر کرنے لگے۔ انہوں نے کہا ہمیں سب سے پہلے ایسے رہبر کی ضرورت ہے جو ہر مسئلے میں ہماری رہنمائی کرے ، اور جو ہمیں عشق کے گہرے سمندر میں ڈوبنے سے بچاسکے ۔ ہم اس کی ہدایات پر دل کی گہرائیوں سے عمل پیراہوں گے ، خواہ اس کا کہنا ہمارے لئے کتنا ہی گراں بار کیوں نہ ہو ۔ تاکہ ہمارے مقصد کا گیند اپنی منزل پر جالگے ۔ اس کے بعد زرہ علیشان آفتاب بن جائے گا ، اور ہم سب سیمرغ کے سایہ عافیت میں آجائیں گے۔ آخر تمام پرندوں نے فیصلہ کیا کہ ہمیں بذریعہ قرعہ اندازی اپنے رہنما کا انتخاب کرنا چاہیئے۔ پس قرعہ جس کے نام نکلے گا وہی ہمارا سردار ہوگا اور وہی ہم سب کا واجب الاحترام بزرگ بھی ہوگا۔

اس کے بعد پرندوں کو ایک بے کلی سی لگ گئی ، ہر کوئی گفتگو کرنے لگا۔ لیکن جب روانگی کی تیاریاں مکمل ہوگئیں تو پرندوں کی چوں چوں اورچیں چیں بندہوگئی ۔ سردار سے منسوب احساس ذمہ داری کے خیال سے تمام پرندے خاموش ہوگئے اور ہر طرف سناٹا چھاگیا ۔ قرعہ اندازی کی تقریب بڑی احتیاط سے مکمل کی گئی ، اور بالآخر فال ہد ہد کے نام پر نکل آیا ۔ تمام پرندوں نے یک زبان ہو کر عہد کیا کہ ہد ہد ہی ہمارا سردار اور رہبر ہے اور اس کا حکم ہم سب پر واجب التعمیل ہوگا خواہ اس کی فرماں برداری میں ہمیں اپنے جسم و جان کا نذرانہ ہی کیوں نہ پیش کرنا پڑے ۔ پھر ہد ہد منصب سرداری سنبھالنے کے لئے تشریف لایا اور سب پرندوں نے اس کے سر پر بادشاہی کا تاج رکھا۔

مقام روانگی پر ہزاروں لاکھوں پرندوں کے جھرمٹ سے چاند تو کیا زیر آب مچھلیوں پر بھی ان کا سایہ چھاگیا۔ جب پرندوں کو پہلی وادی کا سرا نظر آیا تو خوف اور دہشت کے مارے وہ بادلوں میں چھپ گئے۔ انہوں نے اپنے بال و پر نوچ کر ایک دوسرے کی ہمت باندھی اور دنیا کو تیاگ دینے کے جذبے کو از سر نو تازہ کیا۔ بہر طور

ان کا ہدف مشکل اور راستہ بہت طویل تھا۔ ان کے راستے میں ہر طرف خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اس پر ایک پرندے نے ہدہد سے پوچھا کہ یہ راستہ اتنا سنسان اور ویران کیوں ہے؟ ہدہد نے اسے جواب دیا کہ عزت و جلال کی ہیبت سے یہاں ہر طرف سکون اور خاموشی ہوتی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی کی حکایت

ایک رات حضرت بایزید بسطامی شہر سے باہر گئے تو دیکھا کہ ماحول پر سناٹا چھایا ہوا ہے۔ چاند چمک رہا تھا اور اس کی چاندنی سے رات میں دن کا سماں تھا۔ آسمان ستاروں سے آراستہ و پیراستہ تھا۔ ستاروں کا ایک ایک جھرمٹ اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں مصروف تھا۔ شیخ نے اپنے گشت کے دوران کسی ذی روح یا بے جان چیز کو حرکت میں نہ دیکھا۔ چنانچہ انہوں نے پر جوش انداز میں کہا! یارب ایک چبھتی ہوئی یاسیت نے مجھے بے حال کر دیا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ تیری بارہ گاہ میں مجھے کوئی طالب صادق اور مشتاق نظر نہیں آتا۔ ہاتف غیبی کی آواز آئی کہ اس میں حیرانگی کی کوئی بات نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ بادشاہ کی بارگاہ میں ہر کس و ناکس کو رسائی حاصل نہیں ہوتی۔ اس بارگاہ کی عزت و مقام کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارے در سے ہر گداگر اور بھکاری کو دور ہی رہنا چاہیئے۔ ہماری بارگاہ سے جب نور برستا ہے تو غافلوں کو دور کر دیا جاتا ہے۔ تم ہزاروں میں ایک ایسے شخص ہو جس نے ہماری بارگاہ میں داخلے کی التجا کی ہے۔ تمہیں صبر و تحمل سے اجازت نامے کا انتظار کرنا ہوگا۔

پرندوں کا سفر پر روانہ ہونا

راستے کی ہیبت اور خوف سے تمام پرندے چیخ و پکار کرنے لگے۔ انہوں نے ایک ایسا راستہ دیکھا تھا جہاں ترک دنیا کی تیز و تند ہوائیں گنبد افلاک کو پارہ پارہ کر رہی تھیں۔ ایسے میں تمام پرندے اضطراب و بے چینی کے عالم میں اکٹھے ہو کر ہدہد کے پاس آگئے۔ انہوں نے ہدہد سے کہا ہمیں اس پریشانی سے نجات حاصل کرنے کے لئے کوئی نصیحت کریں۔ آپ کافی مدت تک حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس رہے ہیں۔

اس لئے بادشاہ کے حضور ادب و خدمت کے تمام آداب سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ آپ ہمیں بتائیں کہ بادشاہ کے حضور ہم خود کو کیسے پیش کریں ۔مزید برآں آپ نے اس راستے کے تمام نشیب و فراز کو دیکھا ہوا ہے اور تمام جہان کا آپ سفر بھی کرچکے ہیں۔ اچھے برے وقتوں میں آپ ہی ہمارے امام ہیں۔ اب ہم سب مؤدبانہ طور پر آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ منبر پر تشریف لا کر ہمیں اس سفر کو جاری رکھنے کے لئے اپنی ہدایات سے نوازیں ۔ ہمیں یہ بھی بتائیں کہ بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے کیا رسوم و رواج ہیں ۔ تاکہ وہاں ہم سے کوئی احمقانہ حرکت سرزد نہ ہوجائے۔ ہم میں سے ہر ایک کے دل میں کوئی نہ کوئی اشکال موجود ہیں ۔ جب کہ اس سفر کا تقاضا ہے کہ ہم فارغ القلب ہوجائیں۔ ہمارے اذہان سوالات سے لبریز ہیں ۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہماری غلطیوں کا ازالہ کردیں ۔ ورنہ یہ طویل راستہ شک و شبہ کی صورت میں ہم پر روشن نہیں ہوسکتا ۔

پرندوں کے سوالات کا فرداً فرداً جواب دینے کے لئے ہد ہد مسند صدارت پر متمکن ہوگیا اور اپنے خطاب کا آغاز کیا۔ ہد ہد کے سامنے ہزاروں لاکھوں پرندے صف بہ صف کھڑے ہوگئے ۔ سب سے پہلے بلبل اور فاختہ ہم آواز ہو کر آئے۔ ان کی آمد سے ایسا لگ رہا تھا گویا دو خوش الحان قاری آگئے ہوں ۔ دونوں نے خوش الحانی سے وہ سماں باندھا کہ ہرکوئی وجد میں آکر جھوم اٹھا ۔ ان کی آواز سن کر ہر کوئی بے خود اور مدہوش ہوگیا ۔ اس کے بعد باری باری تمام پرندے سامنے آئے اور اپنی مشکل اور عذر بیان کرتے گئے ۔

پہلے پرندے کا بیان

تمام پرندے سیمرغ سے ملاقات کرنے پر متفق ہو کر ہم خیال ہوگئے ۔ ان میں پہلے پرندے نے ہدہد سے پوچھا! اے اعلیٰ مرتبت ہدہد آپ کو جو شان اور فضیلت حاصل ہے آخر اس کی وجہ کیا ہے ؟ حالانکہ آپ کے اور ہمارے درمیان بظاہر کوئی فرق نہیں ہے ۔ آپ بھی ہماری طرح ایک پرندہ ہیں ۔ ہمارے جسم و روح سے ایسا کونسا گناہ سرزد ہوا ہے کہ ہم جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں جبکہ آپ پاک و صاف اور

ذی فہم ہیں -

ہدہد نے جواب میں کہا ! اے پرندے قصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اتفاق سے ہم پر ایک لمحہ کے لئے نظر کرم فرمائی تھی - مجھے یہ ساری خوش قسمتی اس ایک نگاہ کرم کی بدولت حاصل ہوئی ہے- میں نے یہ مقام سونا چاندی دے کر حاصل نہیں کیا - یہ سب کچھ اس ملاقات کا نتیجہ ہے - یہ کیسے ممکن ہے کہ مخلوق میں سے کوئی اس مقام کو عبادت و ریاضت سے حاصل کر لے ؟ ابلیس ملعون بھی تو بہت عبادت گزار تھا ، حالانکہ اسے لعنت ابدی حاصل ہوئی - ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ طاعت و عبادت کی کوئی ضرورت نہیں ہے ، تو ایسا کہنے والے پر ہر لمحہ لعنت برستی ہے - تم خشوع و خضوع سے عبادت جاری رکھو انشاء اللہ ایک دن تمہیں بھی حضرت سلیمان کا دیدار نصیب ہوجائے گا۔

سلطان محمود غزنوی اور ایک مچھیرے کی حکایت

ایک دن سلطان محمود اپنی فوج سے الگ ہو کر تنہا ایک دریا کے کنارے پہنچا۔ یہاں اس نے ایک لڑکے کو بیٹھا ہوا دیکھا ، جس نے دریا میں مچھلیاں پکڑنے کا جال لگا رکھا تھا - وہ لڑکا بہت غمگین اور اداس بیٹھا ہوا تھا۔ سلطان محمود نے قریب آکر اس سے پوچھا ! اے لڑکے تمہیں کس چیز نے اتنا غم زدہ کردیا ہے- میں نے تمہاری طرح کسی اور کو غمناک نہیں دیکھا۔ لڑکے نے جواب میں کہا ! اے خوبیوں والے سلطان ! ہم سات چھوٹے چھوٹے بہن بھائی ہیں - ہمارا والد فوت ہوچکا ہے اور ہماری ماں بہت غریب ہے- میں روزانہ مچھلیاں پکڑنے کی کوشش کرتا ہوں ، جس دن کوئی مچھلی جال میں پھنس جاتی ہے تو ہم اسے پکا کر کھالیتے ہیں -

سلطان نے کہا ! کیا تم پسند کرو گے کہ میں مچھلی پکڑنے کی کوشش کروں ؟ لڑکے نے اپنی آمادگی کااظہار کیا۔ چنانچہ بادشاہ نے جال کو دریا میں پھینک دیا۔ بادشاہ کی خوش قسمتی میں حصہ دار بن کر مچھیرے کا جال مچھلیوں سے بھرگیا۔ اس پر لڑکے نے خود کو کہا ! میں کتنا خوش نصیب ہوں - میرا جال مچھلیوں سے بھر گیاہے۔ یہ سن کر سلطان نے کہا ! اے لڑکے خود کو دھوکے میں مت ڈالو۔ بات یہ ہے کہ تیری خوش

قسمتی میری وجہ سے ہے ۔ کیونکہ تیرا مچھیرا خود بادشاہ ہے۔ یہ کہہ کر بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا اور وہاں سے چل دیا۔ لڑکے نے بادشاہ کو حصہ دینا چاہا لیکن بادشاہ نے اپنا حصہ لینے سے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ وہ کل کے شکار سے اپنا حصہ لے گا۔ اگلے دن بادشاہ نے ایک سپاہی کو اس لڑکے کے پاس بھیجا۔ سپاہی اس لڑکے کو اپنے ساتھ محل میں لے آیا ، اور اسے بادشاہ کے حضور پیش کیا۔ بادشاہ نے لڑکے کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھالیا ۔ ایک درباری نے کہا ! جہاں پناہ یہ لڑکا تو ایک بھکاری ہے۔ بادشاہ نے کہا کوئی بات نہیں ، اب یہ لڑکا میرا ساتھی اور حصہ دار ہے ۔ یوں بادشاہ نے اس لڑکے کے ساتھ برابری کا سلوک کیا ۔آخر کار ایک درباری نے لڑکے سے پوچھا تونے یہ کمال کہاں سے اور کیسے حاصل کیا ہے ؟ لڑکے نے جواب دیا کہ خوشی کے آنے اور غمی کے جانے کا سبب یہ ہے کہ ایک بادشاہ میرے قریب سے گزرا ۔ یہ سب اس کی نظر عنایت کا فیض ہے۔

سلطان محمود اور ایک لکڑہارے کی حکایت

ایک مرتبہ سلطان محمود تنہا جنگل سے گزر رہا تھا۔ ایک بوڑھا لکڑہارا گدھے پر خاردار جھاڑیاں لاد کر لے جارہاتھا۔ اچانک اس کا گدھا ٹھوکر لگنے سے نیچے گر گیا۔ غریب لکڑہارا بھی زمین پر آگرا اور اس کا چہرہ اور سر کانٹے چبھنے سے شدید زخمی ہوگیا۔ جھاڑیوں اور گدھے کو نیچے گرا دیکھ کر سلطان اس غریب لکڑہارے کے قریب آیا اور اس سے کہا ! اے کم نصیب انسان ، کیا تجھے دوست کی حاجت ہے ؟ لکڑہارے نے جواب دیا بے شک میں ایسا ہی چاہتاہوں ۔ اگر آپ میری مدد کریں گے تو میرا فائدہ ہو جائے گا اور آپ کو کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ میں تمہاری نظروں میں نیکی اور خیر خواہی کی جھلک دیکھتا ہوں ۔ کیونکہ مبارک چہرے والوں سے نیک سلوک کی امید ہوتی ہے۔ چنانچہ بادشاہ گھوڑے سے اترا اور جھاڑیوں کے بوجھ کو اٹھا کر گدھے کی پیٹھ پر لاد دیا ۔ پھر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر کی طرف چل دیا۔ اس نے اپنے لشکر سے کہا ، ایک بوڑھا لکڑہارا گدھے پر بوجھ لاد کر آرہا ہے ۔ اس کے راستے کو اس طرح گھیر لو کہ وہ مجبوراً چل کر اچانک میرے سامنے آجائے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اس غریب

کیلئے بادشاہ کے پاس جانے کے علاوہ اور کوئی راستہ ہی نہ رہا۔ بوڑھا خود سے ہمکلام ہو کر کہنے لگا کہ میں اس کمزور اور لاغر گدھے کے ساتھ کدھر جاؤں ۔ بادشاہ کا لشکر میرا راستہ روکے کھڑا ہے ۔ جیسے جیسے وہ سلطان کے قریب ہوتا جارہا تھا ، اس کے دل میں خوف بڑھتا جارہا تھا۔ اس نے دور سے بادشاہ کا تاج دیکھا اور پھر جب وہ اس کے قریب پہنچا تو اسے دیکھ کر شرمسار ہوگیا۔ اس نے تاج کے نیچے لپنے محسن کا چہرہ دیکھا اور وہ ششش و پنج میں مبتلا ہوگیا ۔ اس نے کہا ! یا اللہ میں اپنا حال کیسے بیان کروں ۔ آج میں نے محمود غزنوی سے بار برداری کا کام لیا ہے ۔

جب وہ سامنے آیا تو سلطان محمود نے کہا ! میرے غریب دوست تمہارا ذریعہ معاش کیاہے ۔ لکڑہارے نے جواب دیا ، بادشاہ سلامت آپ میرے روزگار کے بارے میں خوب اچھی طرح سے جانتے ہیں ۔یوں انجان اور ناواقف نہ بنیں ۔ کیا آپ مجھے نہیں جانتے ۔ میں ایک بوڑھا غریب آدمی ہوں اور میرا ذریعہ معاش لکڑیاں فروخت کرنا ہے۔ میں دن رات جنگل سے جھاڑیاں کاٹ کر انہیں فروخت کرتا ہوں ۔ پھر بھی میرا گدھا بھوک سے مرے جارہا ہے ۔ لہذا اگر آپ سے ہوسکے تو میری روٹی کا بندوبست کردیں ۔ بادشاہ نے کہا ! بوڑھے لکڑہارے تم جھاڑیوں کا یہ گٹھ کتنے میں بیچو گے ؟ بوڑھے نے کہا چونکہ آپ اسے مفت میں لینا پسند نہیں کریں گے اور میں بھی اسے آپ کو قیمتاً نہیں دوں گا۔ بہتر ہے کہ آپ مجھے اشرفیوں کی ایک تھیلی عنایت کردیں ۔ اس لمحے سپاہیوں نے بوڑھے سے کہا اپنی زبان کو لگام دو ۔ تمہارا گٹھہ تو دو کوڑی کا بھی نہیں ہے۔ تمہیں (یہ گٹھہ بادشاہ کو بے مول) دے دینا چاہیئے۔ لکڑ ہارے نے کہا تم لوگوں کا کہنا بجا ہے لیکن اب اس گھٹے کی قدر و قیمت بادشاہ کی نظر عنایت سے بہت بڑھ گئی ہے۔ ایک نیک بخت نے جوں ہی میرے کانٹوں کو ہاتھ لگایا تو یہ سب کانٹے میرے لئے گل و گلزار بن گئے ۔ اب اگر بادشاہ اسے خریدنا چاہتے ہیں تو ایک ایک کانٹے کادام ایک دینار کے برابر ہوگا ۔ ان کو بادشاہ کا ہاتھ لگ چکاہے اس لئے ان کی قیمت سینکڑوں گنا بڑھ گئی ہے۔

دوسرے پرندے کا خطاب

اس کے بعد دوسرا پرندہ ہدہد کے سامنے آیا اور کہنے لگا ! اے حضرت سلیمان

علیہ السلام کے لشکر کی محافظت کرنے والے میرے لئے اس سفر میں حائل گھاٹیاں عبور کرنا ممکن نہیں کیونکہ میں ایک کمزور پرندہ ہوں ۔ یہ راستہ اتنا دشوار گزار ہے کہ میں تو پہلے ہی مرحلے میں مرجاؤں گا۔ اس راستے میں آتش فشاں ہی آتش فشاں ہیں ۔ویسے بھی ایسی جان جوکھوں والی مہم جوئی میں ہر کسی کو نہیں پڑنا چاہیئے ۔ اس راہ میں لاکھوں سر پولو کی گیند کی مانند ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں ۔یہاں سیمرغ کی تلاش میں لاکھوں جانیں نسیت و نابود ہو گئی ہیں ۔ اس راستے میں ہزاروں وفادار اور جانثار خوف سے اپنے سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ مجھ غریب کا کیا بنے گا جس کی حقیقت محض مشت خاک ہے ؟

ہد ہد نے اسے سمجھانے کے انداز میں کہا ! اے رنجیدہ و غمگین حلیے والے پرندے ! تونے اپنے دل کو اس خیال کے زیر بار کیوں کر رکھا ہے ؟ جب اس دنیا میں تیری کوئی حیثیت نہیں تو پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ کوئی جوان ہو یا بوڑھا اور کمزور۔ دنیا حقیقت میں غلاظت کا ڈھیر ہے ۔یہاں قدم قدم پر مخلوق فنا و برباد ہو رہی ہے ۔ چنانچہ ہزاروں لاکھوں دنیا دار لوگ آہوں اور آنسوؤں کے درمیان کیڑے مکوڑوں کی طرح مر رہے ہیں۔ سسک سسک کر تکلیف دہ طور پر مرنے سے بہتر ہے کہ تلاش حق کی مہم میں جان نذر کر دی جائے ۔ بالفرض اگر ہمیں اس راہ میں کامیابی نہ بھی حاصل ہو اور ہم رنج و ملال سے مر جائیں تو اس سے خوب تر ہمارے حق میں اور کیا ہوسکتا ہے۔ اگرچہ دنیا میں اور بھی بہت سی خطائیں ہیں لیکن اس راستے پر چلنے سے انکار کرنا بھی تو ایک غلطی ہے ۔ ہزاروں لوگ دنیا نام کی مردہ لاش کو نوچنے کے لئے طرح طرح کے پیشوں میں مہارت اور برتری حاصل کرنے میں جت گئے ہیں۔ اس پر بھی اگر تم مکرو فریب کی بنیاد پر دنیا داری کا سودا کرنا چاہتے ہو تو پھر تم اپنے دل کو عشق کا سمندر کیسے بناؤ گے ؟ اگر دنیاداری میں ہمہ تن مشغول کوئی یہ کہے کہ راہ حق پر چلنے کا ارادہ محض خام خیال یا وہم ہے اور یہ کہ اس راہ کی منزل پر آج تک کوئی نہیں پہنچا ؟ تو میرا جواب یہ ہے کہ اگر اس سودے میں ہمیں جان بھی دینی پڑے تو پھر بھی گھر بار ، کاروبار ، اور نوکری چاکری میں عمر ضائع کرنے سے یہ کہیں بہتر ہے ۔ میرے اس ارادے کو کوئی چیز متزلزل نہیں کر سکتی ۔ میں نے کافی عرصے تک لوگوں سے لین

دین کیا ہے۔ میرا مشاہدہ ہے کہ مال و دولت کی ہوس سے چند ہی لوگ خود کو بچا سکے ہیں ۔ جب تک ہم اپنی ہستی اور مخلوق سے تعلق کی نفی نہیں کریں گئے ہم اپنے وجود کی غلاظتوں سے پاک نہیں ہوسکتے ۔ روحانی راستے ان لوگوں کے لئے موزوں نہیں جن کا وجود دنیا داری کی ناپاکیوں میں لپٹا ہوا ہے ۔ اگر تم میدان عمل کے جوانمرد ہو تو راہ حق پر اپنے قدم بڑھاؤ ، عورتوں کی طرح باتیں بنانا چھوڑدو ۔ اس بات پر یقین رکھو ، اگر یہ جستجو اور تلاش کا عمل بے دینی کے زمرے میں آتاہو تو پھر بھی راہ حق پر چلنا ضروری ہے ۔ یقیناً یہ کام تن آسانی کا نہیں ہے ۔ عشق کے درخت کا بے برگ ہونا ہی پھلدار ہونے کی مانند ہے۔ ہرے بھرے درختوں سے کہہ دو کہ اپنے پتوں سے دست بردار ہو جائیں ۔

جب کسی کے سینے میں عشق کی آگ بھڑک اٹھتی ہے تو اس کا قلب بلند درجات پر فائز ہوجاتا ہے ۔ یہی عشق اسے خون میں نہلا دیتا ہے اور وہ ظاہری حجاب کے خول سے باہر نکل آتا ہے ۔ درد عشق اسے ایک لمحہ بھی سکون و چین میں نہیں رہنے دیتا اور عاشق کو قتل کر کے اس کے عیوض خون بہا طلب کرتا ہے ۔ وہ آنسوؤں کا پانی پیتا ہے اور رنج و الم کے خمیر سے تیار روٹی کھاتا ہے۔ اگر کوئی چیونٹی سے بھی زیادہ کمزور ہو تو یہی درد عشق اس میں طاقت پیدا کر دیتا ہے ۔

ایک دیوانے کا قصہ

ایک دیوانہ برہنہ حالت میں جارہا تھا ۔ لوگوں کو رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس دیکھ کر دیوانے نے کہا ! یا اللہ مجھے بھی اعلیٰ پوشاک عنایت کر ، تاکہ میں بھی لوگوں کی طرح مطمئن اور پرسکون ہو جاؤں ۔ غیب سے ندا آئی کہ میں نے تجھے گرم سورج عطا کیا ہے ، اس کی دھوپ میں بیٹھ جاؤ ، دیوانے نے کہا ! یا اللہ تو مجھے کیوں سزا دے رہا ہے کیا تیرے پاس سورج سے بہتر لباس نہیں ہے ۔ غیب سے پھر ندا آئی کہ جاؤ اور دس دن صبر کرو پھر ہم تجھے دوسرا لباس عطا کریں گے ۔ دیوانہ سورج کی دھوپ میں جلتا ر اٹھویں دن ایک غریب شخص دیوانے کے لئے جبہ لے کر آیا جس پر ہزاروں پیوند لگے ہوئے تھے ۔ یہ دیکھ کر دیوانے نے کہا ! اے عالم غیب کا علم رکھنے والے اللہ ، تو نے

مجھے ہزاروں پیوند لگا جبہ کیوں عطا کیا ہے ؟ کیا تیرے خزانے میں سب کپڑے جل گئے تھے ؟ کیا تیرے حضور یہی ایک پیوند لگا جبہ باقی بچا ہے ؟ تو نے اس پر ہزاروں پیوند لگائے ہیں - ذرا یہ تو بتا کہ تو نے درزی کا فن کس سے سیکھا ہے ؟

خدا بزرگ و برتر کی بارگاہ سے لین دین کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے - انسان کو راہ اللہ کی خاک بن جانا چاہیئے - بندہ بڑی تگ و دو کے بعد سمجھتا ہے کہ اس نے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لی ہے - لیکن جب وہ منزل سمجھتا ہے وہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوتا ہے کہ گوہر مقصود کا پانا ابھی باقی ہے -

حضرت رابعہ بصریؒ کی کہانی

کہنے کو تو عورت تھیں لیکن بلند ہمتی کے اعتبار سے وہ مردوں کا بھی تاج تھیں ایک مرتبہ وہ پہلوؤں کے بل سفر کر کے آٹھ برس میں کعبہ پہنچیں - جب وہ حرم شریف کے دروازے پر پہنچیں تو فرمایا! الحمد اللہ میں نے حج کا فریضہ مکمل کرلیا ہے - حج کے مقدس دن جب انہوں نے کعبہ کی زیارت کا ارادہ کیا تو اچانک ماہواری کا عارضہ پیش آگیا- چنانچہ راستے ہی سے واپس لوٹ گئیں اور کہنے لگیں ! اے رب ذوالجلال ! میں نے پہلوؤں کے بل آٹھ برس تک سفر کیا ہے -جب میں منزل مقصود پر پہنچی ہوں تو میرے راستے میں یہ کانٹا آگیا ہے -

ایسے واقعات کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے حضرت رابعہ بصری جیسے سچے عاشق خدا کو تلاش کرنا ضروری ہوتا ہے- جب تک تم دنیا کے گہرے سمندر کی سطح پر تیرتے رہوگے ، اس کی لہریں تمہیں آگے پیچھے دھکے دیتی رہیں گی- ایسی حالت میں ، تمہیں کبھی کعبہ میں داخلے کی اجازت ملے گی تو کبھی تمہیں بت خانے میں سکھ چین نصیب ہوگا- اگر دنیا کے گرداب سے بچ نکلنے میں تم کامیاب ہو گئے تو طمانیت قلبی حاصل کرو گے اور اس گرداب میں پھنسے رہے تو پھر اس میں چکی کے پاٹ کی طرح چکر لگاتے رہو گے تمہیں لمحہ بھر کو سکون نصیب نہیں ہوگا - تم پہلی ہی اڑان میں پریشان ہو جاؤ گے -

اللہ کے ایک دیوانے کا قصہ

کسی جگہ اللہ کا ایک سچا عاشق رہتا تھا - مصر کا بادشاہ اپنے درباریوں کے ساتھ

اکثر اس جگہ سے گزرتا تھا ۔ ایک دن بادشاہ اس دیوانے کے پاس رک گیا اور اس سے کہنے لگا! میں نے تمہارے اندر اطمینان و سکون اور جمعیت قلبی جیسی صفات دیکھی ہیں دیوانے نے کہا! میں جمعیت قلبی کیونکر حاصل کر سکتا ہوں ؟ مجھے تو مچھر اور پسوؤں سے بھی نجات نہیں ملتی۔ دن کو مکھیاں تنگ کرتی ہیں اور رات بھر پسوؤں اور مچھروں کی وجہ سے مجھے نیند نہیں آتی ۔ ایک مچھر نے بد بخت نمرود کے سر میں گھس کر اسے صدیوں پریشان کیئے رکھا ۔ شاید میں آج کے زمانے کا نمرود ہوں کیونکہ مجھے اپنے دوست کی طرف سے مچھر اور پسو ہی تحفے میں ملے ہیں ۔

تیسرے پرندے کا خطاب

اب تیسرے پرندے نے ہدہد سے کہا! میں گناہوں اور خطاؤں کا پتلا ہوں ۔ میں کیسے اس سفر پر روانہ ہو سکتا ہوں ؟ نجاست میں ڈوبی مکھی بھلا کوہ قاف میں سیمرغ کی زیارت کے لائق کیسے ہو سکتی ہے ؟ راہ حق سے بھٹکا ہوا گنہگار بادشاہ کے حضور کیسے حاضر ہو سکتا ہے؟

ہدہد نے جواب میں کہا کہ اے غافل تو بادشاہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بلکہ اس سے ہمیشہ لطف و کرم کی توقع رکھو ۔ اگر تم اپنی ہمت کی ڈھال کو یوں آسانی سے اتار پھینکو گے تو تیرا کام اور بھی مشکل ہو جائے گا ۔

ایک پیشہ ور مجرم کا قصہ

ایک پیشہ ور مجرم نے کئی گناہوں کا ارتکاب کرنے کے بعد توبہ کر لی اور راہ راست پر لوٹ آیا ۔ کچھ عرصے بعد دنیا کی کشش نے اس کے خیالات اور اعمال کو دوبارہ پراگندہ کر دیا ۔ برائیوں نے اس کے دل کو غمگین کر دیا اور اس کی حالت قابل رحم حد تک گر گئی ۔ ان حالات میں اس سے دوبارہ راہ راست کی طرف رجوع کرنے کا ارادہ کیا ۔ لیکن گناہوں کے بوجھ اور اپنی کمزوری کے باعث وہ ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا ۔ دن اور رات وہ اس غم میں ایسے جلنے لگا جیسے کھولتے ہوئے تیل میں

جو کا دانا جلتا ہے ۔اس کا دل ہر لمحہ بے چین و بے قرار رہنے لگا۔ اس کی آنکھوں سے گرنے والے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی ۔ ایک صبح ایک پراسرار آواز اس سے مخاطب ہوئی اور کہا! کائنات کے خالق و مالک کی آواز سنو۔ جب تم نے پہلی دفعہ توبہ کی تو میں نے اسے قبول کر لیا تھا، گو کہ میں تمہیں تمہارے کرتوتوں پر سزادے سکتا تھا۔ دوسری دفعہ جب تم نے توبہ شکنی کی تو میں نے تمہیں مہلت دی ۔ اور اب بھی میرے غیض و غضب نے تمہیں نیست و نابود نہیں کیا ۔ اے احمق انسان! آج تو پھر اپنی دھوکا دہی اور خیانت کو تسلیم کر کے تیسری دفعہ توبہ کرنا چاہتا ہے ۔ اب تم دوبارہ راہ راست پر آجاؤ ، میں نے توبہ کا دروازہ کھول دیا ہے ۔ کچھ دیر انتظار کرو۔ جب تم اپنے رویے میں نیک نیتی سے تبدیلی کر لوگے تو تمہارے سابقہ سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے ۔

حضرت جبرائیل اور ایک نیک نیت انسان

ایک رات حضرت جبرائیل سدرۃ المنتہیٰ میں تھے ۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لبیک کی آواز سنی ۔ وہ سمجھ گئے کہ اللہ کا کوئی بندہ اللہ کو پکار رہا ہے ۔ لیکن وہ اس سوچ میں ڈوب گئے کہ وہ بندہ کون ہوسکتا ہے ؟ وہ فقط یہ سمجھ سکے کہ ایسے انسان کا نفس یقیناً مردہ ہوگا اور اس کی روح قلب میں روشن و تاباں ہوگی ۔ چنانچہ حضرت جبرائیل اس بندے کی تلاش میں فوراً نکل پڑے ۔ انہوں نے دنیا کے تمام پہاڑوں ، سمندروں ، صحراؤں اور آسمانوں کو چھان مارا لیکن اس بندے کو تلاش نہ کرسکے۔ حضرت جبرائیل جب لوٹ کر بارگاہ الہیٰ میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کی عبادت پر لبیک کہہ رہے تھے ۔

یہ سن کر حضرت جبرائیل دوبارہ خشکی اور تری میں اس بندے کو تلاش کرنے نکل پڑے ۔ آخر کار انہوں نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا! اے خدا تیرا یہ غلام کون ہے ؟ اللہ تعالیٰ نے کہا! ملک روم میں واقع عیسائیوں کی ایک خانقاہ میں جاؤ ۔ وہاں تمہیں وہ بندہ مل جائے گا ۔

چنانچہ حضرت جبرائیل فوراً وہاں پہنچ گئے اور وہاں دیکھا کہ ایک آدمی رو رو کر

بت کو پکار رہا ہے یہ دیکھ کر حضرت جبرائیل نے کہا! یا اللہ اس راز سے پردہ اٹھاؤ۔ اے دنیا کے خالق و مالک آپ کس طرح بت خانے میں ایک بت پرست کی پرستش پر لبیک کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اس شخص کا دل سیاہ ہوگیا ہے اور راہ حق سے بھٹک جانے کی اسے خبر ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اپنی جہالت سے بھٹکا ہے اس لئے ہم نے اس کو صحیح راستہ دکھایا ہے اور اپنے لطف و کرم سے ہم نے اسے معاف کر دیاہے۔ چنانچہ اس بندے کی حالت میں جونہی اللہ کی ہدایت شامل ہوئی تو اس کی زبان سے اللہ اللہ کا ورد جاری ہوگیا۔

یہاں ہر کسی کو چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی نظر انداز نہیں کرنی چاہیئے۔ ترک دنیا نہ تو بازاروں سے خریدی جاسکتی ہے اور نہ ہی بارگاہ الٰہی تک رسائی کا سودا معمولی چیز کے عیوض کیا جاسکتا ہے۔

ایک صوفی اور شہد فروش میں مکالمہ

بغداد میں ایک صوفی بازار سے گزر رہا تھا۔ اس نے ایک شہد فروش کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ میرے پاس بہت سا شہد موجود ہے۔ اگر کوئی خریدار مل جائے تو سارا شہد میں اسے مناسب داموں میں بیچ دوں گا۔ صوفی نے اسے کہا! میرے پیارے دوست کیا تم تھوڑا سا شہد مجھے مفت دے دو گے۔ شہد فروش نے غصے سے کہا! بھاگ یہاں سے، کیا تو پاگل تو نہیں ہے۔ اے حریص انسان کیا کوئی آدمی بغیر رقم کے بھی اپنا مال کسی کو بیچتا ہے؟ صوفی کو اپنے باطن سے آواز آئی! "یہاں سے آگے بڑھو، میں تمہیں ایک انمول چیز دوں گا۔یعنی ساری خوشی قسمتی اور تیری خواہشات کے مطابق اور بہت ساری چیزیں۔ اللہ کی رحمت ایک روشن آفتاب ہے جو کائنات کے تمام ذرات کو اپنے نور سے روشن کر رہا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ نے ایک کافر کی خاطر موسیٰ علیہ السلام کو سرزنش کی تھی"۔

اللہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں مکالمہ

ایک دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا! اے موسیٰ تجھے قارون

نے زمین میں دھنسے جانے کے وقت ستر بار رو رو کر بلایا تھا ۔ مگر تو نے اس کی ایک نہ سنی ۔ اگروہ رو کر اس لمحے مجھے ایک بار بھی پکارتا تو میں اس کے دل کو شرک سے پاک کر کے اسے مومن اور موحد بنا دیتا ۔ اے موسیٰ ! تو نے سینکڑوں تکلیفیں دے کر اسے ہلاک کیا حتیٰ کہ وہ زمین میں مٹی کی طرح دھنستا چلا گیا ۔ اگر تو نے اسے پیدا کیا ہوتا تو اس سے لتنے درشت انداز سے پیش نہ آتا ۔

اللہ تعالیٰ بے رحموں پر بھی رحم کرتا ہے اور رحم کرنے والوں کو انعام سے نوازتا ہے۔ اگر تم بھی عام گہنگاروں جیسی خطاؤں کے مرتکب ہوگے تو تم خود بھی گناہ گار بن جاؤ گے ۔

چوتھے پرندے کا سوال

ایک اور پرندے نے کہا کہ میں ایک نفس پرست زنخا ہوں۔ میں فقط ایک سے دوسری شاخ پر چھلانگیں لگاسکتا ہوں۔ کبھی میں عیاش اور بد کار بن جاتا ہوں اور کبھی نیک و پرہیز گار بن جاتا ہوں۔ میری خواہشات کبھی مجھے شراب خانے لے جاتی ہیں اور کبھی میری روح مجھے عبادت میں مشغول کر دیتی ہے ۔ کبھی میرے نہ چاہنے کے باوجود شیطان مجھے گمراہ کر دیتا ہے اور کبھی فرشتے مجھے راہ ہدایت پر لے آتے ہیں ۔ گویا کہ میں کنوئیں اور قید خانے میں پھنسا ہوا ہوں ۔ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح گریہ و زاری کے علاوہ کیا کرسکتا ہوں ۔

ہدہد نے اسے کہا ! ایسا کچھ ہر انسان کے ساتھ اس کی خصلتوں کے اعتبار سے واقع ہوتاہے ۔ اگر مخلوق خدا پہلے سے پاک و صاف ہوتی تو پھر اس دنیا میں نبیوں اور رسولوں کو بھیجنے کی ضرورت کیوں پیش آتی ؟ اطاعت کے ذریعے تم قلب کالطف و سرور حاصل کرسکتے ہو ۔ اے پرندے تیری حالت تو اس شخص جیسی ہے جو ترک حمام میں پسینہ لانے والے کمرے میں آرام طلبی کی غرض سے زبان باہر نکال کر بیٹھتا ہے۔ اس پر بھی تم فضول خواہشات کو ایسے پال رہے ہو جیسے نفس کے کتے کی پرورش کی جاتی ہے۔ تمہاری حالت نامرد مخنث سے بھی بدتر ہے۔

حضرت شبلی کی حکایت

ایک دفعہ حضرت شبلی بغداد میں کہیں چھپ گئے ۔ کسی کو پتہ نہ چلا کہ آپ کہاں ہیں ۔بالآخر کسی نے آپ کو ہیجڑوں کے گھر میں دیکھ لیا ۔ حضرت شبلی اشکبار آنکھوں اور خشک لبوں کے ساتھ اس عجیب و غریب مخلوق کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ۔ آپ کے دوستوں نے کہا! اے روحانی رازوں کے طالب ، یہاں بیٹھنا آپ کو زیب نہیں دیتا۔ حضرت شبلی نے جواب دیا کہ یہ لوگ دینی اعتبار سے نہ مردوں میں اور نہ ہی عورتوں میں شمار کئے جاتے ہیں ۔ اس لحاظ سے میں بھی ان جیسا ہوں ۔ میں شرمساری میں ڈوب گیاہوں اور میری مردانگی ایک طعنہ بن گئی ہے ۔اگر تیری نظروں میں مدح و مذمت میں کوئی فرق نظر آتا ہے تو تم ایک بت گر ہو ۔ جب تم اپنے خرقے میں سینکڑوں بت چھپائے پھرتے ہو تو لوگوں کے سامنے خود کو ولی کہلوانا کیوں پسند کرتے ہو ۔

دو صوفیوں میں جھگڑا

دو صوفی ایک قاضی کی عدالت میں ایک دوسرے پرالزام عائد کر رہے تھے ۔ قاضی انہیں ایک کونے میں لے گیااور انہیں سمجھایا کہ صوفیوں کو آپس میں جھگڑنا زیب نہیں دیتا۔ قاضی نے کہا! اگر تم نے ترک دنیا کیلئے خرقہ پہن رکھا ہے تو پھر یہ لڑائی جھگڑا کیسا ؟ اور اگر تم لڑنے جھگڑنے والے ہو تو پھر اپنی گدڑیاں اتار پھینکو ۔ اگر تم اپنے آپ کو صوفیوں والے لباس کے قابل سمجھتے ہو تو پھر تم دونوں آپس میں مصالحت کرلو ۔ میں جو کہ قاضی ہوں اور صوفی نہیں مجھے تمہارے خرقوں سے بہت شرم آرہی ہے خرقہ پہن کر لڑنے جھگڑنے سے بہتر ہے کہ تم دونوں نفاق کی بجائے اتفاق سے کام لو ۔

اگر تم راہ عشق کے مسافر بننا چاہتے ہو تو اپنے تعصبات کو ہوا کے دوش پر پھینک کر نفس سے قطع تعلق ہو جاؤ ۔ اپنی ذات کو برائیوں سے بچانے کے لئے نفرت اور خود پرستی کی لعنت سے بچو ۔

ایک بادشاہ اور بھکاری کا قصہ

پرانے زمانے میں مصر کا ایک بد بخت انسان بادشاہ کا عاشق بن گیا ۔ جب بادشاہ کو اپنے اس عاشق کے بارے میں خبر ملی تو اس نے اپنے گمراہ عاشق کو طلب کیا اور اسے کہا کہ اب جو تو مجھ پر عاشق ہوگیا ہے تو ان دو کاموں میں سے ایک کو پسند کر لو یا تو ملک بدر ہو جاؤ یا پھر مجھ سے عاشق ہونے کے جرم میں اپنا سر قلم کروانے کیلئے تیار ہو جاؤ ۔ اس عاشق نے کہا کہ میں ملک بدر ہونے کو تیار ہوں ۔ اس پر بادشاہ نے اس کا سر قلم کرنے کا حکم جاری کر دیا ۔ دیوان خاص کے ایک ملازم نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اس بے چارے کا سر قلم کرنے کا حکم آپ نے کیوں جاری کیا؟ بادشاہ نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو لیکن یہ شخص میرا سچا عاشق نہیں ہے ۔اگر وہ میرا سچا عاشق ہوتا تو سر قلم کیئے جانے کو پسند کرتا نہ کہ اپنے معشوق کو چھوڑ کر ملک سے چلے جانے پر راضی ہوتا ۔ عشق میں تو جان کا دو ٹوک نذرانہ پیش کیا جاتا ہے ۔ اگر وہ اپنا سر قلم کروانے پر آمادہ ہوجاتا تو میں درویش بننے پر کر کس لیتا ۔ جس کو مجھ سے زیادہ اپنی جان پیاری ہے وہ سچا عاشق نہیں ہو سکتا ۔

پانچویں پرندے کا عذر

ایک دوسرے پرندے نے ہدہد سے کہا ! میں خود اپنا دشمن ہوں۔ میرے نفس کی شکل میں ایک چور مجھ میں چھپا ہوا ہے۔ میں اس راستے پر کیسے چلوں جبکہ میری جسمانی خواہشات اور میرے نفس کا کتا ہی میرے لئے سب سے بڑی رکاوٹ ہیں ۔ نفس کا کتا میری جان نہیں چھوڑتا میں اس سے اپنی جان کیسے چھڑاؤں ؟ میں شکار کی تلاش میں سرگرداں بھیڑیئے کو بخوبی جانتا ہوں لیکن اس کتے کو نہیں سمجھ سکا ، حالانکہ یہ ظاہر میں بہت ہی خوبصورت ہے ۔میں نہیں جانتا کہ اس بے وفا جسم کے ساتھ میں کہاں ہوں ۔ کیا میں اس کو کبھی سمجھ پاؤں گا ، یہ مجھے معلوم نہیں ہے ۔

ہدہد نے اسے کہا ! اے پرندے تم ایک آوارہ کتے ہو جو خود کو اپنے پاؤں تلے روند رہا ہے۔ تمہارا نفس کانا ، بھینگا ، گھٹیا کاہل اور بے وفا ہے ۔ اگر کوئی شخص تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہے تو یہ اسے جھوٹی ٹیپ ٹاپ اور اوپری چمک دمک سے

چکاچوند کر دیتا ہے ۔ خواہشات کے غلام اس کتے کی مرغن غذاؤں سے آؤ بھگت کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ یہ پہلے بچہ تھا اور اس پر بے فکری اور غفلت طاری تھی ۔ پھر اس پر درمیانی عمر کا زمانہ آیا جو اس کی جوانی دیوانی کا دور کہلاتا ہے۔ آخر میں اس پر بڑھاپے کا زمانہ آیا جو ایک بدحواسی کا دور ہوتا ہے اور جسم ناتواں ہوجاتا ہے۔ جس کا وجود اس طرح کا ہو روحانی خوبیوں کے زیورات سے کیسے آراستہ کیاجاسکتا ہے ؟ ہم شروع سے آخر تک غفلت کی حالت میں رہتے ہوئے کچھ بھی حاصل نہیں کر پاتے ۔ اکثر انسانوں کا خاتمہ خالی ہاتھ ہی ہوتا ہے ، اور ان کے دامن میں دنیاوی چیزوں کو حاصل کرنے کی خواہش کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوتا ۔ ہزاروں اس کے رنج و الم میں اپنی جانیں گنواچکے ہیں ، لیکن نفس کا کتا کبھی نہیں مرتا۔ ایک گورکن کی کہانی سنو جو اپنے کام میں عمر گزار چکا تھا۔ کسی نے اس سے پوچھا ! اے گورکن کیا تم میرے ایک سوال کا جواب دو گے ، کیوں کہ تم نے قبریں کھودنے میں اپنی عمر گزار دی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ اس دوران تم نے کیا کوئی عجیب و غریب واردات دیکھی ؟ اس نے کہا میں نے یہ انوکھی بات دیکھی ہے کہ ستر برس سے میرا کتا نفس مردوں کو قبروں میں اترتا دیکھ رہا ہے مگر ایک لمحہ کے لئے بھی یہ نہیں مرا اور اللہ کی عبادت کی طرف مائل نہیں ہوا۔

عباسیہ کا قصہ

ایک شام عباسیہ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا ! اگر یہ جہان کافروں سے بھر جائے تو اس صورت میں ممکن ہے کہ ترکمان جیسی اجڈ قوم سب کی سب سچے دل سے مسلمان ہو جائے۔ مگر اس کافر نفس کا لمحے بھر کے لئے مسلمان ہونا ممکن نہیں ہے ۔ باوجود اس کے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھی مبعوث ہوئے ہیں ۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے ؟

پھر خود ہی فرمایا وجہ یہ ہے کہ ہم سب اس کافر نفس کے حکم بردار ہیں ۔ ہم اپنے اندر اس کی پرورش کر رہے ہیں ۔ یہ نفس دو راستوں سے مدد حاصل کرتا ہے ،

اس لئے اس کو تباہ و برباد کرنا آسان نہیں ہے ۔ امر واقعہ یہ ہے کہ دل کی حیثیت ساری مملکت کے شاہسوار کی سی ہے اور یہ نفس رات دن اس کے ساتھ بطور وزیر کے رہتا ہے ۔ دل جس قدر دوڑتا ہے ، نفس کا کتا اس کے ساتھ ساتھ دوڑتا جاتا ہے ۔ محبوب حقیقی کی بارگاہ سے دل کو جو مقدس فیوض حاصل ہوتے ہیں یہ کتا ان کو اچک لیتا ہے ۔ جس نے اپنی ہمت اور جواں مردی سے اس کتے نفس کو قید کر لیا گویا وہ دونوں جہان کے شیر کو اپنے جال میں جکڑ لے گا ۔

ایک بادشاہ کا فقیر سے مکالمہ

ایک دفعہ کسی بادشاہ نے کمال ذات کے حصول میں سرگرداں گدڑی پہنے ایک درویش کو دیکھا ۔ بادشاہ نے اسے اپنے پاس بلایا اور کہا ! ہم دونوں میں کون بہتر ہے ، تم یا میں ؟ اس پر درویش نے کہا ! اپنے قلب کو زندہ کرو اور اپنی زبان کو لگام دو ۔ جو اپنی تعریفیں خود کرتا ہے وہ لفظوں کے معنیٰ و مطلب کو سمجھ نہیں سکتا۔ لیکن اس کے باوجود میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تمہارے مقابلے میں میرے جیسا انسان ہزار درجہ بہتر ہے۔ کیونکہ تمہارے دل کو دینی اقدار اور شعار کا پتہ نہیں ہے ۔ تمہارے نفس نے تمہیں گدھے کی مانند بنادیا ہے ۔ اے بادشاہ وہ گدھا تجھ پر سوار ہے اور تو اس کے بوجھ کو اٹھانے کا پابند ہے ۔ اس نے تمہارے منہ میں رات دن اپنی لگام ڈال رکھی ہے اور وہ جس طرف چاہے تمہارا منہ موڑ دیتا ہے۔ نفس تجھے جو کچھ کہتا ہے تو چاروناچار اس پر عمل کرتا ہے۔ تیرے وجود کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور تو کسی چیز کے لائق نہیں ہے ۔ جب کہ میں دل کے راز کو جانتا ہوں اس لئے میں نے اپنے کتے نفس کو اپنا گدھا بنایا ہوا ہے۔ تیرا کتا نفس تجھ پر حکمرانی کر رہا ہے ۔ لیکن اگر تم اسے اپنا گدھا بنالو گے تو پھر میری طرح ہو جاؤ گے اور یوں تم اپنی رعایا سے سینکڑوں مرتبہ بہتر ہو جاؤ گے۔

چھٹے پرندے کا عذر

ایک دوسرے پرندے نے ہدہد سے کہا ! جب بھی میں اللہ کے حضور حاضر ہونا

چاہتا ہوں تو شیطان مردود مجھ میں غرور و تکبر پیدا کر دیتا ہے اور میری ہدایت کی راہ میں روڑے اٹکاتا ہے۔ میرے دل نے شور برپا کر رکھا ہے کیوں کہ اس میں شیطان کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے ۔ بتایئے اب میں کس طرح اس سے نجات حاصل کرسکتا ہوں ؟ تاکہ میں شراب معرفت سے حیات ابدی حاصل کرسکوں ۔

ہد ہد نے اسے کہا جب تک تمہارے پاس نفس کا کتا موجود ہے شیطان کو تمہارے پاس آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے وجود میں شیطان کے کرتوت تمہارے اپنے نفس کے مکرو فریب ہیں ۔ یعنی تمہارا نفس ہی ابلیس بن کر تمہیں گمراہ کرتا ہے تمہاری ہر نفسانی خواہش ایک ابلیس بن جاتی ہے اور پھر ہر ابلیس سینکڑوں ابلیسوں کو جنم دیتا ہے ۔ دنیا کی بھٹی ایک قید خانہ ہے اور یہ سب شیطان مردود کی جاگیر ہے ۔ لہذا اس مملکت اور اس کے بادشاہ شیطان سے قطع تعلق کر لو۔ یعنی دنیا کی لالچ کو دل سے نکال دو ۔

ایک بتدی کا شیطان کے بارے میں شکایت کرنا

ایک غافل نوجوان چلے میں بیٹھے ہوئے ایک بزرگ درویش کے پاس گیا اور ان سے شیطان کی جانب سے چالیس طرز کی لالچ اور طمع کی ترغیبات دلانے کے بارے میں شکایت کی ۔ اس نے کہا ابلیس نے مجھے بہکایا ہوا ہے اور اس نے بڑی چالاکی سے میرے دین و ایمان کو تباہ و برباد کر دیا ہے ۔ شیخ نے اسے کہا ! اے پیارے جواں مرد تمہارے آنے سے قبل میں نے شیطان کو تمہارے ارد گرد منڈلاتے دیکھا تھا۔ ابلیس بھی میرے پاس آیا تھا اور وہ تم سے ناراض تھا اور تمہاری بد سلوکی کی وجہ سے اپنے سر پر مٹی ڈال رہا تھا ۔ شیطان نے کہا ! ساری دنیا پر میری بادشاہی ہے لیکن دنیا کے دشمن اس نوجوان پر مجھے کوئی اختیار نہیں ہے۔ درویش نے نوجوان سے کہا ! شیطان سے کہو کہ تمہارے پاس سے چلا جائے ۔ ایسا کہنے پر وہ تمہیں تنہا چھوڑ دے گا ۔

ایک صوفی اور خواجہ میں مکالمہ

ایک صوفی نے ایک خواجہ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا ! اے اللہ مجھ پر رحم کر اور

میرے کاروبار کو وسعت دے ۔ صوفی نے یہ سن کر خواجہ سے کہا ! صوفیوں والا خرقہ پہنے بغیر تمہیں اللہ سے رحمت کی امید نہیں رکھنی چاہیئے ۔ سونے چاندی سے بنی چار دیواری میں بیٹھ کر تم نے بارگاہ الہیٰ کی طرف نظریں جما رکھی ہیں ۔ تمہاری خدمت میں دس غلام اور بیس لونڈیاں ہر وقت حاضر رہتی ہیں ۔ ان حالات میں فضل الہیٰ کی تم کیونکر توقع کرتے ہو ۔ خود کو دیکھو اور فیصلہ کرو کہ کیا تم اس کے قابل ہو ۔ چونکہ تم مال و دولت اور دنیاوی رتبوں کو حاصل کرنے کے لئے عبادت کرتے ہو اس لئے رحمت کے دروازے تم پر بند ہی رہیں گے ۔ ان سب چیزوں سے منہ موڑ کر سچے درویشوں کی طرح دنیا کے جھمیلوں سے آزاد ہو جاؤ ۔

ساتویں پرندے کا عذر

ایک دوسرے پرندے نے ہدہد سے کہا ! مجھے سونے سے پیار ہے میرے لئے یہ بادام کی گری جیسا ہے ۔ اگر مجھے سونا نصیب نہ ہو تو میں لولا لنگڑا ہو جاتا ہوں ۔ دنیاوی چیزوں اور سونے کے عشق سے میرا دل لبریز ہے ۔ سونے کی خواہش نے مجھے روحانی اعتبار سے اندھا کر دیا ہے ۔

ہدہد نے اسے کہا ! اے پرندے تمہاری آنکھیں ظاہری چمک دمک سے چندھیا گئی ہیں ۔ تمہارے جیسے لوگوں کے دلوں میں چیزوں کی صحیح قدر و قیمت کبھی اجاگر نہیں ہوتی۔ تمہاری حالت ایسے انسان جیسی ہے جو اندھیرے میں دیکھنے کا عادی ہوتا ہے یعنی کہ جو شب کوری کا مریض ہو ۔ تم ایک چیونٹے کی مانند ہو جو کھانے پینے کی چیزوں پر مرمٹتا ہے ۔ چیزوں کی اصلیت کو سمجھنے کی کوشش کرو ۔ سونا اپنے پیلے رنگ کے بغیر محض ایک معمولی نوعیت کی دھات ہے ۔ یہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی تم ایک بچے کی طرح اس کے رنگ پر فریفتہ ہو ۔ سونے کا عشق کسی جواں مرد کو زیب نہیں دیتا ۔ سونے کے چاہنے والے آخر اسے مادی خچر کی شرم گاہ میں کیوں چھپاتے ہیں ؟ کیا اس قدر قیمتی چیز کو ایسی جگہ چھپایا جاتا ہے ۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے سونے سے کسی کو فائدہ نہ پہنچے تو یقین رکھو کہ تمہیں خود بھی اس سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ اگر تم (یونان کا ایک قدیم) نقرئی سکہ کسی غربت کے مارے کو دو گے تو تم دونوں کو

فائدہ ملے گا ۔ اگر تمہارے پاس سونا ہے تو تم اس سے بہت سارے لوگوں کا بھلا کرسکتے ہو۔ اگر تمہیں کوئی رتبہ و مقام حاصل ہے تو یہ بھی سونے ہی کے دم سے ہے ۔ جب تم کاروبار کی نیت سے کرایے پر دوکان لیتے ہو تو اس کا کرایہ لازماً ادا کرنا پڑتا ہے ، خواہ اس کے لئے تمہیں اپنی روح کا نذرانہ ہی کیوں نہ دینا پڑے ۔ تم نے اپنے کاروبار کی خاطر ہر چیز سے منہ موڑ لیا ہے حتیٰ کہ اپنے عزیز و اقارب کو بھی تم چھوڑ بیٹھے ہو ۔ جبکہ آخر میں تمہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ ہم تمہارے لئے یہی امید کرسکتے ہیں کہ تقدیر تمہیں پھانسی کے پھندے تک پہنچا دے گی ۔ اس بات کا یہ مطلب نہیں کہ تم دنیاوی چیزوں سے استفادہ نہ کرو ، بلکہ تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے اسے دوسروں پر خرچ کیا جانا چاہئے ۔ خوش بختی دولت کو تقسیم کرنے کے نتیجے ہی میں تم تک پہنچے گی۔ اگر تم دنیا کو پوری طرح سے نہیں بھی چھوڑ سکتے ہو تو پھر بھی امارت اور دنیاوی رتبوں کی خواہش کو دل سے نکال باہر کرو ۔

ایک مبتدی اور شیخ کی حکایت

ایک مبتدی (نیا مرید) کے پاس کچھ سونا تھا جسے اس نے اپنے پیر سے چھپا رکھا تھا ۔ پیر کو یہ بات معلوم تھی لیکن وہ مصلحتاً خاموش رہا اور مرید سے کچھ نہ کہا۔ کچھ عرصے بعد پیر اور مرید ایک سفر پر روانہ ہوئے راستے میں ایک بڑی خطرناک وادی آگئی ۔ اس وادی میں آگے دو راستے نکلتے تھے ۔ مرید ڈاکوؤں کے خوف سے گھبرا رہا تھا ۔ اسے ڈر تھا کہ ڈاکو اس سے سونا چھین لیں گے اور مجھے پیر کے سامنے ذلیل و خوار ہونا پڑے گا ۔ چنانچہ اس نے پیر سے پوچھا کہ ان دو راستوں میں سے ہمیں کونسا راستہ اختیار کرنا چاہئے ۔ پیر نے جواب دیا کہ تم نے جو سونا چھپا رکھا ہے اسے پھینک دو پھر جس راستہ پر مرضی ہے چلو ، کوئی خطرہ نہیں ہے ۔ پیر نے مرید سے کہا کیا تو نہیں جانتا کہ جو لوگ دولت سے محبت نہیں کرتے ان سے شیطان فوراً دور بھاگتا ہے ایک جو کے برابر سونے کا بھی روز محشر حساب کتاب لیا جائے گا اور بال کی کھال اتاری جائے گی ۔ دین کی راہ میں سونا لنگڑے گدھے کی مانند ہوتا ہے ۔ جس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی کیونکہ وہ بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہوتا ۔ جب کسی شخص کو

اچانک کہیں سے دولت ملے تو وہ پہلے حیران ہوتا ہے لیکن بعد میں وہ اس کا غلام بن جاتا ہے ۔ مال و دولت اور اسباب دنیا سے محبت کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کسی آدمی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر گڑھے میں پھینک دیا جائے ۔ دنیا کہ اس گہرے کھڈ سے بچنے کی کوشش کرو ۔ اگر یہ نہیں کرسکتے ہو تو اپنے سینے میں موجود سانس کو اندر ہی روک لو ۔ یہ ہوا بڑی غیر معمولی چیز ہے ۔

خدا کا ایک درویش کو تنبیہہ کرنا

ایک نیک شخص تھا جسے اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بخشی تھی کہ وہ چالیس برس سے عبادت کر رہا تھا ۔ وہ دنیا اور اہل دنیا سے کنارہ کش ہو کر اللہ سے لو لگا کر مطمئن ہو گیا تھا ۔ اس درویش نے صحرا میں ایک قطعہ اراضی کو اپنا مسکن بنا رکھا تھا ۔ اس قطعہ میں ایک درخت تھا جس پر ایک خوش الحان پرندے کا گھونسلہ تھا ۔ اس پرندے کی ہر آواز میں سینکڑوں راز پوشیدہ تھے ۔ اس بزرگ کو اس کی خوش آوازی پسند آئی اور وہ کچھ دیر کے لئے بڑے ذوق شوق سے اس کی آواز کو سنتا ۔ اس زمانے کے پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اس عابد کے لئے یہ پیغام دیا کہ اے عجیب انسان! تم نے اتنا عرصہ رات دن میری عبادت کی ہے اور میرے عشق میں جلتے رہے ہو ۔ مگر آخر میں تم نے مجھے ایک پرندے کے پاس بیچ دیا ہے ۔ یہ درست ہے کہ یہ پرندہ قابلِ ستائش ہے لیکن تم نے اپنے مال کو اس پرندے کی آواز کے عوض فروخت کر دیا ہے ۔ میں نے تمہیں خریدا لیکن تم نے مجھے بیچ دیا ہے ۔

آٹھویں پرندے کا عذر

ایک دوسرے پرندے نے ہدہد سے کہا ! میرا دل جائے قیام کی خوبصورتی سے آتش زیر پا بنا ہوا ہے ۔ میرے سونے کے محل کو دیکھ کر ہر کوئی اس کی تعریف کرتا ہے اور میں اس محل میں قیام پذیر ہونے کے ناطے مطمئن ہوں ۔ بھلا میں اس محل کو چھوڑنے کی توقع کیسے کرسکتا ہوں ؟ میں پرندوں کا بادشاہ ہوں میرے لئے یہ مناسب نہیں کہ میں تمہاری بیان کردہ وادیوں میں دکھ درد برداشت کرتے ہوئے مارا مارا پھروں ۔ کیا میں اپنے محل اور اپنی بادشاہی کو تیاگ دوں ؟ کوئی عقل مند مخلوق باغ ارم کو چھوڑ کر سفر کی تکالیف کیسے برداشت کر سکتی ہے ؟

ہد ہد نے اس سے کہا! اے پژمردہ دل ناتواں پرندے! کیا تو کتا تو نہیں ہے؟ یا پھر تو حمام میں آنے والوں کا خادم بننا چاہتا ہے؟ یہ گھٹیا اور ادنیٰ دنیا ساری کی ساری آگ کی بھٹی ہے اور تیرا محل بھی اسی بھٹی کا حصہ ہے۔ بالفرض اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ تیرا محل بہشت بریں ہے تو پھر بھی ایک دن موت اس محل کو تیرے لئے مصائب و تکالیف کا قید خانہ بنا دے گی۔

اگر تمام مخلوق کے لئے موت برحق نہ ہوتی تو پھر یہ دنیاوی محل تمہاری رہائش کے لائق تھا۔

ایک عارف کا محل کے بارے میں مذاق کرنا

ایک بادشاہ نے ہزاروں لاکھوں دینار خرچ کر کے ایک محل تعمیر کیا۔ اس کی آرائش و زیبائش کے لئے اس کے ارد گرد سونے کے مینار بنوائے اور فرش پر قیمتی غالیچے بچھا کر محل کو جنت کا نمونہ بنا دیا۔ محل کی تعمیر مکمل کرنے کے بعد بادشاہ نے دوسرے ملکوں سے وزیروں اور مشیروں کو بلوایا تاکہ وہ اس محل کو دیکھ سکیں یہ غیر ملکی مہمان بادشاہ کی خدمت میں تحفے تحائف لے کر حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے ان سب کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا! میرے محل کے بارے میں تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟ کیا اس محل کی خوبورتی اور اس کی تکمیل میں کوئی کمی رہ گئی ہے؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ روئے زمین پر ایسا خوبصورت محل نہ کسی نے دیکھاہو گا اور نہ آئندہ کوئی دیکھے گا۔ ایک عارف اٹھا اور اس نے برجستہ کہا کہ اے بادشاہ! اس محل میں ایک شگاف رہ گیا ہے۔ اس محل میں اگر یہ نقص نہ ہوتا تو تیرے لئے یہ غیب سے بہشت کے محل کا تحفہ ہوتا۔

بادشاہ نے جلال میں آکر کہا! مجھے وہ شگاف نظر نہیں آتا۔ آپ جہالت اور نادانی سے خود کو نمایاں کرنے کی غرض سے ایسی بات کہہ رہے ہیں۔ عارف نے جواب میں کہا اے مغرور بادشاہ ایسا نہیں جیسا تم سمجھ رہے ہو۔ جس شگاف کا میں ذکر کر رہا ہوں یہ وہ ہے جہاں سے گزر کر ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام تشریف لاتے ہیں۔ اگر تم اللہ کو کہہ کر انہیں روک سکتے ہو تو پھر ٹھیک ہے ورنہ تیرا محل اور تیرا تخت و تاج کس کام کا ہوگا؟ موت آنے پر یہ محل تمہارے لئے خاک کا ڈھیر بن جائے گا۔ دنیا کی

ہر چیز فانی ہے اور یہی بات تمہارے محل کی خوب صورتی کو گہنا رہی ہے ۔ ناپائیدار اور فانی چیز کو کوئی فن ، پائیدار اور لافانی نہیں بنا سکتا ؟ کاش تم اپنی امیدوں اور خوشیوں کے محل کی بنیاد اس مٹی سے بنے محل پر نہ رکھتے ۔ اپنے گھمنڈ اور غرور کو اس قدر نہ بڑھاؤ ۔ اگر کوئی بادشاہ کو اس کی غلطیوں سے آگاہ نہیں کرتا تو یہی بات بادشاہ کی عظیم بدبختی کی علامت ہے۔

مکڑی کی حکایت

کیا آپ نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ مکڑی اپنا وقت کتنے غیر معمولی انداز میں صرف کرتی ہے۔ وہ بڑی تیز رفتاری سے اپنا شاندار جالا بنتی ہے ۔ اس جالے کو اپنا گھر سمجھ کر اس کی خوب آرائش و زیبائش کرتی ہے ۔ چنانچہ اس کے جالے میں جب کوئی مکھی پھنس جاتی ہے تو وہ فوراً اس مکھی کا خون چوس لیتی ہے اور اس کے مردہ جسم کو چھوڑ دیتی ہے تاکہ آئندہ اسے خوراک کے لئے استعمال کر سکے ۔ اس کے بعد اچانک گھر کا مالک ہاتھ میں لکڑی لئے آتا ہے اور صفائی کرتے ہوئے جالے ، مکڑی اور مکھی ۔ تینوں کو ایک دم صاف کر دیتا ہے۔

مکڑی کا جالا دنیا کی مانند ہے۔ مکھی وہ رزق ہے جو خدا نے تمہارے لئے لکھ بھیجا ہے ۔ اگر ساری دنیا بھی تمہاری ہوجائے تو پھر بھی یہ تم سے ایک لمحے میں چھینی جاسکتی ہے ۔ تم عقل و فہم کے راستے پر چلنے والے ایک بچے ہو ۔ اس دنیا میں تمہاری کچھ حیثیت نہیں ہے۔ اگر تم نے گدھے کا مغز نہیں کھایا تو پھر دنیاوی مقام اور رتبے کے پیچھے مت بھاگو ۔ اے کاہل اور احمق انسان یہ جان لو کہ دنیا بیلوں اور سانڈوں کا جائے مسکن ہے ۔ جو شخص نقارے اور جھنڈے کا خواہاں ہے وہ کبھی بھی درویش نہیں بن سکے گا۔

نقارے اور جھنڈے سے دور رہو ان کی حقیقت آواز اور ہوا سے کچھ زیادہ نہیں ہے۔ یہ بے دام چیزیں ہیں ۔ اپنی بیہودگی کے گھوڑے کو لگام دو اور اقتدار کے نشے کا دھوکا مت کھاؤ ۔ جس طرح چیتے کی کھال کھینچ لی جاتی ہے ایسے ہی تمہاری زندگی بھی ایک دن تم سے چھین لی جائے گی۔

ہمت کی آنکھ کھولو اور راہ حق پر قدم آگے بڑھاؤ اور پھر دربار خداوندی کا نظارہ کرو ۔ جب تم دربار الٰہی کی ایک جھلک ہی دیکھ لو گے تو پھر تم دنیا کی ظاہری چمک دمک سے منہ موڑ لو گے۔

ایک کاہل مرد اور ایک درویش کی حکایت

ایک کاہل اور مردہ دل شخص بے مقصد کسی صحرا میں گھوم رہا تھا کہ اچانک تنہائی میں بیٹھے ایک درویش سے اس کی ملاقات ہوگئی ۔ اس نے درویش سے پوچھا! تمہارا کیا حال ہے ؟ درویش نے کہا! تمہیں ایسا سوال کرنے پر شرمسار ہونا چاہیئے ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ دنیا ایک تنگ و تاریک کوچہ ہے اس شخص نے کہا تمہاری بات ٹھیک نہیں ہے۔ اے درویش تم اس وسیع و عریض صحرا کو تنگ کوچہ کیوں کہہ رہے ہو ۔ درویش نے جواباً کہا یہ صحرا تنگ کوچہ نہ ہوتا تو تم یہاں کیسے آتے ؟

نویں پرندے کا عذر

ایک دوسرے پرندے نے ہدہد سے کہا! اے بلند شان والے پرندے! میں ایک حسین مخلوق کے عشق میں اس کا غلام بن گیا ہوں ۔ اس کے عشق نے میری عقل کو سلب کر دیا ہے ۔ محبوب کے چہرے کا خیال راہ حق میں میرے لئے راہزن بن گیا ہے اور اس نے میرے خرمن حیات میں ایک آگ لگادی ہے۔ اس کے بغیر مجھے ایک لمحہ بھی قرار نہیں ملتا ۔ جب اس نے میرے دل کو اپنے عشق سے لبریز کر دیا ہے تو اب میں اس حال میں کس طرح سیمرغ کی راہ پر چل سکتا ہوں۔ اگر میں اس سفر کو اختیار کروں گا تو مجھے سینکڑوں مصیبتیں اور آزمائشیں گھیر لیں گی۔ اپنے محبوب کے بغیر میں اس راستے کی تپتی دھوپ اور برف جیسی ٹھنڈک کو کیسے برداشت کرسکوں گا ؟ میں اس کے عشق میں بہت کمزور ہوچکا ہوں میں تو بس محبوب کے قدموں کی خاک ہوں ۔ میری حالت جب اس طرح ہوگئی ہے تو میں اب کیا کروں ؟

ہدہد نے پرندے سے کہا! تم ظاہری شکل و صورت کے عاشق ہو اور سر سے پاؤں تک غلاظت میں ڈوبے ہوئے ہو۔ عشق مجازی بچوں کا کھیل ہے۔ جو عشق زوال پذیر حسن سے جنم لے وہ بڑی تیزی سے رفو چکر ہو جاتا ہے۔ یہ ظاہری حسن تو فقط

اخلاط اور خون سے آراستہ ہوتاہے یہ اور بات ہے کہ لوگوں نے اس کا نام ماہ ناکاستہ رکھا ہوا ہے ۔ گوشت اور ہڈیوں سے بنے جسم سے بڑھ کر کونسی چیز بد صورت ہے ؟ حقیقی حسن تو پردہ غیب میں ہے ۔ اس کو ان دیکھی دنیا میں تلاش کرو ۔ اگر حقیقی حسن کا پردہ ہٹ جائے تو سارے عالم کی ظاہری شکل و صورت نیست و نابود ہو جائے گی۔

حضرت شبلیؒ کی نصیحت

ایک دن ایک شخص روتے ہوئے حضرت شبلیؒ کے پاس گیا۔ حضرت نے اس سے پوچھا تم کیوں رو رہے ہو ۔ اس شخص نے کہا! اے شیخ میرا ایک دوست تھا جس کی خوبصورتی کو دیکھ کر میری روح موسم بہار میں جوبن پر آئے گل و گلزار کی مانند ہو جاتی تھی ۔اس کا کل انتقال ہوگیا ہے اور میں بھی اس کے غم میں مر جاؤں گا۔ حضرت شبلی نے کہا تم اتنے مغموم کیوں ہو جبکہ ایک طویل عرصے تک تمہاری اس سے دوستی قائم رہی ۔ جاؤ اور کسی ایسے کو دوست بنالو جسے کبھی موت نہ آئے تب تمہارے غم کا مداوا ہو جائے گا ۔یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ فانی چیزوں سے لگاؤ کے عیوض ہمیں فقط دکھ درد ہی مل سکتا ہے۔

ایک امیر کبیر تاجر کا اپنی لونڈی کو فروخت کرنا

ایک امیر کبیر تاجر کے پاس ایک لونڈی تھی جو مصری سے میٹھی اور نہایت ہی خوب صورت تھی ۔ ایک دن اچانک اس تاجر نے اس لونڈیا کو فروخت کر دیا ۔مگر چند دنوں بعد وہ پچھتانے لگا اور بہت پریشان ہوگیا ۔ آخر بے قرار ہو کر وہ لونڈی کے نئے مالک کے پاس گیا اور ہزاروں اشرفیوں کے عیوض اس لونڈی کو دوبارہ خریدنے کی کوشش کی ، لیکن نئے مالک نے لونڈی دوبارہ تاجر کو فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ اپنی ناکامی پر مایوس ہو کر یہ تاجر سر پر مٹی ڈالتے ہوئے گھر واپس لوٹا۔ تمام راستہ وہ یہی کہتا رہا کہ میں ہی اس بات کا قصور وار ہوں جو اس قدر شریں اور شرمیلی لونڈی کو دولت کی لالچ میں فروخت کردیا۔ میرے لئے وہ دن بڑا ہی برا تھا جب میں اسے زیادہ

نفع کی غرض سے بناو سنگھار کر کے بازار لے گیا تھا۔

اے طالب حق! تیری زندگی کا ہر سانس ایک قیمتی موتی ہے۔ تیرے جسم کا ذرہ ذرہ راہ حق کی طرف رہبری کر رہا ہے ۔ سر سے پاؤں تک تجھ پر حق تعالیٰ کے احسانات ہیں ۔ اگر تم اس بات سے صدق دل سے مطلع ہوتے تو ذات خداوندی سے دور رہنا تمہیں بھلا کب گوارا ہوتا۔

حضرت منصور حلاجؒ کے واقعہ کا بیان

حضرت منصور حلاج کو جس وقت سولی پر چڑھایا جارہا تھا تو ان کی زبان پر انا الحق کا ورد جاری تھا ۔ سولی پر چڑھنے سے پہلے لوگوں نے ان کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے تھے ۔ جب زیادہ خون بہہ جانے سے شیخ کا چہرہ زرد ہونے لگا تو انہوں نے کٹے ہوئے ہاتھ سے جاری خون کو اپنے چہرے پر مل لیا اور کہا کہ میں اپنے چہرے کو زرد نہ ہونے دوں گا۔ کیونکہ زرد چہرہ دیکھ کر لوگ کہیں گے کہ میں ڈر گیا ہوں۔ میں اپنے چہرے کو سرخ کرلوں گا تاکہ پھانسی دینے والا جلاد جب دار کی طرف دیکھے گا تو کہہ اٹھے گا کہ میں ایک بہادر انسان ہوں ۔ جس شخص کو موسم گرما میں سات سروں والے اژدھے کے ساتھ سونا اور کھانا پڑے تو بہرحال اس کو ایسے کھیل سے واسطہ پڑجاتا ہے جس میں دار پر لٹکانا کم سے کم سزا ہوتی ہے۔

دسویں پرندے کا عذر

اس پرندے نے ہدہد سے کہا! میں موت سے ڈرتا ہوں۔ سیمرغ تک جانے والی وادی بہت وسیع و عریض ہے اور میں زاد راہ کے بغیر یہ سفر کیسے کرسکتا ہوں ۔ میں موت کے خوف سے اتنا لبریز ہوں کہ اس سفر کی پہلی منزل پر ہی میرا دم نکل جائے گا اگر میں ایک بہت ہی طاقتور سردار ہوتا تو پھر بھی موت کا خوف میرے لئے کم نہ ہوتا۔ جو شخص موت پر تلوار سے وار کرنا چاہے گا اس کی تلوار اس کے ہاتھ کی مانند کٹ کر ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔ افسوس کے اپنے دست بازو اور تلوار پر بھروسہ کرنے والوں کو نا امیدی اور دکھ درد ہی ملتا ہے۔

ہدہد نے اس سے کہا ! اے ناتواں اور کمزور ارادے والے پرندے کیا تم یوں ہی گودے اور ہڈیوں کا ڈھانچہ بنے رہوگے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ طویل یا مختصر زندگی بہرطور چند سانسوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جو پیدا ہوتا ہے اسے ایک دن مرنا بھی ہوتا ہے اور یہ کہ ایک دن تو خاک میں مل جائے گا اور تیرے وجود کی خاک کو ہوا چہار سو بکھیر دے گی۔

اے طالب حق ! موت کی خاطر تمہاری پرورش کی گئی ہے۔ اس دنیا میں تمہیں اٹھالینے کی غرض سے بھیجا گیا ہے۔ آسمان لٹے پیالے کی مانند ہے جو ہر شام شفق کی لالی کے خون سے رنگا ہوتا ہے ۔ نیزے سے مسلح سورج ہر ایک کو قتل کر کے سر اس پیالے میں ڈال دیتا ہے۔ تم اچھے ہو یا برے بہرحال پانی کا ایک قطرہ ہو جو مٹی میں مل کر اس دنیا میں آیا ہے ۔ خواہ تم زندگی بھر اس دنیامیں بادشاہ بنے رہو ، انجام کار دکھ درد کے ساتھ تمہیں اپنی جان کو جان آفرین کے سپرد کرنا ہی ہے۔

ققنس یا عنقا (ایک فرضی پرندہ)

عنقا ایک دلکش اور قابل تعریف پرندہ ہے جو ملک ہندوستان میں رہتا ہے۔ اس کا کوئی جیون ساتھی نہیں اور یہ مجرد زندگی گزارتا ہے۔ اس کی چونچ سخت اور لمبی ہوتی ہے ، اور بانسری کی طرح اس میں تقریباً سو کے قریب سوراخ ہوتے ہیں ۔ اس کی چونچ کے ہر سوراخ سے الگ الگ آوازیں نکلتی ہیں اور ہر آواز میں ایک مخصوص راز پنہاں ہوتا ہے۔ جب کبھی یہ پرندہ اپنی چونچ سے موسیقی پیدا کرتاہے تو تمام پرندے اور مچھلیاں اس سے بیقرار ہو جاتی ہیں ۔حتیٰ کہ خونخوار درندے بھی بے خود ہو کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک فلسفی اس سے ملنے گیا اور اس سے موسیقی کا علم سیکھا۔ عنقا کی عمر لگ بھگ ایک ہزار برس ہوتی ہے۔ اپنی موت کے دن سے یہ بخوبی آگاہ ہوتا ہے۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو یہ لپنے ارد گرد لکڑیوں اور سوکھے پتوں کا ڈھیر لگا لیتا ہے ، اور پھر ایک غم آلود چیخ مارتا ہے ۔ پھر یہ اپنی چونچ سے دل کی گہرائیوں سے اٹھنے والے راگ الاپتا ہے ۔ اس کی گریہ وآزاری موت کے غم کو بیان کرتی ہے اور اس کا وجود پتوں کی طرح تھرتھرانے لگتا ہے ۔ اس کی دردناک آواز

سن کر تمام پرندے اور درندے اس کی حالت زار دیکھنے کے لئے آجاتے ہیں - یہ منظر دیکھ کر سارے جانور حیران و پریشان ہوجاتے ہیں ۔ اس کی زندگی کی جب ایک سانس باقی رہ جاتی ہے تو یہ اپنے پروں کو جھاڑنے لگتا ہے۔ اس دوران اس کے پروں سے آگ بھڑک اٹھتی ہے جس سے اس کا جسم جل کر پہلے کوئلہ اور آخر میں راکھ کا ڈھیر بن جاتا ہے ۔ جب راکھ کے اس ڈھیر میں آخری چنگاری بھی بجھ جاتی ہے تو پھر اس راکھ سے ایک دوسرا عنقا پیدا ہو جاتا ہے -

اے جوانمرد ! کیا کوئی شخص اس دنیا میں مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہوا ہے - اگر قضا و قدر تجھے عنقا جیسی لمبی عمر بھی عطا کردیں تو آخر کار تمہیں موت سے ہمکنار ہونا پڑے گا ۔ غور کرو کہ کیوں ایک ہزار برس کی عمر رکھنے والا پریشان حال عنقا اپنی حالت زار پر آنسو بہاتا ہے ، حالانکہ نہ اس کی بیوی بچے ہیں اور نہ ہی کوئی رشتے دار۔ جب اس کا خاتمہ قریب ہوتا ہے تو یہ اپنی راکھ ہوا کے دوش پر بکھیر دیتا ہے اور موت سے نجات کی کوئی تدبیر کارگر ثابت نہیں ہوتی ۔ تمہیں عنقا کے کرشمہ سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ موت اگرچہ بہت سخت اور ظالم چیز ہے پھر بھی ہمیں اس کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیئے۔ بے شک ہمیں زندگی میں اور بھی کئی مشکل کاموں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے لیکن موت ان سب میں مشکل ترین کام ہے۔

حاتم طائی کا وقت مرگ نصیحت کرنا

جب حاتم طائی کا انتقال ہورہا تھا تو کسی نے اس سے پوچھا ! اے حاتم طائی کیا تو نے اس وقت مال و دولت کی حقیقت کا نظارہ کر لیا ہے ؟ بتاؤ اس وقت تمہارا کیا حال ہے ؟ حاتم طائی نے کہا ! میں اپنی حالت کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ میں اپنی زندگی کی آخری سانسیں گن رہا ہوں ۔ اب میرا خاتمہ قریب ہے اور مجھے عنقریب قبر میں دفنا دیا جائے گا ۔ بس میرے دوست بس ، کہنے کو اب میرے پاس کچھ نہیں ہے - جاؤ شب خیر ۔

اے طالب حق جان لو کہ موت کا اس کے علاوہ کوئی علاج نہیں کہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کا استقبال کیا جائے۔ ہم سب مرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں -

زندگی ہمارا ساتھ نہیں دے گی۔ ہمیں خود کو موت کے حوالے کرنا ہی ہوگا۔ الغرض یہ بات جان لو کہ جس بادشاہ کا سکہ سارے جہاں میں چلتا تھا آج وہ بھی مٹی کے ڈھیر میں خام کوئلہ بن کر رہ گیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پانی کا ایک مٹکا

ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک چشمے سے صاف و شفاف پانی پیا، جس کا ذائقہ عرق گلاب سے بھی زیادہ فرحت بخش تھا۔ حضرت کے ایک ساتھی نے اس چشمے سے پانی کا ایک مٹکا بھرا اور پھر دونوں آگے چل پڑے۔ کچھ دور جا کر پیاس بجھانے کی غرض سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مٹکے سے پانی کا ایک گھونٹ پیا۔ لیکن اس مرتبہ پانی کا ذائقہ بہت کڑوا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام حیرت زدہ ہوگئے اور خدا سے مخاطب ہو کر کہا! اے خدا چشمے اور مٹکے کا پانی ایک ہی ہے۔ لیکن مجھے بتاؤ کیوں ایک کا ذائقہ شہد سے میٹھا ہے جبکہ دوسرے کا ذائقہ نہایت کڑوا ہے؟ تب مٹکا بولا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا! میں بہت پرانا ہوں۔ اس آسمان کے نیچے میں نے ہزار روپ بدلے ہیں، کبھی میں سنگ مرمر کا ظرف، کبھی ایک مٹکا اور کبھی ایک لوٹا بنتا رہا ہوں۔ میں نے جو بھی روپ دھارا اس میں موت کی تلخی کا ذائقہ برابر موجود رہا۔ میری تخلیق ہی ایسی ہے کہ میرے اندر موجود پانی میں موت کی تلخی ہمیشہ برقرار رہے گی۔

اے غافل انسان! مٹکے کے وجود سے عبرت حاصل کرو۔ موت آنے سے پہلے زندگی کے پراسرار رازوں کو جاننے کی کوشش کرو۔ جب تم اپنی زندگی میں اپنی حقیقت کو نہیں پہچانو گے تو مرنے کے بعد اس راز کو کیسے معلوم کرسکو گے؟ تم انسانی زندگی میں حصہ دار ہو پھر بھی تم ایک نام نہاد انسان ہوں۔

سقراط اور شاگردوں کی حکایت

حکیم سقراط پر جب نزاع کا وقت آیا تو اس کے ایک شاگرد نے اس سے کہا! اے استاد محترم آپ کی وفات کے بعد آپ کی تجہیز و تکفین کا کیا انتظام کیا جائے؟ سقراط

نے کہا ! میرے پیارے شاگرد اگر تم مجھے پاسکو تو جہاں چاہیئے مجھے دفن کردینا ۔ شب خیر میں اتنی لمبی عمر میں اپنی حقیقت کو نہ پاسکا تو تم میرے مرنے کے بعد مجھے کہاں پاؤ گے ؟ میں اس دنیا سے یوں جارہا ہوں کہ مجھے اپنی حقیقت کے متعلق ایک بال برابر بھی خبر نہیں ہے۔

گیارہویں پرندے کا عذر

ایک دوسرے پرندے نے ہدہد سے کہا ! اے نیک اعتقاد والے میری ایک بھی دنیاوی خواہش پوری نہیں ہوئی ۔ میں نے اپنی ساری عمر دنیا کے غم میں گزار دی ہے۔ میرے دل میں اتنے غم ہیں کہ میں ایک لمحے کو نوحہ و ماتم سے غافل نہیں رہ سکتا۔ میں ہمیشہ حیرانی ، پریشانی و کاہلی اور سستی کی حالت میں پڑا رہتا ہوں ۔ اگر مجھے لمحہ بھر کو چین نصیب ہو جائے تو میں کافر ہوں ۔ اس حالت سے نتیجے کے طور پر میں ایک درویش بن گیا ہوں ۔ اس کے باوجود میں روحانی سفر پر روانگی میں ہچکچاہٹ محسوس کر رہا رہوں ۔ اگر میرا دل اس قدر غموں سے لبریز نہ ہوتا تو مجھے اس سفر میں روانگی سے خوشی ہوتی۔ چنانچہ میں شک و تردد کی حالت میں ہوں ۔ میں نے اپنا سارا حال آپ کو سنا دیا ہے اب آپ ہی بتائیں میں کیا کروں ۔

ہدہد نے اسے کہا ! اے مغرور پرندے تو سرتا پا خود پر رحم کرنے کے مرض میں مبتلا ہو کر کپی کی طرح پھول گیا ہے ۔ تم نے خود کو ناحق مشکل میں ڈال رکھا ہے جب یہ سارا جہاں فانی ہے اور تو بھی فانی ہے تو پھر اس کو چھوڑ دے ۔ دنیا سے منہ موڑ لو کیونکہ جو چیز پائیدار نہ ہو اس کے طالب کا دل بھی زندہ نہیں ہوگا۔ جن مصائب و آلام کو تم برداشت کر رہے ہو یہ تمہارے لئے عظمت نہیں بلکہ رسوائی کا موجب ہوسکتی ہیں ۔ ظاہری دنیا کی تکالیف دانش مند کے لئے حکمت و دانش کا خزانہ ہوتی ہیں ۔ اگر راہ حق پر چلنے کی کوشش کرو گے تو تم پر ہزاروں رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گی تمہاری موجودہ زندگی حماقتوں کا مجموعہ ہے ۔

ایک احسان مند غلام کی حکایت

ایک نیک دل بادشاہ نے ایک دن غلام کو کھانے کے لئے میوہ دیا جسے کھا کر غلام نے کہا کہ ایسا لذیذ میوہ میں نے زندگی میں کبھی نہیں کھایا۔ اس پر بادشاہ نے بھی اس سے کچھ میوہ لینے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ بادشاہ نے جب تھوڑا سا میوہ چکھا تو اس کے کڑوے پن سے حیران ہو کر منہ چڑھایا۔ غلام نے کہا! اے بادشاہ سلامت جب میں نے آپ کے ہاتھوں سے ہزاروں میٹھے تحفے کھائے ہیں تو اگر ایک کڑوا میوہ کھانا پڑا ہے تو کونسی تعجب کی بات ہے۔ آپ کے ہاتھوں مجھ پر نوازشات کی بارش دیکھتے ہوئے میں کڑوے پن کی وجہ سے بھلا کیونکر آپ سے بیگانہ ہو سکتا ہوں؟

اے مخاطب! اس لئے، اگر اللہ کی راہ میں تجھے کچھ تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں تو یقین رکھو کہ اس کے اندر رازوں کے کئی خزانے پوشیدہ ہوں گے۔ اس دنیا کی اشیاء بظاہر الٹی سیدھی نظر آتی ہیں لیکن تم اس غلام کی احسان مندی کو ہرگز فراموش نہ کرنا۔

ایک بوڑھی عورت اور شیخ مہنہ کی حکایت

ایک بوڑھی عورت نے حضرت شیخ مہنہؒ سے کہا کہ آپ مجھے ایسی دعا سکھائیں جس سے میرا قلب مطمئن ہو جائے۔ میں نے بہت مصیبتیں اٹھائی ہیں اب میری خواہش ہے کہ مجھے ان مصائب و آلام سے نجات مل جائے۔

شیخ نے اس بڑھیا سے کہا! ایک مدت گزر چکی ہے کہ میں خود خوشی کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں۔ میں نے خوشی کی بڑی تلاش کی ہے مگر یہ مجھے کہیں بھی نظر نہیں آئی اور نہ ہی محسوس ہوئی ہے۔ جب تک عشق کی راہ میں آنے والی مشکلات و مصائب کو ہم تسلیم نہیں کریں گے ہم مطمئن کیسے ہو سکیں گے۔

حضرت جنیدؒ سے ایک سوال

کسی نے حضرت جنیدؒ سے پوچھا! اے واصل حق یہ بتائیں کہ انسان کو خوشی دلی کب حاصل ہوتی ہے۔ حضرت جنید نے جواب دیا! جب وہ عشق کے توسط سے تسلیم و رضا کا خوگر ہو جاتا ہے۔

ایک ذرہ بظاہر چمکدار نظر آتا ہے۔ بہ اعتبار فطرت وہ خاک کا ایک ذرہ ہی ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ خود کو سورج میں فناکر دے تو اسے اس کی صفات ہمیشہ کے لئے حاصل ہو جاتی ہیں -

چمگادڑ کا سورج کو تلاش کرنا

ایک رات چمگادڑ خود سے کہہ رہی تھی ! یہ کیا ماجرا ہے مجھے ایک لمحہ کو بھی سورج کا دیدار نصیب نہیں ہوا - میں تمام عمر اس بے چارگی کے عالم میں ماری ماری پھر رہی ہوں تاکہ میں سورج میں گم ہو جاؤں - میں برسوں سے آنکھیں بند کر کے ادھر ادھر بھاگی پھر رہی ہوں لیکن آج بھی وہیں پر ہوں جہاں شروع میں تھی -

ایک غور و خوض کرنے والے نے اسے مخاطب کر کے کہا ! تم اپنے غرور میں مست ہو ، تمہیں سورج تک پہنچنے میں ابھی مزید ہزار برس سفر کرنا ہوگا - تم جیسا پرندہ سورج کو کیسے پاسکتا ہے ؟ بھلا چیونٹی چاند تک کیسے پہنچ سکتی ہے ؟ چمگادڑ نے جواب میں کہا ! ان سب باتوں کے باوجود میں سورج کی تلاش برابر جاری رکھوں گی۔ بہر طور چند برسوں کی تگ و دو کے باعث وہ کمزور اور ناتواں ہوگئی لیکن سورج اسے نہ مل سکا - اس پر اسے گمان ہوا کہ شاید وہ سورج سے بھی آگے نکل گئی ہے - ایک دانش مند پرندے نے چمگادڑ کی یہ بات سن کر اسے کہا ! تم خوابوں کی دنیا میں رہتی ہو تم دائرے ہی میں چکر لگاتی رہی ہو۔ سیدھے راستے پر تو تم نے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا اور اپنے غرور کے نشے میں چور ہو کر اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ شاید تم سورج سے بھی آگے بڑھ گئی ہو - یہ بات سن کر چمگادڑ نے بالکل ہمت ہاردی اور خستہ و ماندہ ہو کر گر پڑی - پھر بڑی عاجزی سے خود کو مخاطب ہو کر کہنے لگی تجھے باطنی انوار سے مالا مال ایک پرندہ مل گیا ہے اب مزید آگے جانے کی ضرورت نہیں ہے -

بارہویں پرندے کا سوال

ایک دوسرے پرندے نے ہدہد سے کہا ! اے ہمارے مرشد و رہبر ، اگر میں آپ کے حکم کی بجا آوری کروں تو کیسا رہے گا؟ میں ان مشکلات کو اپنے سر لینے کو تیار

نہیں جو اس راستے میں آگے چل کر پیش آئیں گی ۔ ہاں لیکن میں آپ کے حکم کی بجا آوری کا اقرار کرتا ہوں ۔ اگر میں آپ کے فرمان سے سرکشی کروں تو پھر میں سزا کا مستحق ہوں ۔

ہدہد نے جواب میں اسے کہا ! تم نے بہت اچھا سوال کیا ہے۔ مردان باکمال کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی درجہ نہیں ہے ۔ کیونکہ اگر تم ذاتی پسند و ناپسند کی متابعت کرتے رہو گے تو اپنے نفس پر کیونکر قابو پاسکو گے ؟ اگر تم راضی خوشی خود کو مرشد کے تابع کر دو گے تو تم نفس پر حاوی ہو جاؤ گے۔ جو کوئی اس سفر میں تابعداری اختیار کرتا ہے وہ اس راہ میں موجود دھوکہ و فریب سے باہر نکل آتا ہے اور کئی طرح کی مشکلات سے بچ جاتا ہے۔ شریعت کے مطابق اللہ کے لئے کی گئی ایک گھنٹے کی عبادت عمر بھر دنیا کی خدمت کرنے سے بہتر ہے۔ اس دنیا کی بے جا تکالیف برداشت کرنے والے کی مثال اس آوارہ کتے جیسی ہے جو ہر گزرنے والے مسافر کی گالیاں سنتا ہے ، اور جو شخص طریقت کی راہ پر تھوڑی سی بھی ریاضت کرے گا اسے اس کے تمام تر ثمرات سے نوازا جائے گا۔

ایک بزرگ کا حضرت بایزیدؒ اور حضرت ترمذی کو خواب میں دیکھنا

پچھلے زمانے میں ایک بہت بڑے عالم دین اور قطب عالم گزرے ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک دفعہ حضرت بایزید بسطامی اور حضرت ترمذی کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے مجھے اپنا رہبر بنایا اور خود میرے پیچھے پیچھے ہوگئے۔ میں حیران ہوا کہ ان بزرگوں نے میرا اس قدر احترام کس لئے کیا ہے ؟ اس کی تعبیر مجھے یوں سمجھ میں آئی کہ صبح کے وقت میرے دل سے بے اختیار ایک جگر سوز آہ نکلی تھی ۔ میری آہ گویا ایک دستک تھی جس سے میرے لئے بارگاہ الہٰی کا دروازہ کھل گیا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں نامی گرامی پیر اور ان کے مرید بیٹھے ہوئے تھے۔ ندائے غیبی نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ دوسرے سب پیر اور مرید مجھ سے بایزید کا فیض مانگتے ہیں مگر اصل جواں مرد بایزد ہے جو فقط ہمیں چاہتا ہے ، ہم سے اور کوئی چیز نہیں مانگتا ۔ یہ بزرگ مزید فرماتے ہیں کہ یہ خطاب سن کر میں سمجھ گیا کہ جو کچھ بھی تیرا (اللہ) فرمان

ہوگا وہی میری حاجت ہے اور یہی میرے لئے باعث ہدایت بھی ہے ۔ میں کون ہوں جو تجھ سے تیرے بغیر اور کوئی چیز مانگوں ۔ غلام کے لئے آقا کے فرمان پر عمل کرنا ہی کافی ہے ۔

چنانچہ بارگاہ الہیٰ میں میرے ان خیالات کو پذیرائی حاصل ہوئی جس کی وجہ سے ان بزرگوں نے مجھے اپنا امام مان لیا ۔ جب بندہ سچی نیت سے فرماں برداری کرتا ہے تو اس کا ہر عمل حکم الہیٰ کے مطابق ہوجاتا ہے ۔ وہ بندہ خدا کا غلام نہیں ہوسکتا جو اپنے کاموں کے بارے میں ڈینگیں مارتا پھرے۔ سچا غلام مشکل وقت ہی میں پرکھا جاتا ہے ۔ لہٰذا امتحان میں پورے اترو تاکہ تمہارا بھی پتہ چل جائے کہ تم کس کھیت کی مولی ہو (یعنی تمہیں اپنی ذات کا عرفان حاصل ہوسکے)۔

ایک بادشاہ اور غلام کی حکایت

ایک بادشاہ نے اپنے ایک غلام کو شاہی لباس عطا کیا ۔ غلام شاہی لباس پہن کر خوشی خوشی باہر آیا ۔ غلام نے اپنے میلے چہرے کو شاہی لباس کی آستین سے صاف کرنا شروع کر دیا۔ ایک رقیب نے یہ واقعہ بادشاہ کو بتادیا۔بادشاہ نے جلال میں آکر اس بے ادب غلام کو سولی پر چڑھانے کا حکم جاری کیا۔

اے طالب حق یہ بات جان لو کہ جو بھی بے ادب اور گستاخ ہوتا ہے شاہی دربار میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی ۔

تیرہویں پرندے کی درخواست

ایک دوسرے پرندے نے ہدہد سے کہا ! اے مکرو فریب سے پاک رائے والے خدا کے راستے میں پاکبازی کا کیا مقام ہے ؟ میں دل کو کسی دوسرے کام میں مشغول رکھنے کو حرام سمجھتا ہوں ، اس لئے جو کچھ میرے پاس آتا ہے میں اسے خرچ کر دیتا ہوں۔ جو میرے ہاتھ میں باقی بچ جاتا ہے وہ مجھے بچھو کی طرح کاٹتا ہے ۔ میرے دل میں دنیا کے لئے محبت نہیں ہے ۔ میں نے تمام دنیاوی چیزوں اور رکاوٹوں کو جھٹک دیا ہے ۔ میں روحانیت کے راستے پر خلوص نیت سے عمل پیرا ہونا چاہتا ہوں تاکہ ایک دن مجھے اپنے محبوب اور معبود حقیقی کا دیدار حاصل ہوجائے ۔

ہدہد نے اسے جواب دیا کہ راہ حق ہر کس و ناکس کے لئے کھلا نہیں ہوتا۔ صرف نیک لوگ ہی اس کو طے کرسکتے ہیں ۔ اس راہ پر اطمینان سکون اور صدق دل سے جدوجہد کرنی چاہیئے ۔ تم اپنا مال و متاع جلا کر اس کی راکھ پر بیٹھ جاؤ۔ جب تک تم دنیا کی ایک ایک چیز کو جلا نہیں دو گے تمہیں اس سے نجات حاصل نہیں ہوگی۔ جب دنیا کے قید خانے میں تمہیں زیادہ دن قیام نہیں کرنا تو پھر ابھی سے دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز ہو جاؤ ۔ کیونکہ بوقت نزاع دنیا کی کوئی چیز تجھے موت کے چنگل سے بچا نہ سکے گی ۔ اس راہ پر سفر کرنے کے لئے خود سے مخلص ہونا پڑتا ہے ، اور خود سے سچا ہونا اس سے کہیں زیادہ دشوار کام ہے جتنا تم سمجھتے ہو ۔

حضرت ترمذیؒ کی تمثیلی حکایت

ایک دن ترکستان کے صوفی بزرگ نے خود سے کہا ! مجھے دو چیزیں بہت عزیز ہیں۔ ایک میرا بیٹا اور دوسرا میرا چتکبرہ گھوڑا جس پر میں سواری کرتا ہوں۔ اگر مجھے کوئی بیٹے کی وفات کی خبر سنائے تو بطور شکرانہ میں یہ گھوڑا اسے بخش دوں گا ۔ کیونکہ میرے دل کو یہی دو بت بہت عزیز ہیں ۔

اے طالب حق جب تک تم اپنی کوتاہیوں ، پشیمانیاں اور مشرکانہ معبودوں کو شمع کی طرح جلا نہیں دو گے اس وقت تک خود کو دوسروں کے مقابلے میں پاکباز مت سمجھو۔ جو شخص اپنی پاکبازی پر غرور کرتا ہے اسے اپنی حالت جاننے کی کوشش کرنا چاہیئے۔

حضرت شیخ خرقانیؒ کا بینگن کھانا

معرفت میں عرش معلیٰ پر ممکن حضرت شیخ خرقانیؒ کے دل میں ایک دن بینگن کھانے کی شدید خواہش پیدا ہوئی ۔ انہوں نے بڑے جوش و خروش سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ ان کی والدہ نے شیخ کی خواہش کے مطابق بینگن کا سالن تیار کیا اور ان کی خدمت میں پیش کیا۔ جیسے ہی انہوں نے سالن کھایا تو بدمعاشوں نے ان کے بیٹے کا سر قلم کر دیا ۔ رات میں ایک بد بخت ان کے بیٹے کا کٹا ہوا سر ان کے دوازے پر رکھ

گیا۔ اس پر شیخ نے کہا کہ سینکڑوں مرتبہ میرے دل میں یہ بد شگون اٹھا کہ میں نے ذرا سا بھی بینگن کھالیا تو یقیناً کوئی آفت مجھ پر نازل ہوگئی ۔ لیکن پھربھی میں اپنی شدید خواہش پر قابو نہ پاسکا۔

اے طالب حق ! جو کوئی اپنی خواہشات کو کھلی چھٹی دیتا ہے وہ اپنی ہی روح کو دباتا ہے۔ دنیاوی عالموں کی کوئی حقیقت نہیں ، یہ کچھ بھی نہیں جانتے ان کی تعلیم میں یقین کا فقدان ہے۔ علم کی بے شمار قسمیں ہیں جنہیں حاصل کرنا کسی کے بس میں نہیں ہے ۔ ہر لمحہ نئی سے نئی مصیبتوں کا قافلہ آسکتا ہے جو تجھے آزمائشوں میں مبتلا کردیتا ہے ۔

مجھے بادشاہ فرعون کے جادوگروں سے زیادہ خوش قسمت اور کوئی نظر نہیں آتا جنہوں نے اپنے جسم سے روح کو الگ کر کے دین میں مضبوطی سے گاڑ دیا اور یوں دنیا سے محبت کو ترک کر دیا۔

چودہویں پرندے کا خطاب

ایک دوسرے پرندے نے ہدہد سے کہا ! اے صاحب نظر، تیرا تجویز کردہ سفر بلند ہمتی کی انتہا ہے۔ گو ظاہری اعتبار سے میں بہت ہی نحیف اور کمزور ہوں لیکن درحقیقت میں بلند ہمت رکھتا ہوں ۔ اگرچہ میں کم زور ہوں لیکن میرا مقصد اعلیٰ و ارفع ہے ۔

ہدہد نے اسے جواب دیا ! اگر تم میں ایسے نیک جذبے کا ذرہ بھی موجود ہے تو تم سورج پر بھی غلبہ پالو گے ۔ جوانمرد کی روح کے بال و پر اس کی ہمت ہی ہوتی ہے

ایک بوڑھی عورت اور حضرت یوسف علیہ السلام کی حکایت

کہتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو مصریوں کے ہاتھ فروخت کیا گیا تو انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بہت عزت و توقیر کی ۔ آپ کے خریداروں سے مصر کا بازار کھچا کھچ بھرگیا۔ اس پر آپ کے دام آپ کے وزن سے پانچ سے دس گنا زیادہ کستوری (مشک) کے برابر ٹھہرا ۔ اس دوران ایک بوڑھی عورت بھاگتی ہوئی آئی

اور خریداروں کے ہجوم کو چیرتی ہوئی دلال کے پاس پہنچی اور بڑے جوش و خروش سے کہنے لگی اے دلال! کنعان کا غلام میرے ہاتھ بیچ دو میں اس لڑکے کو خریدنے کے لئے بہت پریشان ہوں۔ بطور قیمت میں کاتے ہوئے سوت کی دس ڈھیریاں لائی ہوں۔ یہ مجھ سے لے لو اور اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو اب مزید ٹال مٹول نہ کرو۔

بڑھیا کی باتیں سن کر دلال ہنسنے لگا اور اسے کہا! اے سادہ لوح بڑھیا اس گوہر نایاب کو حاصل کرنا تیرے بس کی بات نہیں ہے۔ بازار میں سینکڑوں خزانے اس کے لئے بطور دام لگ چکے ہیں۔ یہاں تیری دال نہیں گلے گی سوت کی ڈھیریاں یہاں کس کام آئیں گی۔ بڑھیا نے دلال سے کہا! میں یہ اچھی طرح جانتی ہوں کہ یہ لڑکا میرے ہاتھ کوئی فروخت نہیں کرے گا لیکن میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ سب دوست اور دشمن یہ تو کہیں گے کہ بڑھیا بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں سے ہے۔

جو شخص بلند ہمت نہیں ہے وہ خدا کی لامحدود بادشاہی تک کبھی رسائی حاصل نہ کرسکے گا۔ اس بلند ہمتی کے باعث ایک شہنشاہ نے دنیاوی بادشاہت کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا تھا۔ جب اسے دنیاوی بادشاہت کی عارضی حقیقیت کا پتہ چل گیا تو اس نے روحانی بادشاہت کے عوض دنیا کی ہزاروں بادشاہتوں کو لات مار دی۔

حضرت ابراہیم ادھمؒ کی حکایت

ایک شخص ہمیشہ اپنی مفلسی کا رونا روتا رہتا تھا۔ حضرت ابراہیم ادھم نے اسے کہا بیٹا! لگتا ہے کہ تونے اپنی مفلسی کی قیمت ادا نہیں کی؟ اس پر اس شخص نے کہا حضرت آپ نے فضول بات کہی ہے بھلا کوئی مفلسی بھی خریدتا ہے؟ حضرت ابراہیم نے اسے کہا میں نے مفلسی دنیاوی بادشاہت کے عیوض خریدی ہے۔ میں اب بھی ایسی مفلسی دنیا کے سینکڑوں بادشاہتوں کے عوض خریدنے کو تیار ہوں۔

کمال ذات حاصل کرنے میں اہل ہمت نے اپنی جان اور جسم دونوں کو اس کی خاطر قربان کردیا ہے۔ تب ان کی ہمت کا پرندہ واصل بحق ہوتا ہے۔ یہی لوگ دین اور دنیا دونوں سے آگے نکل گئے۔ اگر تم ایسے باہمت مرد نہیں ہو تو پھر دور ہو جاؤ۔ یہی تمہارے حق میں بہتر بھی ہے۔

ایک صوفی کی نگاہ میں دنیا کا مقام

ایک صوفی نے آدھی رات کو خود سے کہا ! مجھے لگتا ہے یہ دنیا ایک بہت بڑا صندوق ہے جس میں ہمیں ڈال کر ڈھکن بند کر دیا گیا ہے اور ہم اس میں احمقوں کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں۔ موت جب اس ڈھکن کو اٹھالے گی تو یہاں سے ، ہمیشہ قائم دائم دنیا تک پہنچنے کے لئے وہی لوگ بلند پروازی کر سکیں گے جنہوں نے اس دنیا میں ہمت کے پر حاصل کر لیئے ہوں گے ۔ لیکن جن کے پاس پر نہیں ہوں گے وہ اس صندوق نما دنیا میں پائی جانی والی مصیبتوں کا شکار ہو کر یہیں رہ جائیں گے ۔ اے جوانمرد اس بات کو یقینی بناؤ کہ تمہاری ہمت کا پرندہ آرزو کے پر حاصل کر لے اور ساتھ ہی اپنے دل و دماغ کو روح کی مستی سے سرشار کر لو ۔ ڈھکن کھلنے سے پہلے پہلے خود کو ہمت کا ایسا پرندہ بنا لو جو اپنے پر پھیلانے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔

پندرہویں پرندے کا استفسار کرنا

ایک دوسرے پرندے نے ہد ہد سے سوال کیا کہ بادشاہ حقیقی کی بارگاہ میں منصف اور وفا دار کا کیا مقام ہے ؟ اللہ نے مجھے راست بازی اور دیانت داری کے اوصاف سے نوازا ہے۔ میں نے آج تک کسی سے نا انصافی نہیں کی۔ اگر کسی میں یہ صفات موجود ہوں تو معرفت میں اس کا کیا درجہ ہوتا ہے ۔

ہدہد نے اسے جواب دیا کہ انصاف ہی نجات کا بادشاہ ہے ۔ جو شخص منصف ہوجاتا ہے وہ غلطیوں اور بیہودہ باتوں سے بچ جاتا ہے ۔ منصف ہونا اس سے بہتر ہے کہ تو ساری زندگی ظاہری رکوع و سجود میں گزار دے ۔ خفیہ طور پر انصاف کرنے سے بڑی جواں مردی دونوں جہان میں اور کوئی نہیں ہے اور جو ڈنکے کی چوٹ سے انصاف کرتا ہے وہ ریاکاری سے شاید ہی خالی ہوتا ہے ۔ اللہ کے نیک بندے کسی سے انصاف کے طلب گار نہیں ہوتے ہاں البتہ دوسروں کو انصاف دیتے ہیں ۔ نتیجتاً خدا ان پر اپنے انصاف کی بارش برساتا ہے ۔

امام حنبلؒ کی حکایت

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے امام تھے ۔ ان کے علم کا چرچا بے حد و حساب تھا ۔ ایک مرتبہ اپنے درس و تدریس سے فارغ ہو کر امام صاحب ایک شخص سے ملاقات کرنے گئے جو بہت ہی غریب اور مفلوک الحال تھا۔ ایک شخص نے انہیں وہاں بیٹھے ہوئے دیکھ لیا۔ اس نے کہا ! آپ خود جہاں کے رہبر ہیں اور آپ کو دوسروں سے رائے لینے کی ضرورت بھی نہیں ہے ۔ اس کے باوجود آپ ایسے شخص کے پاس جاتے ہیں جو غربت کا مارا ہوا ہے اور ننگے پیر اور ننگے سر پھرتا ہے اس پر حضرت امام حنبلؒ نے فرمایا ! یہ ٹھیک ہے کہ میں سنت اور حدیث کا زیادہ علم رکھتا ہوں لیکن وہ شخص خدا کو مجھ سے بہتر جانتا ہے ۔

اے طالب حق ! تو اپنی بے انصافی سے لا علم ہے ۔ ایک لمحہ کے لئے اللہ کے نیک بندوں کا انصاف دیکھ ۔

ایک ہندوستانی راجہ کی حکایت

ایک دفعہ ہندوستان کا ایک بوڑھا راجہ سلطان محمود کے ہاتھوں قید ہوگیا ۔ پھر خدا کی محبت سے سرشار ہو کر اس نے اسلام قبول کر لیا اور دونوں جہانوں کو ٹھکرا کر اللہ کی یاد میں مستغرق ہوگیا ۔وہ تنہا ایک خیمہ میں رہائش پذیر ہو گیا اور دنیا جہان سے قطع تعلق کر کے ذکر میں مشغول ہو کر رات دن گریہ و زاری کرتا رہتا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر سلطان محمود نے اسے اپنے پاس بلایا اور کہا ! شاید تم بادشاہی چھن جانے کے غم میں گریہ و زاری کرتے ہو ۔ اس لئے میں تمہیں پہلے سے سو گنا زیادہ مملکت دینا چاہتا ہوں ۔ سلطان کی یہ باتیں سن کر راجہ نے کہا اے بادشاہ ! میں تخت چھن جانے کے غم میں نہیں روتا بلکہ اس لئے روتا ہوں کہ اگر کل بروز قیامت مجھ سے یہ سوال کیا گیا کہ اے بد عہد اور بے وفا انسان ! تو نے میری خدائی میں ظلم کا بیج کیوں بویا ؟ اور جب تک ہم نے سلطان محمود کو لشکر دے کر تجھ پر حملہ آور نہیں کیا تب تک تو نے ہمیں کبھی یاد نہیں کیا تھا ۔یہ تیری وفاداری تو نہیں ہے ؟ اگر تو اس وقت مجھے یاد کر لیتا تو لشکر تیرا ہی ہوتا اور تو خدا کے لئے ہوتا ۔ لیکن تم اب مجھے یاد کرتے ہو جب میں

نے تم پر سلطان محمود کی فوج کو حملہ آور بنا کر بھیجا ۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارا یہ رویہ انصاف پر مبنی ہے ؟ اے نوجوان بادشاہ ! انہی باتوں پر شرمسار ہو کر میں بڑھاپے میں گریہ و زاری کر رہا ہوں ۔

اے طالب حق ! انصاف اور وفاداری کی باتیں سنو اور مقدس کتابوں سے نیکی کا سبق حاصل کرو ۔ اگر تم وفادار ہو تو نیکی کے راستے پر چلنے کا پکا ارادہ کرلو ۔ جو وفا کی فہرست سے خارج ہوجاتاہے اسے جواں مردی کے باب میں درج نہیں کیا جاتا ۔

ایک مسلمان مجاہد اور ایک مسیحی جنگجو کا قصہ

مسلمانوں اور عیسائیوں میں جاری صلیبی جنگ کے دوران ایک مسلمان مجاہد نے مد مقابل مسیحی سپاہی سے نماز ادا کرنے کی مہلت مانگی ۔ چنانچہ مسیحی سپاہی نے مسلمان مجاہد کو نماز ادا کرنے کی اجازت دے دی ۔ مسلمان غازی نماز سے فارغ ہو کر آیا اور پھر دونوں باہم نبرد آزما ہوگئے ۔ کچھ دیر بعد مسیحی جوان نے اپنے مذہب کے مطابق غازی سے عبادت کرنے کی مہلت مانگی اور پھر اپنے طور طریقے پر عبادت میں مصروف ہوگیا ۔ مسیحی سپاہی ایک گوشے میں جاکر اپنے بت کے رو برو سجدہ ریز ہوگیا۔ بت کی پوجا میں مصروف دیکھ کر مسلمان سپاہی کے دل میں خیال آیا کہ اس کافر کو قتل کرنے کا یہی ایک بہترین موقعہ ہے ۔ چنانچہ وہ اس پر وار کرنے ہی والا تھا کہ غیب سے اس کے باطن میں آواز آئی ! اے بے ایمان شخص اپنے وعدے کی خلاف ورزی مت کرو ۔ کیا اپنے عہد پر اسی طرح سے قائم رہا جاتا ہے ؟ ایک کافر نے تجھ پر دوران مہلت تلوار نہ اٹھائی کیا تجھے قرآن کہ یہ الفاظ یاد نہیں ہیں " اپنے عہد پر پکے رہو " چونکہ تجھے ایک کافر نے فراخ دلی سے اس عبادت کے لئے مہلت دی اب اس لحاظ سے اس سے پیچھے نہیں رہنا چاہیئے ۔ اس نے تمہارے ساتھ بھلا کیا اور تم اس کا برا چاہتے ہو۔ جیسا برتاؤ اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے ویسا ہی برتاؤ تمہیں اس کے ساتھ کرنا چاہیئے ۔ کیا تم ایک قابل بھروسہ مسلمان نہیں ہو ؟ یہ ندا سن کر معلمان سپاہی کا ہاتھ جہاں تھا وہاں رک گیا ۔ وہ پسینے میں سر تا پا ڈوب چکاتھا اور زارو قطار رو رہا تھا ۔ مسیحی سپاہی نے یہ حالت دیکھ کر پوچھا کہ کیا ماجرا ہے ؟ اس پر مسلمان مجاہد نے سچ سچ بتادیا کہ اللہ تعالیٰ

کی طرف سے میری جواب طلبی ہوئی ہے اور تیری وجہ سے مجھے بے وفا کہا گیا ہے ۔ یہ سن کر کافر نے زور سے نعرہ تکبیر مارا اور کہا ! وہ اللہ جو اپنے دشمن اور معتوب کی خاطر اپنے ملنے والے پر بے وفائی کی وجہ سے ناراض ہورہا ہے اس اللہ کے ساتھ میں مزید بے وفائی کیسے کر سکتا ہوں ؟ اے مسلمان جواں مرد میرے لئے اسلام کے اصول بیان کرو تاکہ میں بھی کفر کی گمراہی سے کنارہ کش ہو کر سچے دین اسلام کی شریعت کو قبول کرلوں ۔ افسوس صد افسوس کہ اتنے عرصے تک میرے دل پر گرہ لگی رہی اور میں آج تک خدا تعالیٰ سے بے خبر رہا ۔

اے طالب حق ! تم اپنے مطلوب کے ساتھ خواہ مخواہ بے وفائی کرتے رہے ہو لہٰذا تم بے ادب ہو ، آخر ایک دن آسمان تیرے سامنے تیرے تمام اعمال کو ایک ایک کر کے پیش کر دے گا ۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ

قحط کے زمانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کے دس بھائی طویل سفر کر کے مصر پہنچے حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کا اس حالت میں استقبال کیا کہ آپ کا چہرہ مبارک نقاب میں چھپا ہوا تھا ۔ ان سب نے ملکر اپنی مشکلات گنوانا شروع کردیں اور قحط کی ہولناکیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے آپ سے مدد کی درخواست کی ۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے ایک پیالہ رکھا ہوا تھا ۔ آپ نے اس پیالے کو اپنے دست مبارک سے ٹھوکر ماری تو اس سے انتہائی دردناک آواز بلند ہوئی ۔ سارے بھائی یہ آواز سن کر ہیبت زدہ ہوگئے اور ان کی زبانیں لڑکھڑانے لگیں ۔ لرزتی کانپتی آواز سے انہوں نے پوچھا اے عزیز مصر ! کیا آپ یا کوئی اور اس آواز کی اہمیت کو بیان کرسکتا ہے ؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا میں اس آواز کی اہمیت اور معنیٰ سے بخوبی واقف ہوں ۔ لیکن تم اس کی اہمیت کو سن کر اسے برداشت کرنے کے قابل نہیں ہو ۔ اس پیالے کا کہنا ہے کہ تم لوگوں کا ایک بہت ہی خوبصورت بھائی تھا جس کا نام یوسف تھا ۔

یہ کہہ کر حضرت یوسف نے دوسری مرتبہ پیالے کو ٹھوکر ماری اور کہا اب یہ

پیالہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ تم نے اپنے اس بھائی کو کنویں میں پھینک دیا تھا اور پھر ایک معصوم بھیڑیئے کے خون ناحق سے تم نے اس کے کپڑوں کو آلودہ کر دیا تھا۔

یہ کہہ کر حضرت یوسف علیہ السلام نے تیسری مرتبہ پیالے کو ٹھوکر ماری ۔ اس مرتبہ پھر بڑی ہی دردناک آواز پیدا ہوئی ۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا یہ پیالہ کہہ رہا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے بھائی کو دکھ اور درد کی اتھاہ گہرائیوں تک پہنچا دیا اور ساتھ ہی انہوں نے یوسف علیہ السلام کو فروخت کر دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا ! ایسا کام تو کافر بھی اپنے بھائی کے ساتھ نہیں کرتے ۔ تمہیں کم از کم خوف خدا ہی سے کام لینا چاہیے ۔

یہ باتیں سن کر وہ سب خوف کے مارے پسینے سے شرابور ہو گئے ۔یہ سب روٹی مانگنے آئے تھے لیکن اب شرم کے مارے پانی پانی ہوگئے ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو بیچ کر دراصل انہوں نے خود کو بھی بیچ دیا تھا ، اور جب انہوں نے اسے کنویں میں ڈالا تھا تو درحقیقت انہوں نے خود کو بھی آزمائش کے گڑھے میں ڈال دیا تھا ۔

وہ شخص اندھا ہے جو اس قصے سے سبق حاصل نہ کرے ۔ تم اس قصہ پر یونہی سرسری نظر نہ ڈالو ۔ خبردار کہ درحقیقت یہ سب تمہارا ہی قصہ ہے ۔ تم مسلسل غلط کاریاں اور گناہ کیئے جارہے ہو ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے اندر ابھی تک عقل و فہم کی روشنی پیدا نہیں ہوسکی ۔ اگر کوئی پیالے پر ہاتھ مارے تو تمہاری بد اعمالیاں سامنے آجائیں گی ۔ آخر کار تیری زندگی کے پیالے کو ٹھوکر مار کر تجھے نیند سے بیدار کیا جائے گا اور تجھ پر ایک دن موت طاری کی جائے گی پھر تمہارے اعمال تمہارے سامنے آجائیں گے اور تمہارے لئے سکھ چین سے رہنا ممکن نہیں رہے گا ۔ تم ایک لنگڑی چیونٹی کی طرح اس پیالے کی تہہ میں پھنسے ہوئے ہو ۔ تم نے آسمان کے پیالے کی طرف کتنی مرتبہ نظر دوڑائی ہے ؟ اے سچائی کا علم رکھنے والے اپنے پر پھیلاؤ اور اوپر بلندیوں کی طرف پرواز کر جاؤ ۔ اگر تم ایسا نہ کرسکے تو پیالے سے اٹھنے والی آواز تمہیں ہمیشہ شرمسار کرتی رہے گی۔

سولھویں پرندے کا سوال کرنا

ایک دوسرے پرندے نے ہدہد سے کہا اے ہمارے رہبر کیا سیمرغ کے دربار میں جرات اور دلیری سے حاضر ہونے کی اجازت ہے ؟ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ باہمت انسان کئی قسم کے خوف سے آزاد ہو جاتا ہے ۔ اے ہدہد یہ وصف خود آپ میں بھی موجود ہے۔ برائے مہربانی اس بابت گوہر افشانی کریں اور ہمیں راز کی بات بتائیں

ہدہد نے اسے کہا ! جس میں اہلیت ہوتی ہے وہی الٰہیت کے راز کا محرم ہوتا ہے۔ الوہی کا راز دان اور جواں مرد ہونا اچھی بات ہے ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ دانائے راز ان رازوں کو دوسرے شخص تک کیسے منتقل کرتا ہے ؟ کیا شتر بان بادشاہ کا راز دار ہوسکتا ہے ؟ ہاں البتہ عشق حقیقی میں مست ایک رند کے لئے تھوڑی سی جرات اور بے باکی کی اجازت ہے۔ خود شناسی کے راستوں پر چلنے والے مسافر کو پتہ ہوتا ہے کہ کہاں اور کب جرات سے کام لیا جانا چاہیئے ۔ اس پر لازم ہے کہ وہ بے عملی کا شکار ہو کر خود کو تباہ و برباد نہ کرے۔

ایک سچا درویش اپنی سچی امیدوں کے بل بوتے پر جرات مند اور پر اعتماد ہوگا۔ حب الٰہی میں جو بے خوف ہوگیا اسے ہر چیز میں اللہ کا جلوہ نظر آتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کی جرات اور بے باکی قابل ستائش ہے۔ کیونکہ عشق حقیقی کی آگ میں جل کر ایک دیوانہ خود آگ بن جاتا ہے ۔

ایک دیوانے اور شہزادہ عمید کے غلاموں کی حکایت

شہزادہ عمید کی حکمت و دانش کے سبب خراسان میں حکومت کی بڑی شان و شوکت تھی۔ اس کے پاس چودھویں کے چاند جیسے چہرے والے ترکی النسل سو غلام تھے۔ جن کا قد سرو کی طرح ، جن کے بازو اور ٹانگیں چاندی کی مانند اور جن کی سانسیں کستوری کی طرح خوشبودار تھیں ۔ ان کے کانوں میں رات کو دن کی طرح روشن کرنے والی جواہرات سے لدی بھدی سونے کی بالیاں تھیں۔ ان کے سروں پر سنہری ٹوپیاں تھیں اور گلے میں سونے کے ہار بھی تھے ۔ ان کے سینے چاندی سے ملبوس تھے اور ان کے کمر بند موتیوں سے جھلمل جھلمل کرتے تھے ۔ ان میں سے ہر ایک غلام سفید رنگ

کے گھوڑے پر سوار تھا۔ جو بھی ان غلاموں کو دیکھتا وہ اپنا دل ہار دیتا ۔ اتفاقاً کہیں سے ایک بھوکا پیاسا دیوانہ آگیا۔ وہ ننگے پاؤں اور پھٹی پرانی گدڑی پہنے ہوا تھا ۔ جب اس نے دور سے ان غلاموں کو دیکھا تو اس نے کسی سے پوچھا یہ حور شمائل کون ہیں ؟ اس نا معلوم شخص نے اسے جواب دیا کہ یہ ہمارے شہر کے شہزادے عمید کے غلام ہیں۔ یہ جواب سن کر اس دیوانے کے دماغ میں ایک جوش سا پیدا ہوگیا اور اس نے کہا ! اے عرش معلیٰ کے مالک ، بندہ پروری کا طریقہ عمید سے ہی سیکھ لے۔

اے طالب حق ! اگر تم اس دیوانے کی مانند ہو تو اس کی طرح جرات مند اور بے باک ہو جاؤ ۔ اپنی دیوانگی میں برگ و بار کے ساتھ سرو کی طرح بلند ہو جاؤ۔ اگر تم برگ و بار کے بغیر ہو تو جرات مندی کر کے مذاق کا نشانہ نہ بن جانا۔ دیوانوں کی جرات رندانہ بڑی اچھی چیز ہے ۔ وہ راستے کی اچھائی برائی کو بیان نہیں کرسکتے۔ وہ تو پروانوں کی طرح آتش عشق میں خوشی خوشی جل جاتے ہیں ۔ وہ فقط عمل کرنا جانتے ہیں قیل و قال سے ان کا کیا واسطہ ۔

ایک ننگے دیوانے کی جرات مندی کا قصہ

ہدہد نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا ! ایک دیوانہ برہنہ حالت میں سردی کے موسم میں موسلا دھار بارش اور برف باری کے دوران کہیں جارہا تھا۔ راستے میں کوئی جائے پناہ یا مکان نہیں تھا جس میں وہ ٹھہرجاتا۔ برف باری اور بارش سے اس کا جسم بھیگ چکا تھا۔ آخر کار اس نے ایک سنسان مکان میں پناہ لی ۔ لیکن جونہی وہ اس شکستہ مکان میں داخل ہوا اس کے سر پر ایک اینٹ آلگی۔ اس بے چارے کا سر پھٹ گیا اور فوارے کی طرح خون بہنے لگا۔ اس پر اس نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا ! کب تک تم بادشاہی کا نقارہ پیٹتے رہوگے ۔ کیا اس سے بہتر اینٹ نہیں مار سکتے ۔

ایک دیوانے کی دعا

ایک دفعہ مصر میں زبردست قحط پڑگیا۔ لوگ روٹی کی تلاش میں بھوک سے مرنے لگے۔ اتفاق سے ایک دیوانہ وہاں آیا۔ اس نے جب یہ حالت دیکھی کہ لوگ بھوک سے دھڑا

دھڑ مرے جارہے ہیں تو اس نے خدا سے مخاطب ہو کر کہا ! اے دین و دنیا کے مالک اگر تیرے پاس ان لوگوں کے لئے رزق نہیں ہے تو ان کی پیدائش کم کردے۔

اے طالب حق ! بارگاہ الٰہیٰ میں اگر بے باکی سے کوئی فضول بات منہ سے نکل جائے تو اس پر عاجزی سے استغفار کیا جانا چاہیئے۔

خون میں لت پت ایک دیوانے کی حکایت

ایک صوفی دیوانے کو گلی کے لڑکوں نے پتھر مار کر لہولہان کر دیا۔ آخر کار ان سے بچنے کے لئے یہ دیوانہ ایک مکان کے گوشے میں جا کر چھپ گیا۔ جیسے ہی وہ وہاں داخل ہواتو ژالہ باری شروع ہوگئی اور ایک ژالہ سوراخ سے گزر کر اس کے سر پر آلگا۔ اندھیرے کی وجہ سے وہ سمجھا کہ لڑکوں نے پھر اسے پتھر مارا ہے۔ یہ سوچ کر اس نے لڑکوں کو برا بھلا کہنا شروع کردیا۔ بعد میں اسے پتہ چلا کہ اس کے سر پر لگنے والا پتھر نہیں بلکہ برف کا ایک گولا تھا۔ اس پر وہ شرمندہ ہوا اور خدا سے مخاطب ہو کر کہنے لگا ! اے اللہ اندھیرے کی وجہ سے لڑکوں کو برا بھلا کہنے کا گناہ مجھ سے سرزد ہوا ہے۔

اے طالب حق ! اگر تو تاریکی میں گھرے ہوئے لوگوں کی نیتوں کو سمجھ لے گا تو یقیناً تو انہیں معاف کردے گا۔

سترہویں پرندے کا سوال کرنا

ایک دوسرے پرندے نے ہدہد سے کہا ! میں جب تک زندہ ہوں تب تک ہمیشہ زندہ رہنے والی ذات یعنی اللہ تعالیٰ سے عشق کرتا رہوں گا اور اس کا تصور میرے ذہن میں سے کبھی محو نہیں ہوگا۔ میں نے تمام مخلوقات کو دیکھ لیا ہے ، اس لئے میں نے ہر ایک سے اب قطع تعلق کر لیا ہے۔ عشق کے جنون نے میرے ذہن پر قبضہ کر لیا ہے اور اب عشق میرے لئے کافی ہے۔ مگر عشق کا یہ سودا ہر ایک کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ میں اپنی زندگی ختم کر کے اپنے محبوب کے ہاتھوں شراب کا پیالہ پیوں۔ اس کے حسن سے میرے دل کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور

پھر میں اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اس کے وصال سے لطف اندوز ہو سکوں گا۔
ہدہد نے اسے کہا ! اے پرندے محض ڈینگیں مارنے سے کوہ قاف میں سیمرغ کا ہم نشین ہونا ممکن نہیں ہے۔ تمہیں ہر لمحہ اس سے عشق کی بابت لاف زنی ترک کردینی چاہیئے۔ کیونکہ اس کا عشق ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ اگر خوش قسمتی کی باد بہاری اس راز سے پردہ اٹھادے تو پھر کہیں تجھے سیمرغ کی ہم نشینی نصیب ہوسکے گی۔ اگر تم ایسی مقدس بارگاہ میں جانے کے خواہش مند ہو تو سب سے پہلے روحانیت کا علم حاصل کرو ۔ ورنہ سیمرغ سے تمہاری محبت کا دعویٰ سوہان روح بن جائے گا۔ یہ جان لو کہ تمہاری حقیقی خوشی کے لئے ضروری ہے کہ سیمرغ بھی جواباً تم سے محبت کرے ۔

ایک مرید کا حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھنا

جس دن حضرت بایزیدؒ بسطامی کا انتقال ہوا اسی رات ایک مرید نے انہیں خواب میں دیکھا اور ان سے سوال کیا اے اونچی شان والے پیرومرشد ، منکر اور نکیر سے آپ کا معاملہ کیسا رہا ؟ حضرت بایزیدؒ نے فرمایاجب ان دو فرشتوں نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے تو میں نے کہا تمہارے اس سوال کا میرے پاس ٹھیک جواب نہیں ہے۔ کیونکہ اگر میں کہوں کہ میرا رب اللہ ہے تو یہ میرا محض ایک دعویٰ ہوگا۔ لہٰذا بہتر یہ ہوگا کہ تم اللہ تعالیٰ کے پاس جاؤ اور اس سے میرے متعلق پوچھو ۔ اگر وہ فرمادے کہ ہاں یہ میرا بندہ ہے تو پھر میرا بندہ ہونا ایک مصدّقہ بات ہوگی ۔ اور اگر وہ مجھے اپنے بندوں میں شمار نہ کرئے تومیرا زبانی دعویٰ کرنا ذاتی مفاد پرستی کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بندے کا تعلق پیدا ہو جانا کوئی آسان کام نہیں ہے اگر میں فقط زبانی طور پر اسے خدا کہوں تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر وہ میری خدمت کو نہیں مانتا تو پھر میں کس منہ سے اسے اپنا آقا کہہ سکتا ہوں ؟ یہ درست ہے کہ میں اس کے روبرو سربسجود ہوتا رہا ہوں لیکن اس پر بھی ضروری ہے کہ وہ (اللہ) مجھے اپنابندہ کہے ۔

سلطان محمود کا گرم حمام میں جانا

ایک رات عالم افسردگی میں سلطان محمود بہروپ دھار کر حمام میں جا پہنچا۔ ایک نوجوان خادم نے اسے خوش آمدید کہا اور اس کے لئے کوئلے کی انگیٹھی دہکائی۔ اس کے بعد خادم نے کھانے کے لئے سلطان کو خشک روٹی دی جسے بادشاہ نے کھایا۔ اس پر بادشاہ کو خیال آیا کہ اگر یہ خادم مجھے حمام میں داخل ہونے سے منع کرتا تو میں اس کا سر قلم کر دیتا۔ آخر میں بادشاہ نے اس خادم سے محل جانے کی اجازت چاہی۔ جواب میں اس نوجوان نے کہا کہ آپ نے میرا کھانا کھایا ہے، میری چار پائی پر آرام کیا ہے اور آپ میرے مہمان رہے ہیں۔ میں یہاں آمد پر ہر وقت آپ کو خوش آمدید کہوں گا۔ دراصل ہم دونوں ایک ہی طرح کے گوشت پوشت سے بنے ہیں لیکن بہ ظاہر مجھ غریب بے چارے کا آپ سے کیا مقابلہ ہو سکتا ہے؟ آپ کے وجود مبارک سے زیادہ میں کیا خواہش کر سکتا ہوں؟

اے طالب حق! اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو پھر اس کی رضا کو بھی تلاش کرو۔ لیکن جب کوئی شخص ایسے سدا بہار عشق کا متلاشی ہو اور اگر اس کے پاس ایسے عشق کا خزانہ پہلے ہی موجود ہو تو اسے چاندی کے دو سکوں کے برابر اور بھی مانگ لینا چاہیئے۔ اگرچہ وہ خود بحر بیکراں ہے مگر عاشقوں کا قطرہ بھی قبول کرتا ہے۔

دو ماشکیوں کی حکایت

ایک ماشکی نے دوسرے ماشکی سے پانی مانگا۔ اس پر پہلے ماشکی نے کہا تم لال بجھکڑ معلوم ہوتے ہو۔ اپنے مشکیزے سے پانی کیوں نہیں پیتے؟ دوسرے نے کہا اے صاحب عقل و فہم، اپنے مشکیزے سے پانی پی پی کر میرا دل بھر گیا ہے۔ اس لئے اپنے مشکیزے سے مجھے کچھ پانی دو۔

سنو، حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت میں رنگا رنگ نعمتیں ملیں ہوئی تھیں۔ اس لئے انہیں ایک نئی چیز گندم کھانے کا شوق پیدا ہوا۔ انہوں نے پرانی نعمتوں کے

عوض گندم کا دانہ کھانے کو ترجیح دی۔ جسے کھا کر وہ بے حال ہوگئے۔اس حالت میں عشق نے ان کے در قلب کو کھٹکھٹایا جب وہ عشق کی آگ میں جل کر سوختہ ہوگئے اور جنت کی ساری پرانی اور نئی نعمتوں کو بھلا بیٹھے تو ان کے پاس کچھ بھی باقی نہ بچا۔ اے طالب حق! اپنے آپ سے دل بیزار کر لینا نہ ہمارے بس میں ہے اور نہ ہی کسی اور کے بس میں ہے۔

اٹھارویں پرندے کی تقریر

ایک دوسرے پرندے نے ہدہد سے کہا! میں سمجھتا ہوں کہ میں نے راہ سلوک میں بڑی ریاضتوں اور عبادتوں سے کمال حاصل کر لیا ہے۔ چونکہ میں اپنے مقصد کو پا چکا ہوں اس لئے اس جگہ کو چھوڑ کر آپ کے بتائے ہوئے مقام تک جانا میرے لئے بیکار ہے۔ کیا آپ نے ایسے کسی شخص کا نام سنا ہے۔ جو اپنے خزانے کو چھوڑ کر پہاڑوں اور میدانوں میں مارا مارا پھرے۔

ہدہد نے اسے کہا! اے ابلیس فطرت خود پسند اور مغرور پرندے، تم اپنی ذات کے غرور میں مست ہو اور خیالی دنیا میں بھٹکتے پھر رہے ہو اور معرفت کی دنیا سے بالکل دور ہو نفس نے تجھ پر قابو پا رکھا ہے اور تیرے دماغ میں شیطان نے گھر بنا لیا ہے غرور کے مرض میں مبتلا ہو کر تم سرتا پا مغرور ہوگئے ہو۔ جو نور تجھے نظر آ رہا ہے یہ دراصل تیرے غرور کی آگ کا جلتا بجھتا شعلہ ہے۔ تیری وجدانی کیفیت اور تیری فقیری فقط تیرا وہم و گمان ہے۔ راستے کی اس روشنی پر مغرور نہ ہو۔ جب تک تیرا نفس تجھ سے نبرد آزما ہے تو خود سے محتاط رہ۔ اپنے نفس کا تلوار سے مقابلہ کرو۔ اگر تجھے اپنے نفس کی روشنی نظر آئے تو اسے بچھو کا ڈنک سمجھو۔ اسے کرفس کا پھول مت سمجھو۔ میرے بتائے ہوئے راستے میں پائے جانے والی دھندلاہٹ سے مایوس نہ ہونا۔ وہاں جو تمہیں نور نظر آئے گا، اسے دیکھ کر تم خود کو سورج کا ہم پلہ نہ سمجھو گے۔ اے میرے عزیز جب تک تم زندہ ہو، ذات کے غرور سے نجات حاصل کرنے میں تیرا کتابیں پڑھنا اور دوسری تگ و دو کرنے کی حقیقت دمڑی کے برابر بھی نہیں ہے۔ جب تم گھمنڈ و غرور سے نجات پا جاؤ گے تب تم دنیا کے ظاہری رکھ رکھاؤ سے راضی بہ رضا مستغنی ہو سکو گے۔ جب تک تجھ میں ہستی کا گھمنڈ ہے، تجھ پر چاروں طرف سے تیر ہی تیر برسیں گے۔

حضرت شیخ ابو بکرؒ نیشا پوری کی حکایت

حضرت شیخ ابو بکر ایک دن خانقاہ سے مریدوں کے ہمراہ نکل کر کہیں جا رہے تھے۔ حضرت شیخ اپنے گدھے پر سوار تھے جبکہ مریدین پیدل چل رہے تھے۔ راستے میں اچانک گدھے نے زور زور سے ہانکنا شروع کر دیا۔ اس دوران شیخ نے زور سے چیخ ماری اور وجد میں آکر اپنا خرقہ پھاڑ دیا۔ شیخ کی یہ حالت دیکھ کر مریدین حیران ہوگئے۔ ایک مرید نے شیخ سے پوچھا کہ آپ پر کس وجہ سے وجد طاری ہوا۔ آپ نے فرمایا اپنے مریدوں کی کثرت دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا کہ فقرو درویشی میں، اب میں حضرت بایزید بسطامی سے کم نہیں ہوں۔ مزید مجھے یہ بھی خیال آیا کہ بروز قیامت میدان حشر میں بھی اسی شان و عزت سے جاؤں گا۔ جب میں نے اپنی قسمت پر ایسا قیاس کیا تو اسی لمحہ گدھے نے ایسی بیہودہ آواز نکالی جس کو تم لوگوں نے بھی سنا ہے۔ جس کے ذریعے گدھا یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ ایسی شیخیاں بگھارنے والے اور ایسی فضول سوچ رکھنے والے کے لئے ایک گدھا بھی کچھ کرسکتا ہے۔ چنانچہ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی میرے دل میں جوش سا پیدا ہوگیا اور میں وجدانی کیفیت میں ڈوب گیا۔ پس میری روحانی حالت متغیر ہوگئی اور میرا روحانی مقام چکنا چور ہوگیا۔

اے طالب حق! ہر لمحہ تیرے رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ تیرے بال بال میں ایک فرعون چھپا بیٹھا ہے۔ اگر تم اپنی ذات کا غرور اور گھمنڈ ایک دن کے لئے بھی ختم کر دو تو تمہاری رات روشن ہو جائے گی۔ کبھی " میں " نہ کہنا کیوں کہ تمہاری " میں " میں ہزاروں مصیبتیں چھپی ہوئی ہیں۔ اسی " میں " میں ابلیسیت کی ترغیب پائی جاتی ہے۔

اللہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں مکالمہ

ایک دن اللہ تعالیٰ نے بڑے راز دارانہ انداز میں حضرت موسیٰ سے کہا! جاؤ اور شیطان سے نصیحت کی کوئی بات پوچھو۔ حضرت موسیٰ نے جب شیطان سے ملاقات کی تو اس سے کہا مجھے کوئی خاص نصیحت کرو۔ ابلیس نے حضرت موسیٰ سے کہا میری یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا۔ کبھی " میں " نہ کہنا ورنہ میری طرح ہو جاؤ گے۔

جب تک تم میں ذرہ برابر بھی خود پسندی موجود رہے گی تم کفر کے زمرے

میں رہو گئے ۔ کاہلی اور آرام پسندی سلوک کی راہ میں حائل بہت بڑی دیوار ہے۔ اگر تم اس دیوار کو گرانے میں کامیاب ہوگئے تو خود پسندی کے سینکڑوں بت ایک ہی لمحے میں پاش پاش ہوجائیں گے ۔

ہر کوئی تمہاری انا پسندی ، بے جا غرور ، ناراضگی ، حسد اور غصے سے باخبر ہے۔ لیکن ایک تو ہے کہ اپنی ان برائیوں کو دیکھتا نہیں ہے۔ تیرا وجود برائیوں کے خنجروں سے لیس ہے اور تم نہیں جانتے کہ بے خبری میں یہ سب تم پر برس پڑیں گے ۔ لیکن تم ہو کہ اپنے سامان قتل کو دن رات پال پوس رہے ہو ۔ پس اگر تم اپنی باطنی حالت سے باخبر ہو تو پھر کیوں اونگھ اور غفلت میں پڑے ہوئے ہو ۔

ایک لمبی داڑھی والے عابد کی حکایت

حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے زمانے میں ایک بہت بڑا عابد گزرا ہے ۔ کہتے ہیں وہ دن اور رات عبادت میں مشغول رہتا تھا لیکن اس کے باوجود اسے عبادت سے لطف و سرور حاصل نہ ہوتا ۔ اس بزرگ کی بہت لمبی داڑھی تھی جس کی آرائش و زیبائش کے لئے وہ اکثر عبادت کے دوران اس میں کنگھی کیا کرتا تھا۔ ایک دن یہ درویش حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور ان سے کہا اے کوہ طور کے سپہ سالار اللہ سے پوچھو کہ مجھے عبادت میں کیوں ذوق و شوق حاصل نہیں ہوتا ؟

اگلی مرتبہ جب حضرت موسیٰ کوہ طور پر گئے تو انہوں نے حق تعالیٰ سے اس بزرگ کے سوال کو دھرایا۔ اللہ تعالیٰ نے ناراضگی سے کہا ، بے شک یہ درویش میرے وصل کا ممتنی ہے لیکن اس کے باوجود یہ ہمیشہ اپنی داڑھی کے بارے میں فکر مند رہتا ہے۔ حضرت موسیٰ نے واپسی پر اس درویش کو اللہ تعالیٰ کے جواب سے آگاہ کیا۔ یہ سن کر درویش نے اپنی داڑھی کے بال نوچنا شروع کر دیئے اور بلک بلک کر رونے لگا ۔ اس دوران حضرت جبرائیل ، حضرت موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہا ۔ تمہارا درویش اب بھی اپنی داڑھی کے بارے میں سوچ رہا ہے ۔ وہ عبادت کے دوران بھی داڑھی کے بارے میں سوچتا تھا ۔ اور اب داڑھی کو نوچنے کے دوران بھی اسی کی بابت سوچ رہا ہے ۔

اے درویش تیرا یہ سمجھنا کہ تو داڑھی کے خیال سے فارغ ہو گیا ہے ، درست نہیں ہے ۔ اس خیال نے تم دکھ درد کے سمندر میں ڈوب گئے ہو ۔ اس خیال کے بغیر تم رات بھر میں یہ سمندر عبور کرسکتے ہو ، لیکن داڑھی کے ساتھ اسے عبور کرنے میں تمہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا ۔

لمبی داڑھی والے ایک دوسرے شخص کی حکایت

ایک لمبی داڑھی والا شرابی اچانک گہرے پانی میں گر گیا ۔ کنارے پر کھڑے ایک شخص نے ازراہ ہمدردی اس سے کہا ، اپنے سر سے تو برہ اتار کر پھینک دو تاکہ ڈوبنے سے بچ جاؤ ۔ اس شخص نے جواب دیا ۔یہ توبرہ نہیں ہے بلکہ یہ تو میری داڑھی ہے اور یہی داڑھی اب میری موت کا سامان بنی ہوئی ہے ۔ کنارے پر کھڑے شخص نے اس سے کہا ۔ بہرحال اس داڑھی سے نجات حاصل کرو ورنہ موت کے منہ میں جانے کے لئے تیار ہو جاؤ ۔

اے مخاطب ! تونے بکرے کی طرح داڑھی رکھی ہوئی ہے ۔ مگر تجھ میں ذرہ بھر شرم نہیں ہے ۔ جب تک نفس اور شیطان تیرے ساتھ رہیں گے اس داڑھی سے تجھے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا ، پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح اپنی نفسانی خواہشات کو کچل دو ، پھر داڑھی رکھ کر ثابت قدمی سے نفس کے فرعون سے جنگ کرو ۔ نفس پر غلبہ پانے کے لئے دل کو سیخ کباب بنانا پڑتا ہے ۔ جس کے پاس پودوں پر پانی ڈالنے والا فوارہ ہوتا ہے وہ بارش برسنے کا انتظار نہیں کرتا ۔

انیسویں پرندے کا سوال کرنا

ایک دوسرے پرندے نے ہدہد سے کہا ، اے مشہور و معروف مجھے بتاؤ کہ اس سفر پر روانگی کے لئے میں خود کو مطمئن رکھنے کے لئے کیا کرسکتا ہوں ؟ اگر آپ مجھے اس بارے میں بتاؤ گے تو میں اس سفر پر روانہ ہونے کے لئے راضی بہ رضا آمادہ ہو جاؤں گا ۔ درحقیقت سفر کے لئے سمت کا تعین کیا جانا ضروری ہے ، تاکہ مسافر شک و شبہات کا شکار ہونے سے بچ جائے ۔ میں چونکہ ان دیکھی دنیا تک سفر کرنے کا متمنی

ہوں اس لئے میرے پاس دنیاوی مخلوقات کی بتائی ہوئی سمتوں سے منہ پھیرنے کا معقول جواز موجود ہے۔

ہدہد نے اسے کہا، جب تک تم زندہ ہو ذکر اللہ سے اپنے دل کو خوش رکھو اور فضول گوئی سے پرہیز کرو۔ اگر تم ان دونوں باتوں پر عمل پیرا ہو سکتے ہو تو تمہارا دل دنیاوی تفکرات اور غموں سے آزاد ہو جائے گا۔ اللہ کے وصال میں مطمئن ہوجاؤ۔ اس کی محبت میں افلاک کی طرح جھومنے لگو۔ ارے نالائق اس سے بہتر اور کون سی چیز ہے جس سے تم ایک لمحہ کے لئے بھی دل کو خوش رکھ سکتے ہو؟

اللہ کے ایک دوست کا قصہ

ایک عاشق خدا نے بوقت نزاع رونا شروع کردیا۔ اس کے دوستوں نے کہا کہ کیوں رو رہے ہو؟ اس نے جواب دیا میں بہار کے بادلوں کی طرح اس لئے رو رہا ہوں کہ موت میرے سرہانے کھڑی ہے اور میں چند لمحوں کا مہمان ہوں۔ اس خیال نے مجھے بے چین کر دیا ہے۔ میرا دل جب محبوب حقیقی کے ساتھ ہے تو میں اب کیسے مر سکتا ہوں؟ ایک دوست نے کہا تم اپنی اچھی موت مرو گے کیونکہ تمہارا دل حق تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ جواب میں صوفی درویش نے کہا جس کا دل خدا کے ساتھ ہو وہ کیسے مر سکتا ہے؟ میں چونکہ واصل حق ہو چکا ہوں اس لئے میرا حقیقی طور پر مرنا امر محال ہے۔

جو عظیم کل کا ایک ذرہ بن کر مطمئن ہو جاتا ہے وہ خود پسندی اور بے جا غرور و گھمنڈ کے امراض سے آزاد ہوجاتا ہے۔ گلدستے میں سجے ہوئے گلاب کی طرح تم بھی اپنے محبوب کی صحبت میں مطمئن ہوجاؤ۔

ایک منفرد اور مثالی واقعہ کا بیان

ایک مرد کامل نے کہا کہ ستر برس تک میں نے اپنے نفس کی دیکھ بھال کی ہے اور اس کے بدلے اب مجھ پر اطمینان قلب اور لطف و سرور کی ایک خاص وجدانی حالت طاری رہتی ہے۔ اس حالت کے توسط سے میں قادر مطلق کے اقتدار میں تصرف

کرنے کا مجاز ہوں اور میرا وجود الوہیت میں ضم ہو چکا ہے۔ اے مخاطب ! تم لوگوں کی عیب جوئی میں مشغول رہتے ہو ۔اس لئے تم عالم غیب سے لطف و سرور کیسے حاصل کر سکو گے ؟ اپنی عیب دار نظروں سے تم اپنے باطن کا مشاہدہ کیسے کرسکتے ہو ؟ دوسروں کے عیب گنوانے میں تم بال کی کھال اتارتے ہو ، لیکن اپنے عیبوں سے نظریں چراتے ہو ۔ اپنے گناہوں کا اقرار کرو ۔ پھر خدا تعالیٰ تمہیں اپنی بارگاہ میں قبولیت کا درجہ عطا کریں گے ۔

دو شرابیوں کا قصہ

ایک شخص اکثر و بیشتر صاف شفاف شراب کافی مقدار میں پینے کا عادی تھا ۔ جس سے اس کے حواس خمسہ اور عقل معطل ہو کر رہ جاتی تھی ۔ ایک دن وہ شراب میں مست ہو کر سڑک کے کنارے گرا پڑا۔ ایک دوست نے اسے اس قابل نفرت حالت میں دیکھ لیا۔ ازراہ ہمدردی اس نے دوست کو بوری میں بند کر کے کندھے پر ڈالا اور گھر تک پہنچا دیا ۔ راستے میں ایک دوسرا شرابی کھڑا تھا جسے لوگ سہارا دے کر لے جارہے تھے ۔ یہ حالت دیکھ کربوری میں بند شرابی نے لڑکھڑاتے شرابی سے کہا اے بدبخت دو جام زیادہ پیئے ہوتے تو تمہیں بھی میری طرح کوئی کندھے پر لاد کر لے جاتا ۔

اے طالب حق ! تیری اپنی حالت بھی ان شرابیوں سے مختلف نہیں ہے ۔ ہمیں دوسروں میں عیب اس لئے نظر آتے ہیں کیونکہ ہم انہیں محبت کی نظر سے نہیں دیکھتے اگر تمہیں عشق کی ذرہ برابر بھی خبر ہوتی تو دوسروں کے عیب تمہیں ہنر دکھائی دیتے۔

ایک شرابی اور پولیس والے میں مکالمہ

ایک پولیس والا ایک شرابی کو مار پیٹ رہا تھا ۔ شرابی نے اس سے کہا اے پولیس والے اپنے جوش کو ذرا کم کرو ۔ تمہارا مجھے مارنا پیٹنا غیر قانونی فعل ہے۔ میں کسی کو کچھ نہیں کہہ رہا لیکن حرام خوری نے تمہیں بدمست بنا رکھا ہے اس لئے مجھے مارنے پیٹنے میں اپنا زور دکھا رہے ہو۔ تم تو مجھ سے بھی زیادہ مست ہو لیکن تمہاری مستی لوگوں کو نظر نہیں آتی ۔ مجھے مارنا پیٹنا بند کرو اور کچھ تھوڑا سا اپنے ساتھ بھی انصاف کر لو ۔

ایک عاشق اور معشوق کی داستان

ایک شیر دل اور بہادر نوجوان پانچ سال تک کسی عورت کے عشق میں مبتلا رہا اس حسینہ کی ایک آنکھ میں تل تھا ۔ لیکن نوجوان اس تل کی موجودگی کے بارے میں قطعاً بے خبر رہا۔ بھلا یہ کس طرح ممکن تھا کہ عشق کی آگ میں جلنے والا ، محبوب کے چھوٹے موٹے عیب پر نظر رکھتا ۔ بہر حال وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب عشق کاجنون گھٹنے لگا اور نوجوان اپنے ہوش و ہواس میں لوٹ آیا تو اس نے اپنی محبوبہ کی آنکھ میں تل دیکھ لیا اور اس سے پوچھا کہ تمہاری آنکھ میں یہ تل کب سے ہے ؟ حسینہ نے جواب دیا ، جب سے تیرا عشق ماند پڑ گیا ہے تب سے یہ تل میری آنکھ میں ظاہر ہوا ہے ۔ جب میرے لئے تمہاری محبت میں نقص واقع ہوا تب میری آنکھ تمہارے لئے عیب دار ہو گئی ۔

اے مردہ دل شخص ! کب تک تو دوسروں کے عیب ڈھونڈتا رہے گا، کبھی اپنے گریبان میں بھی جھانک کر دیکھو ، جب تم اپنے عیوب سے باخبر ہو جاؤ گے تو پھر تمہیں دوسروں کے عیب دیکھنے کی ضرورت نہیں رہے گی ۔

بیسویں پرندے کا سوال کرنا

ایک دوسرے پرندے نے ہدہد سے کہا ! اے رہبر مجھے یہ بتلیئے کہ جب میں سیمرغ کی بارگاہ پہنچوں تو اس سے کیا چیز طلب کروں ؟ اس کے پاس پہنچ کر جب ساری دنیا روشن ہو گئی تو میرے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے گا کہ اتنی ساری چیزوں میں سے کونسی چیز اپنے لئے پسند کروں۔ اگر مجھے پہلے سے معلوم ہو کہ مجھے کونسی چیز مانگنی چاہیئے تو پھر میرا دل مطمئن ہو جائے گا ۔

ہدہد نے اسے کہا ! اے گھامڑ تجھے یہ بھی پتہ نہیں کہ سیمرغ سے کیا مانگنا چاہیئے ؟ اس سے وہی چیز مانگو جو تمہیں بہت ہی محبوب ہو ۔ ایک شخص کو خود معلوم ہونا چاہیئے کہ اسے کونسی چیز پسند ہے ۔ گو کہ سیمرغ سے اس کی معرفت و حکمت کو مانگنے سے افضل ترین چیز کونسی ہو سکتی ہے ۔ کیا اب تمہیں واضح ہو گیا ہے کہ سیمرغ سے کیامانگنا ہے ؟

حضرت بو علی رودباری کی دعا

حضرت بو علی رودباری بوقت نزاع کہنے لگے کہ میری جان محبوب کے انتظار میں لبوں پر آگئی ہے ۔ آسمان کے سب دروازے میرے لئے کھول دیئے گئے ہیں اور جنت میں میرے لئے کرسی رکھ دی گئی ہے ۔ ابدیت کے محل میں ممکن درویش بلبل کی طرح خوش کن آواز سے مجھے کہنے لگے ہیں ! اے اللہ کے عاشق جلدی آؤ ۔ اللہ کا شکر ادا کرو اور خوشی خوشی چل کر آؤ ۔ یہ اعلیٰ مقام جو تجھے مل رہا ہے دنیا میں کسی نے نہیں دیکھا۔ اے اللہ اگر مجھے تیرا فضل و کرم نصیب ہو جائے تو میرا قلب حق الیقین سے کبھی ادھر ادھر نہیں بھٹکے گا۔ اے اللہ تیرا عشق تو میری جان کے ساتھ گوندھا جاچکا ہے ۔ میں اب نہ تیری دوزخ کو اور نہ ہی جنت کو جانتا ہوں ۔ اگر تو مجھے آگ میں جلا کر راکھ بنا دے تو پھر بھی میں تیرے بغیر اور کسی چیز کی جستجو نہیں کروں گا۔ میں صرف تجھے جانتا ہوں ۔ مجھے دین اور کافری سے کیا لینا دینا ۔ میں فقط تجھے چاہتا ہوں اور تجھے ہی جانتا ہوں ۔ میں اپنی جان تجھ پہ نچھاور کرتا ہوں ۔ اس عالم میں اس عالم میں میری خواہش صرف تو ہی تو ہے ۔ میرے دل وارفتہ کی اس خواہش کو پورا کرتے ہوئے مجھے اپنا ذرہ بھر دیدار کرادے اور میری جان لے لے ۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت داؤد علیہ السلام کو خطاب کرنا

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو فرمایا ! اے داؤد میرے بندے سے کہو کہ اے مشت خاک اگر میں جزا کے لئے جنت اور سزا کے لئے دوزخ نہ بناتا تو کیا تم میری عبادت کرتے ؟ اگر جنت کا نور اور دوزخ کی نار نہ ہوتی تو کیا تمہیں میری فکر ہوتی ؟ چونکہ میں معبود برحق ہوں اس لئے میرے عاشقوں کا مقام یہ ہے کہ وہ بہشت کی امید اور دوزخ کے خوف سے بے نیاز ہو کر میری عبادت کریں ۔ اگر یہ امید اور خوف نہ ہوتے تو کیا تم میری عبادت کرتے ؟ چونکہ میں ہی تمہارا خدا ہوں اس لئے طمع اور خوف سے بے نیاز ہو کر سچے دل سے میری عبادت کرو ۔ میرے ماسوا ہر شے کو جلا کر راکھ کر دو اور اس راکھ کو عظمت کی ہواؤں کے دوش پر بکھیر دو ۔

سلطان محمود اور ایاز کی حکایت

ایک دن سلطان محمود غزنوی نے اپنے خاص غلام ایاز کو طلب کیا ۔ پھر اس کے سر پر تاج رکھا اور اسے تخت پر بیٹھایا ۔ سلطان نے ایاز سے کہا ! میں نے اپنی بادشاہی تیرے نام کی اور میرا لشکر بھی اب تیرا ہے ۔ اب تم حکمرانی کرو یہ سلطنت اب تمہاری ہے ۔ اپنی غلامی کے طوق کو ریزہ ریزہ کر کے چاند اور زیر زمین سمندر کی تہہ میں دفنا دو ۔ جب درباریوں کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو حسد و جلن میں کہنے لگے کہ دنیا میں کسی بادشاہ نے اپنے غلام کو ایسا بلند مرتبہ عطا نہیں کیا۔

بادشاہ کا فیصلہ سن کر ایاز زارو قطار رونے لگا ۔ درباریوں نے ایاز سے کہا ! اے دیوانے غلام تجھے بادشاہی مل گئی ہے ۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہیئے ۔ اس میں رونے دھونے کی کونسی بات ہے ؟ ایاز نے کہا ! تم یہ بھی نہیں سمجھ سکے کہ مجھے بادشاہی دے کر بادشاہ مجھے دور پھینکنا چاہتا ہے ۔ وہ مجھے بادشاہی اور امور سلطنت میں مشغول کرنا چاہتا ہے جب کہ مجھے اس کی جدائی گوارا نہیں ہے۔ میں اس کی فرمان بزداری کرنا چاہتا ہوں لیکن اس سے دوری مجھے منظور نہیں ہے۔ مجھے حکومت اور بادشاہی سے کیا لینا دینا ؟ میری خوشی تو اس کے دیدار میں ہے ۔

رات دن سستے اور بے ہودہ اشغال سے لطف اندوز ہونے والے شخص خدا کی بندگی کا طریقہ ایاز سے سیکھو ۔ ایاز مسند شاہی سے نیچے اتر آیا لیکن تم ہو کہ جہاں ہو وہیں پڑے ہوئے ہو ۔ تمہارے دل میں کسی تبدیلی کی خواہش بھی نہیں ہے۔ آخر کار اپنے غموں کا کس کے سامنے اظہار کرو گے ؟

جب تک تیری راہ میں جنت اور دوزخ اڑے آئیں گے تیرا دل اس راز سے کیسے باخبر ہو سکے گا جسے میں تجھ پر منکشف کرنا چاہتا ہوں ۔ لیکن جب تم ان دونوں کے خیال سے فارغ ہو جاؤ گے تو پھر تیری شام سے تیری سعادت مندی کی صبح نمودار ہو گی ۔ تب سارے راز تجھ پر روز روشن کی طرح عیاں ہوجائیں گے۔ باغ بہشت بدکاروں کے لئے نہیں ہے اور عرش بریں احباب قلب کے لئے ہی موزوں ہے۔

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مناجات

حضرت رابعہ بصری نے فرمایا کہ اے رازوں کے راز جاننے والے اللہ! میرے دشمنوں کی دنیاوی خواہشات کو پورا کر اور میرے دوستوں کو ابدی زندگی عطا کر۔ جہاں تک میرا معاملہ ہے تو میں دونوں جہانوں کے جھمیلوں سے آزاد ہوں ۔ میرے لئے تیری قربت کے مقابلے میں دونوں جہان ہیچ ہیں ۔ میرے لئے بس تو ہی کافی ہے ۔ دونوں جہانوں میں اگر میں تیرے بغیر کسی اور چیز کا تصور کروں تو میں کافر ہوں ۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت داود علیہ السلام کو خطاب کرنا

ایک دفعہ حق تعالیٰ نے پردہ حجاب سے حضرت داود علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دنیا میں اچھی یا بری ، ظاہر یا پوشیدہ ، ساکن یا متحرک ، ہر شے کا بدل موجود ہے ۔ لیکن صرف میرا (یعنی اللہ) کا نہ کوئی بدل ہے اور نہ ہی کوئی ہم پلہ ہے۔ میرا چونکہ کوئی قائم مقام نہیں ہے اس لئے تو مجھ سے دور نہ ہونا۔ میرا وجود تمہارے لئے ناگزیر ہے اور تم میری ذات کے محتاج ہو۔ لہذا میرے بغیر جو چیز بھی تمہارے سامنے آئے اسے طلب نہ کرنا۔

سلطان محمود اور سومنات کا مندر

جب سلطان محمود کے لشکر نے سومنات کے مندر میں لات نامی بت کو دریافت کیا تو سلطان نے اسے تباہ کرنے کا ارادہ کر لیا ۔ ہندو پجاریوں نے بت کو بچانے کے لئے اس کے وزن سے دس گنا زیادہ سونا سلطان کو پیش کرنا چاہا۔ لیکن بادشاہ نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور بت کو جلانے کے لئے بڑے پیمانے پر آگ جلانے کا حکم جاری کیا ۔ یہ حکم سن کر ایک سپہ سالار نے محمود سے کہا کہ کیا یہ بہتر نہیں کہ بت کو جلانے کی بجائے دس گنا سونا لے لیا جائے ۔ سلطان نے جواب دیا کہ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ روز قیامت حق تعالیٰ ساری دنیا کی مخلوقات کے سامنے کہیں گے کہ آذر بت تراش ہے جبکہ محمود بت فروش ہے۔

کہتے ہیں جب آتش پرستوں کا بت جل رہا تھا تو اس میں سے سینکڑوں من

ہیرے موتی اور جواہرات برآمد ہوئے اور یوں بت کو نذر آتش کرنے سے سلطان کو بے بہا خزانہ بھی ہاتھ لگا ۔ اس پر سلطان محمود غزنوی نے کہا کہ لاٹ کا جو مقدر تھا وہ اس تک پہنچا ، اور خدا تعالیٰ نے مجھے انعام و اکرام سے نوازا ۔

سلطان محمود کی ایک اور حکایت

شہنشاہ محمود غزنوی جب ہندو بادشاہوں سے مڈ بھیڑ کے لئے روانہ ہورہا تھا تو اس نے اللہ تعالیٰ کے روبرو منت مانگی کہ اگر مجھے ہندو لشکر پر غلبہ حاصل ہوگیا تو جنگ سے حاصل ہونے والا سارے کا سارا مال و غنیمت میں درویشوں کی نذر کردوں گا۔ آخر کار جب محمود کو ہندوں پر فتح حاصل ہوگئی تو اسے کثیر مقدار میں خزانہ بھی ملا ۔ جب سیاہ رنگت والے ہندو شکست کھا کر میدان سے بھاگ گئے تو محمود نے حکم دیا کہ سب مال و دولت درویشوں میں تقسیم کر دیا جائے کیونکہ ایسا کرنے کی منت میں پہلے ہی بارگاہ الہیٰ میں مان چکا ہوں ۔ تمام سپاہیوں نے احتجاجاً کہا کہ بادشاہ سلامت ! اتنی گراں قدر دولت درویشوں میں تقسیم کرنا مناسب نہیں یا تو یہ سارا مال و دولت لشکر میں تقسیم کردیں ، یا پھر اسے شاہی خزانے میں جمع کرنے کا حکم دیں۔ کیونکہ درویشوں نے تو جنگ میں حصہ ہی نہیں لیا۔

محمود اپنی منت اور لشکر کا احتجاج دیکھ کر پریشان سا ہوگیا ۔ اس دوران ابو حسین نامی ایک دیوانہ ، جو دراصل بہت ہی عقلمند تھا ، لشکر کے پاس سے گزرا ۔ بادشاہ نے دیوانے کو دیکھ کر کہا میں اس دیوانے کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیتا ہوں ۔ کیونکہ یہ دیوانہ نہ بادشاہ سے اور نہ ہی لشکر سے ڈرتا ہے ۔ اس لئے اس کا فیصلہ غیر جانبدارانہ ہوگا۔ آپ لوگ اس سے پوچھیں ، جو وہ کہے گا میں وہی کروں گا ۔ جب یہ معاملہ سلطان نے ابو حسین کے سامنے پیش کیا تو اس نے جواب دیا ! اے سلطان یہ سوال دو نقرئی (اوبول) سکوں کے برابر ہے ۔ اگر تمہیں آئندہ اللہ تعالیٰ سے کوئی کام نہیں پڑے گا تو پھر اپنی منت پوری کرنے کی فکر مت کرو۔ لیکن اگر تمہیں مستقبل میں اللہ تعالیٰ سے کام پڑتے رہیں گے تو پھر یہ سارا مال و دولت حسب منت درویشوں میں تقسیم کردو۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے فتح مندی عطا فرمائی ہے تو اب تجھے بھی اپنا فریضہ پورا کرنا چاہیئے

اور اس مال و دولت میں سے اپنے اور لشکر کے لئے کچھ بھی نہیں رکھنا چاہیئے ۔

یہ سن کر محمود نے سارا خزانہ درویشوں میں تقسیم کر کے ایک عظیم شہنشاہ کا خطاب پایا۔

اکیسویں پرندے کا سوال کرنا

ایک دوسرے پرندے نے ہدہد سے کہا ! اے جاہ و جلال کے حامل نا معلوم بادشاہ تک ہماری راہ نمائی کرنے والے ، ہمیں بتائیں کہ اس درگاہ میں کونسی چیز لے جانا مناسب اور موزوں ہے ۔ کیونکہ بادشاہوں کے پاس نفیس اور قیمتی تحفے لے جانے چاہئیں ۔ ان کے بارگاہ میں کوئی کمینہ ہی خالی ہاتھ جائے گا۔

ہدہد نے اسے جواب دیا ، اگر تم میری مانو تو اس درگاہ میں وہی چیز لے جاؤ جو وہاں نہ ہو ۔ کیا یہ مناسب ہو گا کہ وہاں وہ چیز لے جائی جائے جو پہلے ہی وہاں موجود ہو؟ وہاں سچا علم پایا جاتا ہے ، رموز و اسرار کا علم بھی وہاں موجود ہے۔ عبادت اور فرماں برداری کے لئے وہاں فرشتوں کی کمی نہیں ہے۔ اگر کوئی تحفہ وہاں لے جانے کے لائق ہے تو وہ سوز دل اور درد دل ہی ہے ۔ اگر درد کی ایک آہ بھی وہاں نکلے تو قلب کی خوشبو اس درگاہ تک پہنچ جاتی ہے۔ اس بارگاہ کے لئے خاص تحفہ تیری جان کا عرق ہی ہے ۔ لہٰذا اگر دل کی گہرائیوں سے آہ نکلے گی تو مرد کے لئے یہی آہ نجات کا باعث بن جائے گی۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور بی بی زلیخا کی حکایت

عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے اپنے عروج کے زمانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا۔ زلیخا نے اپنے ایک غلام سے کہا کہ حضرت یوسف کو پچاس کوڑے اتنے زور سے مارو کہ اس کے چیخنے چلانے کی آوازیں میرے کانوں تک پہنچیں ۔ لیکن نیک طبیعت غلام دل سے ایسا کرنے پر مائل نہ تھا ۔ اس نے جانور کی کھال میں بھوسہ بھر کر اس پر کوڑے برسانا شروع کر دیئے اور حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ ہر کوڑے پر وہ آہ و فغاں کریں تاکہ ملکہ زلیخا کے کانوں تک اس

کارروائی کی خبر پہنچتی رہے۔ چیخ و پکار سن کر زلیخا عقوبت خانے میں آئی اور غلام سے کہنے لگی کہ تم نے یوسف علیہ السلام پر نرم ہاتھ رکھا ہوا ہے۔ کوڑے زور سے مارو ۔ اس پر غلام نے کہا ! اے چندے آفتاب حضرت یوسف علیہ السلام اگر تمہارے جسم کو زلیخا نے دیکھا اور تمہارے بدن پر اسے کوڑوں کے نشانات نظر نہ آئے تو میری شامت آجائے گی۔ اب تم اپنا جسم برہنہ کرو اور کوڑے پڑنے پر دل کو مضبوط رکھو۔ اگر تم کوڑے کی ضرب سے چیخو گے تو زلیخا کوڑے کے نشانات کی پروا نہیں کرے گی۔ حضرت یوسف علیہ السلام برہنہ ہوگئے اور کوڑوں کی ضرب سے پیدا ہوئی آہ و فغاں سات آسمانوں تک پہنچ گئی۔ جب زلیخا نے حضرت یوسف کی آہ سنی تو غلام سے کہا کہ اب بس کرو بہت ہوگیا۔ یوسف کی آہ و فغاں نے اپنا اثر دکھا دیا ہے ۔ پہلے اس کا کراہنا بے اثر تھا اب اس کی آہوں میں حقیقی اثر پیدا ہوگیا ہے۔

حضرت بو علیؒ طوسی کا پر حکمت بیان

حضرت بو علی طوسی اپنے وقت کے بہت بڑے صوفی بزرگ تھے ۔ آپ خود آگاہی اور توجہ کی وادی کے سالک تھے ۔ سلوک کے جس مقام پر وہ عزت اور کمال کے ساتھ جلوہ افروز تھے میں نہیں سمجھتا کہ کوئی دوسرا بزرگ وہاں پہنچا ہو ۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا ، روز محشر ، دوزخی بڑی غم زدہ حسرت سے جنتی لوگوں کو دیکھیں گے اور ان سے جنت کی خوشیوں اور وصال باری تعالیٰ کے لطف و سرور کا حال تفصیل سے پوچھیں گے۔ جنتی لوگ انہیں کہیں گے کہ جنت کی خوشیاں اللہ تعالیٰ کے جمال کا نظارہ کرنے سے اٹھ گئیں تھیں اور اس کا جمال جب ہمارے قریب آیا تو آٹھوں جنتوں کا حسن شرم کے مارے تاریک ہو کر رہ گیا تھا۔ اللہ کے دل آویز جمال کے انور میں جنت کا نام و نشان تک مٹ گیا تھا ۔ تب دوزخی کہیں گے ، ہم محسوس کرتے ہیں کہ تمہارا کہنا درست ہے ۔ ہم جانتے ہیں کہ دوزخ جیسی خوفناک جگہ میں ہمارا موجود ہونا ہم پر اللہ کے غضب کی شہادت ہے ۔ اور اسی وجہ سے ہمیں اس کے جمال سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اب ہم دوزخ کی آگ کا ایندھن بن گئے ہیں اور ہمارے دلوں میں ندامت اور پشیمانی کی آگ بھڑک رہی ہے۔

اے طالب حق! دکھ درد کے گھاؤ برداشت کرنے کی پرجوش صلاحیت پیدا کرو اگر تم زخمی ہو تو اپنے زخم کو تسلیم کرو اور اسے دیکھ کر خود پر ترس کھانا چھوڑ دو۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص کی درخواست

ایک شخص نے بڑی عاجزی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی جائے نماز پر نماز پڑھنے کی درخواست کی۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے وہاں نماز پڑھنے سے منع کیا اور فرمایا اس وقت ریت اور مٹی تپ رہے ہیں۔ تم ان پر سجدہ کرو کیونکہ عشق کے گھائل کا چہرہ داغ دار ہونا چاہیئے اور اس کے داغ نظر آنے چاہیئے۔ بہتر یہی ہے کہ دل کے داغ نظر آئیں کیونکہ ان زخموں ہی سے پتہ چلتا ہے کہ ایک جوانمرد عشق کے میدان کا شہسوار ہے۔

بائیسویں پرندے کا وادی طلب کے بارے میں سوال کرنا

ایک دوسرے پرندے نے ہدہد سے سوال کیا اے رہبر! مجھے یہ راستہ بڑا تاریک دکھائی دیتا ہے۔ مایوسی اور تاریکی کے سبب یہ راستہ بڑا ہی دشوار گزار ہے۔ اے میرے مرشد یہ راستہ کتنے میل لمبا ہے؟

ہدہد نے اسے کہا! ہمیں یہاں سات وادیوں سے گزرنا ہوگا تب کہیں جا کر ہم سیمرغ کی درگاہ تک پہنچیں گے۔ کوئی شخص اس جہان میں اس راستے سے واپس نہیں لوٹا جو یہ بتا سکے کہ اس راستے کی میلوں میں کتنی لمبائی ہے۔ اے خوف زدہ پرندے صبر سے کام لو۔ اس راستے پر چلنے والوں کو اسے خدشات لاحق رہتے ہیں۔

یہاں سب سے پہلے طلب کی وادی آتی ہے اس کے بعد وادی عشق آتی ہے۔ تیسری وادی علم و معرفت کی ہے۔ چوتھی وادی استغنا اور بے تعلقی کی ہے۔ پانچویں وادی توحید کی جبکہ چھٹی حیرت کی ہے۔ آخری اور ساتویں وادی فقر اور فنا کی ہے اس وادی سے آگے بڑھنا کسی کے بس کا روگ نہیں ہے۔

جب تم وادی طلب میں پہنچو گے تو ہزاروں دکھ درد تم پر حملہ آور ہو جائیں

گے اور یہاں تمہیں سینکڑوں آزمائشوں سے گزرنا ہوگا ۔ یہاں جنت کے طوطے کی حیثیت مکھی کے برابر ہوگی ۔ یہاں تمہیں کئی برس قیام کرنا ہوگا اور اپنی حالت کو تبدیل کرنے کیلئے زبردست جدوجہد کرنا ہوگی۔ اس جدوجہد میں تمہیں اپنی دل و جان سے پیاری چیزوں کو چھوڑنا ہوگا اور آخر کار تمہیں بالکل تہی دست ہونا پڑے گا۔ تہی دامن ہو کر تمہیں دوسری مخلوقات سے بھی منہ موڑنا ہوگا ۔ تب تمہارا قلب عذاب جہنم سے محفوظ ہو جائے گا اور تمہیں رب العزت کی شان و شوکت اور اس کے خالص نور کا دیدار نصیب ہوگا ۔ اس کے بعد تمہاری سچی خواہشات لا متناہی ہوجائیں گی۔ اس وادی میں داخل ہونے والا ہر کوئی شخص طلب کی خواہش سے معمور ہو کر خود اس وادی کا ایک نمونہ بن جائے گا۔ وہ ساقی سے ایک جام پی کر دونوں جہاں فراموش کردے گا اور اپنے اصل مقصد کو حاصل کرنے کے علاوہ ہر چیز سے بیگانہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد طلب کے دروازے پر محافظ اژدہوں کا بھی اسے خوف نہ رہے گا اور دروازہ کھلنے پر جب وہ اندر داخل ہوگا تو دقیانوسی خیالات ، عقائد اور کفر والحاد اس کے لئے نیست و نابود ہو جائیں گے ۔

حضرت عثمان عمرو مکی کے گنج نامے سے ایک اقتباس

جب اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کے پانی اور مٹی سے بنے ڈھانچے میں روح کو پھونکنا چاہا تو اس کی خواہش تھی کہ فرشتوں کی جماعت کو اس کی خبر نہ ہو ، بلکہ انہیں اس امر کا شائبہ تک نہ ہو ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا ! اے روحانی مخلوق حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ اس پر تمام فرشتے زمین پر سجدہ ریز ہوگئے اور اس دوران اللہ کی مرضی کے مطابق ، فرشتوں میں سے سوائے ابلیس کے ، کسی کو بھی اس عمل کی خبر نہ ہوئی ۔ ابلیس نے کہا میں ہر گز سجدہ نہیں کروں گا۔ مجھے کوئی غم نہیں ہے اگر میرا سر قلم بھی ہو جائے ، ایسا ہونا بہر صورت خدا کی فرمانبرداری سے تو بہتر ہے ۔

میں جانتا ہوں کہ حضرت آدم علیہ السلام خاک نہیں ہیں ۔ اگر میں سجدہ ریز ہوگیا تو وہ راز نہیں دیکھ سکوں گا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ودیعت

فرمایا ہے ۔ چنانچہ ابلیس سجدہ کرنے کی بجائے اس راز کو دیکھنے میں لگ گیا ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جاسوس ! تونے میرا راز چرالیا ہے اب میں تجھے قتل کردوں گا تاکہ تم یہ راز دنیا میں کسی کو نہ بتاؤ ۔ اس لئے کہ بادشاہ اپنے خزانے کو لوگوں سے چھپا کر رکھتا ہے ۔ لیکن اگر اس خزانے کو رکھتے وقت کسی کی ایک نظر پڑ جائے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔

اس پر ابلیس نے کہا ! اللہ تعالیٰ مجھے کچھ مہلت دو۔ کیونکہ آخر میں تیرا ہی غلام ہوں ۔ مجھے بتاؤ کہ میں اپنے گناہ کا کفارہ کیسے ادا کرسکتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جواب میں کہا چونکہ تم نے مجھ سے مہلت مانگی ہے اس لئے میں تجھے مہلت دیتا ہوں مگر تیری گردن میں لعنت کا طوق ہمیشہ پڑا رہے گا ۔ میں نے تیرا نام جھوٹا اور بہتان طراز رکھ دیا ہے تاکہ قیامت تک ہر کوئی تجھ پر لعنت برساتا رہے ۔

ابلیس نے کہا جب میں نے تیرے پاک راز کو دیکھ لیا ہے تو اب مجھے لعنتی ہونے کا کوئی خوف نہیں ہے ۔ اگر لعنت تیری ہے تو رحمت بھی تیری ہے ۔ جہاں زہر ہے وہاں تریاق بھی ہے ۔ اے اللہ تو مخلوقات میں کسی پر عذاب اور کسی پر اپنی نوازشات نازل کرتا ہے ۔ میں ارتکاب گناہ سے بلا شبہ تیری لعنت کا مستحق ہوں۔

اے طالب ! جس راز کے بارے میں گفتگو ہوئی ہے ، اگر تو اسے سمجھنے اور پانے سے قاصر ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایسا راز موجود نہیں ہے ۔ ہاں البتہ تونے اسے پانے کے لئے صحیح راستہ نہیں اپنایا۔ اگر تم منجاب اللہ نازل ہونے والی اشیاء میں تفریق کرتے ہو تو تم راہ حق سے بھٹکے ہوئے ہو ۔ اگر ہیرا تمہاری عزت اور پتھر تمہاری بے عزتی کی نشانی ہے تو جان لو کہ حق تعالیٰ تیرے ساتھ نہیں ہیں ۔ کان کھول کر سن لو کہ تمہیں ہیرے سے محبت اور پتھر سے نفرت نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ یہ دونوں منجانب اللہ ہی ہیں ۔ اگر تیری بیوی دیوانگی میں پتھر بھی مار دے تو ایسا پتھر غیر عورت کے ہاتھوں مارے گئے زیور کے مقابلے میں کہیں بہتر ہے ۔

کمال ذات میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر وہ خود سے ایک لمحہ بھی غافل رہا تو پستی میں جاگرے گا۔

مجنوں کی کہانی

اللہ کے ایک عاشق نے مجنوں کو راستے میں خاک چھانتے ہوئے دیکھا۔ اس نے مجنوں سے پوچھا، تم کس کو تلاش کر رہے ہو ؟ اس نے کہا میں لیلیٰ کو ڈھونڈ رہا ہوں - اس عاشق نے مجنوں سے کہا، کیا تجھے یہاں لیلیٰ کے ملنے کی امید ہے ؟ مجنوں نے کہا میں اسے ہر جگہ تلاش کرتا ہوں - اس امید سے کہ وہ یہاں یا وہاں، کہیں نہ کہیں مجھے ضرور ملے گی۔

حضرت یوسف ہمدانی کا بیان

حضرت یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانے کے امام اور دونوں جہانوں کے رموز و اسرار سے بخوبی واقف تھے - آپ نے فرمایا، بلندیوں اور پستیوں میں جو کچھ بھی نظر آتا ہے، بلکہ کائنات کا ہر ذرہ درحقیقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرح گم کردہ حضرت یوسف علیہ السلام کی تلاش کر رہا ہے -

اے طالب حق ! راہ سلوک میں عشق اور امید دونوں کا ہونا ضروری ہے۔ اگر تم میں یہ دو چیزیں نہیں ہیں تو پھر تمہیں طلب حق سے دست بردار ہوجانا چاہیئے - مرد حق کو طلب کی راہ میں صبر سے کام لینا چاہیئے۔ لیکن کیا عاشق کبھی صبر کرسکتا ہے ؟ بہرحال صبر کے ساتھ تمہیں اس امید سے جدوجہد جاری رکھنی چاہیئے کہ کبھی نہ کبھی کوئی مرد حق تجھے راہ نمائی کے لئے مل جائے گا۔ خود کو حضوری میں قائم کرو اور ظاہری زندگی کی قید سے بچو -

حضرت ابو سعید مہنہ کی کہانی

حضرت شیخ ابو سعید مہنہ رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ شدید اضطرابی کیفیت میں مبتلا ہوگئے - اس کیفیت میں ان کا دل دو ٹکڑوں میں بٹ گیا۔ دور سے انہوں نے خراماں خراماں چلتے ہوئے بہ ظاہر ایک نیک شخص کو دیکھا۔ اس بوڑھے کسان کے چہرے سے نور برس رہا تھا - شیخ نے اسے سلام کیا اور اپنی اضطرابی کیفیت سے آگاہ کیا بوڑھے دیہاتی نے ان کی باتوں کو غور سے سنا اور کچھ توقف کے بعد حضرت شیخ سے کہا

اگر زمین سے آسمان تک ساری فضا کو باجرے کے دانوں سے سینکڑوں مرتبہ بھر دیا جائے اور کوئی ایسا پرندہ ہو جو ہزار سال کے بعد، ایک دانہ چگتا ہو اور بالفرض اگر وہ پرندہ ایک دانہ کھا کر سو چکر لگائے تو پھر بھی اس کی درگاہ کی خوشبو کو نہ پاسکے گا۔ ابو سعید تو تب بھی اس سے بہت دور ہو گا۔

راہ طلب کے زخمیوں کو بڑے صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔ لیکن یہاں صبر کرنے کو کوئی تیار نہیں ہے۔ طلب جب باطن سے خارج میں ظاہر ہوتی ہے تو ساری کائنات میں سما کر بھی اسے اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ جو طلب کی تلاش میں نہیں وہ جانور کی مانند ہے۔ اس سے زیادہ اور میں کیا کہوں۔ وہ زندہ نہیں ہے بلکہ مردہ ہے۔ اس کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ وہ ایک بے جان جسم یعنی مثل ایک لاش ہے۔

سلطان محمود اور سونے کے متلاشی ایک شخص میں مکالمہ

ایک رات سلطان محمود اکیلا گشت پر تھا۔ اس نے راستے میں ایک شخص کو سونے کی تلاش میں خاک چھانتے ہوئے دیکھا۔ اس شخص نے مٹی چھان کر جگہ جگہ اس کے ڈھیر لگا رکھے تھے۔ جب بادشاہ نے اسے دیکھا تو اپنا بازو بند مٹی کے ڈھیروں میں پھینک کر وہاں سے غائب ہو گیا۔ اگلی رات بادشاہ وہاں آیا اور اس شخص کو پھر مٹی چھانتے پایا۔ بادشاہ نے اس سے کہا کل تمہیں یہاں بادشاہ کا شاہی بازو بند مل گیا تھا، اس کا خراج ادا کرو کہ اتنی بڑی دولت تمہیں بہ آسانی مل گئی۔ اس پر بھی تو آج کیوں مٹی چھان رہا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا، مجھے وہ شاہی بازو بند مٹی چھاننے کی وجہ سے ہی تو ملا تھا اس لئے جب تک میری زندگی ہے میں یہ کام کرتا رہوں گا۔

اے طالب حق، تم بھی اس جوانمرد کی مانند بن جاؤ اور اس وقت تک جستجو جاری رکھو جب تک کہ راہ حق کا دروازہ تجھ پر نہ کھل جائے۔ یاد رکھو اللہ کی رحمت کا دروازہ بند نہیں ہے۔

حضرت رابعہ بصری کا ایک مست کو جواب دینا

ایک دیوانہ اللہ سے سوال کر رہا تھا کہ اے اللہ اپنا در میرے لئے کھول دے

تاکہ مجھے تیرا وصل نصیب ہو۔ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ نے دیوانے کا سوال سن کر کہا ، اے دیوانے اللہ کا دروازہ بند کب ہوا ہے ؟

دوسری وادی یا وادی عشق

ہدہد نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا ، اگلی وادی عشق کی ہے ۔ جس میں داخل ہونے والے کو مثل آتش ہونا چاہیئے ۔ اس سے زیادہ اور میں کیا کہوں کہ ایسے عاشق کو آگ ہونا چاہیئے۔ اس کے چہرے کو آگ کے تند خو اور پر جوش شعلوں کی طرح جلنا چاہیئے۔ سچا عاشق شک و شبہ کو نہیں جانتا۔ عشق کی آگ اچھائی اور برائی کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے ۔

لیکن اے سست الوجود اور لاپرواہ پرندے ، تجھ پر میری تقریر کا کوئی اثر نہ ہوگا ۔ سچا عاشق وہ ہے جو اپنا سب کچھ نقد و نقد ہار دے اور دوست کے وصال کی خاطر اپنا سر بھی قربان کر دے ۔ دوسرے خود کو وعدوں پر ٹرخاتے رہتے ہیں ، بھلا کل کلاں وہ تیرے کیا کام آئیں گے ؟ اس راہ پر چلنے والا جب تک مقصد کے حصول میں پوری طرح سے ڈوب نہیں جاتا اسے منزل نہیں ملتی ۔ بے دلی سے چلنے والا بالآخر راستے کے رنج و الم اور اس سے پیدا ہونے والی دیوانگی کا شکار ہو جاتا ہے ۔ باز اپنے شکار کو حاصل کرنے تک تند خو اور بے چین رہتا ہے۔ ساحل پر رہ جانے والی مچھلی پانی کی طلب میں تڑپتی رہتی ہے۔

اس وادی میں عشق کی علامت آگ ہوتی ہے اور دلیل کا مقام یہاں دھوئیں سے بڑھ کر نہیں ہے ۔ جب عشق عروج کو پہنچ جاتا ہے تو عقل فارغ ہوجاتی ہے ۔ عقل کو عشق کی دیوانگی سے بھلا کیا واسطہ ؟ اگر تجھے باطنی نگاہ مل جائے تو ظاہری دنیا کا ذرہ ذرہ تجھ پر عیاں ہوجائے گا۔ اس کے برعکس اگر تم عقل کی ظاہری آنکھ سے چیزوں کو دیکھو گے تو تمہیں عشق کی ضرورت کا ادراک نہیں ہوسکے گا ۔ عشق کا احساس فقط تجربہ کار اور آزاد منش انسان ہی کر سکتا ہے۔ اس راستے پر چلنے والے کو سینکڑوں جانوں کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ہر لحظہ وہ اپنی جان کو قربان کر سکے ۔

ایک عاشق مزاج ہیجڑے کی حکایت

ایک عاشق مزاج ہیجڑا آب جو فروش لڑکے کو دل دے کر اپنے گھر بار سے فارغ ہو گیا۔ عشق کی حدت سے وہ اس لڑکے کا سودائی بن گیا۔ وہ ہمیشہ بھوک سے بلکتا رہتا کیونکہ اگر اسے کھانے کے لئے روٹی دی جاتی تو اسے فروخت کر کے وہ اس کے عوض ستو کا شربت خرید لیتا۔ آخر کار کسی نے اس سے پوچھا اے دیوانے! یہ عشق کیا ہے، جس نے تیری حالت کو اس قدر قابل رحم بنا دیا ہے؟ یہ راز مجھے بھی بتاؤ۔ اس دیوانے سے کہا، عشق یہ ہے کہ تو تمام عالم کے مال و متاع کو شربت جو کے عوض فروخت کردے۔ جب تک کوئی اس بات کو نہیں سمجھے گا اس وقت تک وہ عشق اور درد کو کیا جانے گا۔

مجنوں کی کہانی

لیلیٰ کے والدین نے مجنوں کو اپنے خیمے کے قرب و جوار میں آنے سے منع کیا۔ لیکن عشق کی مستی میں غرق مجنوں پر ایسی باتوں کا کیا اثر ہونا تھا۔ اس نے صحرا کے ایک چرواہے سے بھیڑ کی کھال لی اور اسے پہن کر چرواہے سے کہا خدا کے لئے مجھے اپنے ریوڑ میں لے چلو اور پھر اپنے ریوڑ کو لیلیٰ کے خیمے کی طرف لے جاؤ۔ تاکہ کم از کم مجھے لیلیٰ کی خوشبو ہی آجائے اور میں بھیڑ کی شکل میں تھوڑی دیر کے لئے اپنے محبوب کا دیدار حاصل کرلوں۔ چرواہے نے وہی کیا جو مجنوں چاہتا تھا۔ جیسے ہی یہ لوگ لیلیٰ کے خیمے تک پہنچے تو اس کا دیدار کر کے مجنوں بے ہوش ہو گیا۔ چرواہے نے اسے کندھے پر ڈالا اور جنگل لے جا کر اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے تاکہ کچھ دیر کے لئے عشق کی آگ کچھ تو ٹھنڈی ہو جائے۔

دوسرے دن مجنوں اپنے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ جنگل میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دوست نے اسے کہا! تمہارے جیسے خاندانی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ برہنہ رہے۔ اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے لباس کا بندوبست کرسکتا ہوں۔ مجنوں نے کہا کوئی بھی لباس میرے محبوب کے لائق نہیں ہے۔ میری نظر میں بھیڑ کی کھال سے بہتر کوئی لباس نہیں ہے۔ لہذا مجھے بھیڑ کی کھال لادو یا پھر مجھے برہنہ ہی رہنے دو۔ لیلیٰ میرے لئے وہ

حرمل ہے جس کی دھونی نظر بد سے بچنے کے لئے رچائی جاتی ہے۔ مجنوں کے لئے ریشمی پوشاک پہننے میں کوئی عار نہیں ہے لیکن اب مجھے صرف بھیڑ کی کھال کا لباس مطلوب ہے کیونکہ اسے پہن کر ہی میں نے لیلیٰ کا دیدار کیا تھا۔

اے طالب حق یہ بات جان لے کہ عشق فہم و فراست کو ایک طرف کر دیتا ہے۔ عشق تمہارے رویے اور بشری صفات کو بدل کر رکھ دیتا ہے۔ عشق کرنے کا مطلب رواجی زندگی سے دستبردار ہو کر گھٹیا مشاغل کو ترک کرنا ہے۔

ایک غریب درویش کا ایاز پر عاشق ہونا

ایک غریب درویش ایاز پر عاشق ہوگیا ۔ اس کے عشق کا قصہ جلد ہی زبان زد عام ہوگیا۔ جب کبھی ایاز گھوڑے پرسوار ہو کر گلیوں سے گزرتا تو یہ غریب درویش اس کے پیچھے پیچھے بھاگتا ۔ مشک بار ایاز کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے یہ دیوانہ بے تاب رہتا۔ غریب درویش ایاز پر اپنی نظریں ایسے جماتا جیسے پولو کا کھلاڑی گیند پر اپنی نظریں جماتا ہے۔ آخر کسی نے سلطان محمود کو ایاز کے اس عاشق کی خبر پہنچادی ۔ ایک دن جب سلطان محمود اور ایاز اکٹھے کہیں جارہے تھے تو وہ مست بھی ان کی سواری کے ساتھ ساتھ بھاگ رہا تھا ۔ سلطان محمود نے اس غریب درویش کو دیکھا جس کا جسم جو کی طرح کمزور اور پتلا دبلا تھا ۔ اس کا چہرہ تنکے کی مانند زرد تھا ۔ اس کی کمر چوگان کی طرح خمدار تھی اور وہ خود گیند کی طرح پریشان حال تھا۔

سلطان محمود نے اسے مخاطب کر کے کہا ! اے مفلس و نادار درویش کیا تو بادشاہ کا رقیب بننا چاہتا ہے ؟ اس غریب نے جواب دیا ! اے بادشاہ آپ مجھے مفلس کہتے ہیں تو کوئی بات نہیں ۔ لیکن عشق بازی میں آپ سے کم نہیں ہوں۔ عشق اور مفلسی ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ تو اگرچہ بادشاہی کا کروفر بھی رکھتا ہے مگر عشق کے لئے مجھ جیسے سوختہ دل کی ضرورت ہوتی ہے ۔ تیرا عشق رواجی ہے۔ مجھے تو جدائی کا غم کھا رہا ہے ۔ تیرے پاس فقط وصال ہی وصال ہے۔ ذرا فراق میں ایک لمحہ صبر کر کے دکھاؤ ۔ بادشاہ نے اسے کہا تیرے لئے عشق ایسے ہی ہے جیسے کہ پولو کا کھیل۔ درویش نے کہا بالکل ایسا ہی ہے ۔ کیونکہ گیند بھی میری طرح ہر وقت پریشان رہتا ہے۔ وہ میری طرح

اور میں اس کی طرح ، یعنی ہم دونوں ہی پریشان ہیں۔ میں اور گیند سر تو رکھتے ہیں لیکن ہم دونوں بے دست و پا ہیں ۔ ہم دونوں چوگان کی ضربیں سہتے ہیں ۔ لیکن میرے مقابلے میں گیند زیادہ خوش قسمت ہے ۔ کیونکہ ایاز کے گھوڑے کے پاؤں کبھی کبھار اس سے ٹکرا جاتے ہیں ۔ گیند اپنے جسم پر چوگان کی ضربیں سہتا ہے لیکن میں غریب ان چوٹوں کو اپنے دل و جان پر برداشت کرتا ہوں۔

بادشاہ نے کہا ! اے غریب درویش اپنی مفلسی کی ڈینگیں مت مارو۔ اس کے حق میں کوئی شہادت بھی پیش کرو۔

درویش نے بادشاہ سے کہا ! اگر میں عشق میں اپنی جان کو قربان کردوں تو یہی میری مفلسی کی اصلی نشانی ہوگی۔ اے محمود تجھے عشق کی حقیقت کا کہاں تجربہ ہوا ہے۔ اپنی جان کا نذرانہ پیش کرو ورنہ زبانی کلامی دعویٰ کرنے میں کیا رکھا ہے ۔ یہ کہہ کر اس غریب درویش نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی اور یوں محمود کے لئے سارا جہاں غم کی تاریکی میں ڈوب گیا۔

ایک عرب کا ملک ایران جانا

ایک عرب گھومنے پھرنے اور مال و دولت کمانے کے مقصد سے ملک ایران گیا۔ عجم کے رسم و رواج دیکھ کر وہ حیران ہوگیا۔ ایک دن شہر میں گھومتے پھرتے اسے قلندروں کا ایک ڈیرہ دکھائی دیا ۔ وہاں اس نے قلندروں کی ایک جماعت کو خاموشی سے بیٹھے ہوئے پایا ۔ وہ سب بیوی بچوں کے جھنجھٹ سے آزاد مجرد زندگی گزار رہے تھے۔ حتیٰ کہ ان کے پاس ایک پھوٹی کوڑی نہ تھی۔ ان کا دل پاک اور بے داغ دکھائی دیتا تھا ۔ ان میں سے ہرایک کے سامنے شراب سے بھری مٹی کی صراحیاں رکھی ہوئی تھیں ۔ جب اس غرب نے ان قلندروں کو دیکھا تو اس کے دل میں ان کے لئے محبت پیدا ہوگئی اور اس نے بھی اپنی عقل و جان کواسی سیلاب نشہ میں بہا دینے کا قصد کر لیا

اس پر قلندروں نے اس اجنبی عرب سے کہا ! اے مفلس شخص اندر آجاؤ ۔ چنانچہ وہ عرب اندر چلا گیا اور وہاں شراب کا پیالہ پی کر مست ہو گیا ۔ نشے کی حالت

میں اسے اپنے آپ کا کوئی ہوش نہ رہا اور اس کی جوانمردی کا بھی ستیاناس ہوگیا ۔ اس کے پاس جو بھی مال و متاع اور سونا چاندی تھا وہ سب قلندروں نے ہتھیا لیا اور اسے مزید شراب پلا کر کاٹھ کا الو بنادیا۔ چنانچہ جب وہ عرب بے ہوش ہوگیا تو قلندروں نے اسے مہ خانے سے اٹھا کر باہر پھینک دیا ۔ آخر مفلس و نادار عرب گرتا پڑتا اپنے ملک واپس لوٹ گیا ۔اس کے آبائی گاؤں مین بسنے والوں نے اس سے پوچھا کہ تمہاری یہ حالت کیسے ہوئی ۔ تمہارا مال و دولت اور سونا چاندی کہاں ہے۔ کیا یہ سب کچھ چوری ہوگیا ہے۔ کیا تم ملک ایران جا کر برائیوں میں پڑ گئے تھے ۔ ہمیں کچھ بتاؤ تاکہ ہم تمہاری مدد کرسکیں ۔

اس نے کہا میں گلی کوچوں میں گھوم پھر رہا تھا کہ اس دوران ایک قلندر کے ہتھے چڑھ گیا۔ اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں جانتا کہ میری دولت کہاں گئی۔ انہوں نے کہا قلندروں کا حلیہ کیسا تھا اور انہوں نے تمہیں کیا کہا تھا۔ اس سادہ لوح انسان نے کہا کہ قلندروں نے مجھے صرف اتنا کہا تھا کہ " اندر آجاؤ ۔ "

بے چارہ عرب قلندروں کے ہاتھوں کنگال ہونے کے بعد بچوں کی طرح ہمیشہ کے لئے حیران و پریشان ہوگیا۔ اندر آجاؤ ، کے جملے نے اسے ہمیشہ کے لئے گونگا اور بہرہ بنا کر رکھ دیا۔

اے طالب حق۔ تم بھی اپنا قدم بڑھاؤ ، اگر تم اس میدان میں آگے بڑھنے کے متمنی نہیں ہوتو پھر اپنے وہم و گمان کی بھول بھلیوں میں خود کو الجھا لو۔ لیکن اگر عشق کے رموز و اسرار جاننے کی تم میں خواہش موجود ہے تو تم اپنی جان کو بھی قربان کردو گے۔ آج تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے اسے تم لٹادو گے لیکن بہت جلد ندائے ہاتف اپنا مقدس جملہ " اندر آجاؤ " تمہارے لئے دہرائے گی ۔

ایک عاشق کا اپنی معشوقہ کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا

ایک بلند ہمت جواں مرد ایک حسینہ کے عشق میں مبتلا ہوگیا۔ اس دوران اس کا محبوب زعفران کی شاخ کی طرح کمزور اور پیلا پڑ گیا۔ اس کے دل کو روز روشن بھی تاریک نظر آنے لگا اور وہ قریب المرگ ہوگیا۔ جب عاشق کو یہ سب پتہ چل گیا تو وہ

خنجر ہاتھ میں تھامے یہ کہتا ہوا اپنے محبوب کے کوچے کی طرف چل پڑا کہ میں اپنے محبوب کو قتل کرنا چاہتا ہوں تاکہ وہ اپنی طبعی موت نہ مرے۔ لوگوں نے اسے کہا ارے نادان وہ تو خود ہی مر رہی ہے اس پر اسے قتل کرنے میں کونسی بھلائی ہے۔ اس عاشق نے لوگوں سے کہا! جب وہ میرے ہاتھوں قتل ہو جائے گی تو اس کے عزیز و اقارب مجھے اس کے قصاص میں قتل کر دیں گے۔ خود کشی میرے لئے حرام ہے۔ لیکن محبوب کے عشق میں جذبات کے ہاتھوں ہلکان ہو کر اسے قتل کرنے سے میں اور میرا محبوب روز محشر ایک ہو کر شمع کی مانند جل اٹھیں گے۔

عشق کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے والے عاشق راہ حق کو پالیتے ہیں۔ اور جب جان درمیان سے اٹھ جائے تو عشق کا معروض یعنی معشوق اور عاشق ایک جان دو قالب ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عزرائیل کا قصہ

بوقت نزاع حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی جان حضرت عزرائیل کے سپرد کرنے میں پس و پیش سے کام لیا اور انہیں کہا کہ انتظار کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا تم حق تعالیٰ کے حکم پر میری روح قبض کرنے آئے ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے کہا! اے ابراہیم اگر تم حقیقی معنوں میں میرے دوست ہو تو اپنے دوست کے پاس آنے میں کیوں تامل سے کام لے رہے ہو۔ جو اپنے دوست پر جان کا نذرانہ نہیں دیتا اس کی جان تلوار سے بھی لی جاسکتی ہے۔ وہاں موجود ایک شخص نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا اے جہاں کی شمع تم اپنی جان باعزت طور پر حضرت عزرائیل کے حوالے کیوں نہیں کردیتے۔ عاشق تو عشق میں جانباز ہوتے ہیں۔ تم اپنی جان کو کیوں بچاتے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میں اپنی جان اللہ کے حوالے کیسے کرسکتا ہوں جبکہ حضرت عزرائیل درمیان میں حائل ہورہے ہیں۔ کیونکہ نمرود کی آگ میں ڈالے جانے کے وقت حضرت عزرائیل نے اپنی مدد کی پیش کش کی تھی جسے اللہ اور اپنے درمیان ایک رکاوٹ سمجھ کر میں نے ٹھکرادیا تھا۔ میرا دھیان تو صرف اور صرف اللہ کی طرف تھا۔ ان حالات میں

اب میں اپنی جان کس طرح حضرت عزرائیل کے سپرد کرسکتا ہوں۔ جب جان دینے کا حکم اللہ کی جانب سے آئے گا تو اس وقت میں اپنی جان کی قیمت آدھے جو کے برابر بھی نہ سمجھوں گا۔ میں اللہ کے سوائے کسی اور کو اپنی جان کیسے دے سکتاہوں ۔ جب تک وہ نہیں کہے گا میں اپنی جان کسی کے حوالے نہیں کرسکتا۔ بس میرے پس وپیش کی یہی اصلیت ہے۔

تیسری وادی یا وادی معرفت

ہدہد نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا ، اس کے بعد معرفت کی وادی آتی ہے جس کا نہ کوئی آغاز اور نہ ہی کوئی انتہا ہے۔ کوئی راستہ اس کے برابر نہیں ہے ۔ اس وادی کا طول و عرض ناقابل شمار ہے۔

اس وادی کے ہر مسافر (سالک) کے لئے معرفت دیر پا ہوتی ہے لیکن اس کا علم عارضی ہوتا ہے۔ یہاں روح جسم کی طرح ترقی یا تنزلی کی حالت میں رہتی ہے اور طالب حق پر راہ حق اسی درجے سے ظاہر ہوتی ہے جس قدر وہ اپنی خامیوں اور کوتاہیوں اپنی نیند اور سستی پر غلبہ حاصل کرتا ہے ۔ وہ اپنی جدوجہد سے منزل مقصود کے قریب تر ہوجاتا ہے۔ اگر مچھر اپنی پوری طاقت سے اڑنا بھی چاہے تو وہ تیز رفتار آندھی کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس وادی کو عبور کرنے کے کئی طریقے ہیں۔ یہاں تمام پرندے ایک جیسی رفتار سے پرواز نہیں کرتے۔ معرفت کا حصول یہاں کئی صورتوں میں ہوتا ہے۔ کسی کو یہ محراب اور کسی کو بت کی صورت میں ملتی ہے ۔ جب اس عظیم الشان راستہ کے آسمان پر معرفت کا سورج طلوع ہوتا ہے تو ہر سالک اپنی اپنی استعداد کے مطابق دانا و بینا ہوجاتا ہے اور پھر ہر سالک بارگاہ الہیٰ میں اپنے مقام و درجے سے واقف ہو جاتا ہے ۔ جب اشیاء کی باطنی حقیقت کا راز سالک پر ظاہر ہو جاتا ہے تو دنیا کی بھٹی اس کے لئے چمن زار بن جاتی ہے ۔ اس کے بعد وہ چھلکے کے اندر چھپے مغز کو دیکھ لیتا ہے۔ یہاں وہ اپنی ذات سے فارغ ہو کر محبوب حقیقی کے چہرے کا دیدار کرنے کی آرزو میں ہمہ تن مشغول ہوجاتا ہے ۔ اسے ہر ذرے میں کل کا دیدار ہونے لگتا ہے ۔ وہ یہاں نقاب میں چھپے ہوئے سورج کی مانند روشن ہزاروں رموز و اسرار پر غور و فکر

کرنے لگتا ہے۔

اس وادی میں جب سینکڑوں ہزاروں مسافر لاپتہ ہو جاتے ہیں تب کہیں ایک واقف اسرار شخصیت مکمل طور پر سامنے آتی ہے۔ اس دشوار اور پر خار وادی کو عبور کرنے کے لئے ہمیں اپنی اس گہری اور ابدی خواہش پر مضبوطی سے قائم رہنا ہوتا ہے تاکہ ہم خود کو مطلوبہ شخصیت کے سانچے میں ڈھال سکیں۔ جب تجھے ان اسرار کا ذوق حاصل ہو جائے گا تو پھر ہر لمحہ تجھے نیا شوق حاصل ہوتا رہے گا۔ لیکن یہاں تجھے جو کچھ بھی حاصل ہو ، اس کے باوجود قرآن کے اس فرمان کو ہرگز نہ بھولنا جس کے مطابق طالب کو ہمیشہ یہ کہتے رہنا چاہیئے کہ کیا یہاں اور بھی کچھ ہے۔

اے غافل جہاں تک تیرا معاملہ ہے ، (میں تجھے اس کا حکم تو نہیں دے سکتا) لیکن تو اپنے آپ کی تعزیت کیوں نہیں کرتا ؟ تو نے اپنے محبوب حقیقی کے حسن کا دیدار نہیں کیا ہے ، اٹھ اور اس کے دیدار کی طلب میں راہ حق پر گامزن ہوجا۔ آخر کب تک تم اپنی موجودہ حالت میں پڑے رہو گے جو ایسے گدھے کی مانند ہے جو کھونٹے کی قید سے آزاد ہوتا ہے ۔

پتھر کا آنسو بہانا

ملک چین میں ایک آدمی ہے جو مسلسل پتھر جمع کیے جا رہا ہے۔ وہ کثرت سے آنسو بہاتا رہتا ہے ۔ اس کے آنسو زمین پر گرتے ہی پتھر بن جاتے ہیں ، جنہیں یہ جمع کر لیتا ہے ۔ اگر وہ پتھر بادل پر برس جائیں تو قیامت تک اس بادل سے حسرت و یاس اور افسوس ہی ٹپکے گا۔

حقیقی علم سچے متلاشی کی میراث ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علم حاصل کرنے کے لئے چین جانا پڑے تو وہاں جا کر بھی علم حاصل کرنا چاہیئے ۔ رسم و رواج کا پابند ذہن علم کو مسخ کر دیتا ہے اور اسے پتھروں کی مانند بے جان بنا دیتا ہے ۔ کب تک حقیقی علم کے بارے میں غلط فہمی سے کام لیا جاتا رہے گا۔ حسرت و یاس کا گھر یہ دنیا تاریکی میں گھری ہوئی ہے لیکن سچا علم ایک ہیرے کی مانند ہے جو اس بے نور دنیا کو چراغ کی طرح روشن کر کے تمہارے لئے باعث ہدایت بنے

گا۔ اگر اس ہیرے کو تم نے ٹھکرا دیا تو ساری عمر پشیمانی کی آگ میں جلتے رہو گے ۔ اگر تم علم کے میدان میں پیچھے رہ گئے تو پھوٹ پھوٹ کر آنسو بہاتے رہو گے ۔ لیکن اگر تم رات کی نیند کم کر دو اور دن کو روزہ رکھو تو تمہیں وہ گوہر مقصود مل جائے گا جس کی تلاش میں تم سرگرداں ہو۔ دل میں طلب پیدا کرو اور اس وقت تک طلب کرتے رہو جب تک کہ یہ طلب تمہارے نام و نشان کو مٹا دے ۔

ایک محبوب کا اپنے عاشق کو سوتے دیکھنا

ایک عاشق جوش عشق میں رو دھو کر پریشانی کے عالم میں ایک قبر کے سرہانے سو گیا ۔ اس دوران اس کا معشوق اس سے ملنے کے لئے وہاں آیا۔ عاشق کو سوتا دیکھ کر اس نے ایک رقعہ لکھ کر اس کے چوغے سے ٹانک دیا۔ نیند سے بیدار ہو کر عاشق نے وہ رقعہ پڑھا اور اپنی بد بختی پر خون کے آنسو رونے لگا۔ اس کے محبوب نے اسے مخاطب کر کے لکھا کہ اے محو خواب عاشق ! اگر تم تاجر ہو تو اٹھو اور تجارت میں خوب نفع کماؤ اور اگر تم عابد ہو تو اٹھو اور رات بھر اللہ کی عبادت کرو اور اس کے فرمان بردار بن جاؤ ۔ اگر تم عاشق ہو تو پھر شرم کرو ۔ بھلا عاشق کی آنکھوں میں نیند کا کیا کام ؟ عاشق تو دن بھر ہوا خوری کرتا ہے اور رات کو اس کا چہرہ درد و سوز سے چاند کی طرح چمک اٹھتا ہے ۔ کیوں کہ تم ایسے عاشق نہیں ہو اس لئے برائے مہربانی مجھ سے عشق کرنے کی ڈینگیں مت مارو ۔ اگر کوئی شخص کفن کے ماسوا کہیں سو سکتا ہے تو میں اسے عاشق کہوں گی لیکن اپنی ذات کا ۔

ایک سنتری کا عشق میں مبتلا ہونا

ایک پہرے دار سنتری عشق میں مبتلا ہو گیا ۔ عشق کے جوش میں وہ پہرے داری کے علاوہ بھی جاگتا رہتا ۔ ایک دوست نے اس سے کہا تم ہر وقت جاگتے رہتے ہوں کبھی آرام بھی کر لیا کرو ۔ اس پہرے دار نے جواب میں کہا ! میں پہرے دار ہوں اور ساتھ ہی ایک عاشق بھی ہوں۔ میں آرام کس طرح کر سکتا ہوں۔ پہرے داری پر مامور ایک سپاہی نیند کیسے کر سکتا ہے ۔ اس لئے اس کا عشق میں مشغول رہنا ہی اس کے

لئے بہتر ہوتا ہے ۔ ہر رات عشق میرا امتحان لیتا ہے اور اس کے سبب میری نگاہیں قلعے پر جمی رہتی ہیں۔ عشق پہرے دار کا دوست ہوتا ہے۔ اس طرح بیداری اس کا وصف بن جاتی ہے ۔ جو شخص اس درجے تک پہنچ جاتا ہے وہ ہمیشہ خبردار رہتا ہے ۔

اے شخص اگر تو خود آگاہی کے علم کا متلاشی ہے تو پھر نیند تجھ پر حرام ہے۔ اپنے دل کے قلعے کی خوب حفاظت کرو ۔ کیونکہ اس کے چاروں طرف چور اچکے گھات لگائے بیٹھے ہیں ۔ اپنے علم کے ہیرے کو ڈاکوؤں کے ہاتھوں لٹنے سے بچاؤ۔ حقیقی علم اسی کے نصیب میں ہوتا ہے جو ہر لمحہ بیدار اور خبردار رہ سکتا ہو ۔ جو شخص مستقل مزاجی سے خبردار رہتا ہے وہ خدا کی قربت سے باخبر ہوجاتا ہے۔ سچے عشاق جو عشق کی مستی میں ڈوبنا چاہتے ہیں وہ جدا ہوتے ہوئے بھی ایک ہو جاتے ہیں ۔ جس شخص میں عشق کا ذوق پیدا ہو جائے اس کے ہاتھوں میں دونوں جہان کی کنجی ہوتی ہے ۔ اگر وہ عورت ہے تو جوانمرد کے درجے پر فائز ہوگی اور اگر وہ مرد ہے تو گہرا سمندر بن جائے گا۔

سلطان محمود اور ایک دیوانے میں مکالمہ

ایک دفعہ سلطان محمود نے صحرا میں ایک دیوانے کو دیکھا جس کا سر غم کے بوجھ سے نیچے جھکا ہوا تھا اور جس کی کمر صدمات کے بوجھ سے خمدار ہوگئی تھی ۔ جب سلطان اس کے قریب پہنچا تو اس دیوانے نے کہا ! دور ہٹ جاؤ ورنہ میں تم پر بھی صدمات کی سینکڑوں ضربات لگادوں گا۔ تم بادشاہ نہیں ہو بلکہ ایک کم ہمت اور خدا کی نعمتوں کے کافر ہو ۔ سلطان نے اسے کہا ادب شاہی ملحوظ رکھو اور مجھے کافر مت کہو ۔ فقیر نے کہا ! اے بے خبر انسان کاش تم جانتے کہ تمہیں اس نے خود سے کیوں دور کر دیا ہے۔ اگر تم میں خاک اور خاکستر کی طرح عاجزی ہوتی تو تجھے قرب نصیب ہو جاتا مگر تمہارے اندر تو غرور کا لاوا ابل رہا ہے اس لئے تمہیں بارگاہ سے دور کر دیا گیا ہے ۔

چوتھی وادی یا وادی استغناء

ہد ہد نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا ! اس کے بعد چوتھی وادی یا وادی استغناء آتی ہے جہاں نہ کچھ حاصل کرنے کی تمنا باقی رہتی ہے اور نہ ہی جہاں دریافت کی

خواہش باقی رہتی ہے ۔روح کی اس حالت میں یہاں تیخ ہوا کی ایسی آندھی چلتی ہے جو لمحہ بھر میں سارے نظام کو درہم برہم کردیتی ہے۔ یہاں سات سمندروں کی حقیقت ایک معمولی جوہڑ سے زیادہ نہیں ہوتی ۔ سات ستاروں کی حیثیت یہاں معمولی چنگاری سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتی ۔ یہاں سات آسمان بھی ہیچ ہیں اور سات درختوں کی حالت برف جیسی ہو جاتی ہے ۔ یہاں عقل سے بعید تر ایسی بات بھی واقع ہوتی ہے جس کی رو سے چیونٹی کو بھی سو ہاتھیوں کی طاقت نصیب ہوجاتی ہے ۔ یہاں سینکڑوں قافلوں میں ایک آدمی بھی زندہ نہیں بچتا لیکن ایک کوئے کے اڑنے کا حوصلہ برقرار رہتا ہے ۔

لاکھوں سبز پوش فرشتوں کی مخلوق غم میں جلتی رہی تب کہیں جا کر حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی ۔ ہزاروں جسم پانی میں ڈوب کر روح سے خالی ہوئے تب کہیں بارگاہ الہیٰ میں حضرت نوح علیہ السلام ایک کامیاب بڑھئی ثابت ہوئے یعنی ان کی کشتی کنارے پر جا لگی ۔ ہزاروں مچھر نمرود کے لشکر میں گھس گئے تب کہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام غالب اور فاتح ہوئے ۔ ہزاروں نومولود بچوں کا سر کاٹا گیا تب کہیں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام جیسا دیدہ ور پیدا ہوا ۔ ہزاروں لوگوں نے اپنی کمر پر زنار باندھے تب کہیں جا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام محرم اسرار پیدا ہوئے ۔ ہزار ہا مخلوق نے اپنی جانوں کو اور اپنے دلوں کو قربان کیا تب کہیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک رات کے حصے میں معراج سے سرفراز فرمایا گیا ۔ اس وادی میں نئی اور پرانی اشیاء بے قدر و بے وقعت ہیں خواہ تم یہاں کچھ کرو یا کچھ بھی نہ کرو ۔

اگر تم نے ایک جہان کا دل بھی سیخ کباب ہوتے دیکھا ہے تو میں یہی کہوں گا کہ تم نے کوئی خواب دیکھا ہے ۔ اگر اس بحر بے کنار میں ہزاروں جانیں بھی نیست و نابود ہو جائیں تو وہ ایسے ہیں گویا شبنم کا ایک قطرہ بے پایاں سمندر میں گر پڑا ہو۔ اگر زمین و آسمان پھٹ کر ذرہ ذرہ ہوجائیں تو ایسا ہونا گویا درخت سے پتا گرنے کے برابر ہوگا۔ اور اگر زمین کی تہہ سے لے کر چاند تک ہر چیز عدم میں چلی جائے تو اس کی مثال اس طرح ہوگی گویا ایک لنگڑی چیونٹی کنوئیں کی گہرائیوں میں گر پڑی ہو ۔ اگر دنیا میں انسانوں اور جنوں کا نام و نشان بھی نہ رہے تو اس کی مثال صرف بارش کے ایک قطرے کے برابر ہوگی ۔ جس سے ہر چیز تخلیق کی گئی ہے اور جس پر غور و فکر کرنا

ہنوز باقی ہے۔

ایک نوجوان کا گڑھے میں گرنا

ہمارے گاؤں میں مثل یوسف علیہ السلام ایک خوبصورت نوجوان رہتا تھا۔ ایک دن وہ گڑھے میں گر گیا اور وہ مٹی کے نیچے دفن ہو گیا۔ جب لوگوں نے اسے باہر نکالا تو اس کی حالت غیر تھی۔ اس خوبرو نوجوان کا نام محمد تھا اور ہر کوئی اس سے محبت کرتا تھا۔ اس کی حالت دیکھ کر اس کے باپ نے کہا! میری آنکھوں کے نور میرے دل کے سرور کوئی بات کہو؟ بیٹے نے کہا! ابا اب بات کرنے کا وقت کہاں ہے؟ یہ کہہ کر اس جواں مرد نے اپنی جان جان آفرین کے حوالے کر دی۔

اے سالک! غور کرو کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے کہاں تشریف لے گئے؟ غور کرو کہ حضرت آدم علیہ السلام کہاں چلے گئے؟ اس بات پر سوچو کہ آدم اور اس کی آل و اولاد کہاں چلے گئے ہیں۔ یہ کل اور اس کے اجزاء کہاں ہیں۔ اس بابت بھی سوچو کہ زمین و آسمان کہاں ہیں۔ پہاڑ اور دریا کہاں ہیں۔ پریاں اور دیوتا، انسان اور فرشتے یہ سب کہاں ہیں؟ وہ ہزاروں خاکی اجسام یہاں ہیں اور وہ ہزاروں نیک لوگ کہاں ہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو بوقت نزاع تڑپتے رہ گئے؟ ان کی روحیں اور اجسام کہاں ہیں؟ اگر تم دونوں جہانوں کو پیس کر چھان لو تو چھلنی کے اوپر کوئی نام و نشان باقی نہ رہے گا۔

اے سادہ لوح انسان! اس وادی کو عبور کرنا اتنا آسان نہیں جتنا تم اپنی جہالت کی وجہ سے سمجھ رہے ہو۔ اگر تمہارے خون دل سے دریا بھر جائیں تو صرف ایک ہی منزل طے ہوگی۔ اگر تم اسی راستے کو ہمیشہ طے کرتے رہو گے اور جب بھی آنکھیں کھول کر دیکھو گے تو ابھی پہلے ہی قدم پر ہوگے۔ کسی سالک نے آج تک اس وادی کا کنارہ نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی نے درد عشق کی دوا پائی ہے۔ اگر یہاں تم ٹھہر گئے تو بے جان ہو جاؤ گے یا ہوسکتا ہے تم اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو۔ اگر تم اپنی راہ پر چلتے رہو گے تو ہر مرحلے پر ترقی پاؤ گے یہاں تک کہ ندائے ہاتف تجھے کہے گی، ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں۔ یہاں تجھے نہ چلنے کی اور نہ ہی رکنے کی ضرورت ہے۔ یہاں نہ

تیرا مرنا اور نہ ہی جینا بہتر ہے۔

یہ سب کچھ جو تجھ پر آن پڑا ہے اس سے تجھے کیا فائدہ حاصل ہوا ہے ۔ ان مصائب و آلام کو برداشت کرنے سے تجھے کیا ملا ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم اپنا سر پیٹ رہے ہو یا نہیں ۔میری بات سننے والے خاموش رہو اور کوئی کام کر کے دکھاؤ۔

اپنے فضول اور بیکار مقاصد کو ترک کر کے ضروری اشیاء کے تعاقب میں لگ جاؤ ۔ دنیا کی ظاہری چیزوں کے مقابلے میں اپنی باطنی دنیا پر توجہ مرکوز کرو ۔ تب کہیں جا کر تیرے اعمال صالحہ تیری بے عملی اور کاہلی پر غلبہ پائیں گے ۔ لیکن وہ لوگ جو سوچے سمجھے بغیر عمل کرنے کی عادت سے باز نہیں آسکتے ان کے حق میں یہ بہتر ہے کہ وہ کچھ بھی نہ کریں ۔ کیونکہ عمل کرنے سے پہلے تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ کب کہاں اور کونسا عمل کیا جانا ضروری ہے۔ لیکن جب تو معلوم نہیں کرسکتا اسے تو کیسے جانے گا۔ لیکن کچھ نہ جاننے کے باوجود بھی عمل کرنے کا امکان موجود ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ تو اپنے اب تک کئے گئے اعمال کو فراموش کر دے اور استغناء اور خود اعتمادی کے اوصاف کو اپنی ذات میں پیدا کر۔ گو کہ ایسا کرنے میں تجھے کبھی رونا اور کبھی ہنسنا پڑے گا۔ اس چوتھی وادی میں بجلی کی چمک تیری خود کفالت کے لئے درکار ذاتی وسائل کی دریافت کا سبب ہے اور اس چمک کی حدت و تپش سے سینکڑوں جہان جل کر خاک ہوجائیں گے۔ اور اس طرح بالآخر تیرے اپنے وجود کی دنیا بھی جل کر معدوم ہو جائے گی۔

نجومی اور علم نجوم کے بیان میں

کیا تم نے ایک دانش مند شخص کو اپنے سامنے ریت سے ڈھکی ہوئی ایک تختی لے کر بیٹھے ہوئے کبھی دیکھا ہے ؟ یہ شخص اس تختی کو ثوابت اور ستاروں سے نقش کرتا ہے اور پھر اس پر آسمان اور زمین کا نقشہ بناتا ہے ۔ان نقشوں کی مدد سے کبھی وہ آسمان اور کبھی زمین کے متعلق کوئی بات بتاتا ہے ۔ اسی طرح وہ نجوم اور بروج کا نقشہ بناتا ہے اور ان کے عروج و زوال کی مدد سے نحوست اور سعادت کا حکم لگاتا ہے۔

جب وہ بدبختی اور خوش بختی کا حساب لگا لیتا ہے تو پھر تختی کو کنارے سے پکڑ کر اس پر سے ریت جھاڑ دیتا ہے ۔ ایسا کرنے سے تختی پر بنے تمام نقش و نگار معدوم ہو جاتے ہیں ۔ گویا کہ تختی پر کچھ بھی نہ تھا ۔

اس دنیا کی وقتی اور حادثاتی سطح کی حیثیت بھی اس تختی پر بنے نقش و نگار جیسی ہے ۔ اگر تمہارے اندر اس دنیا کی سطحی اور عارضی چیزوں کو حاصل کرنے کی خواہش پر قابو پانے کی طاقت نہیں ہے تو پھر تمہارے لئے لازم ہے کہ دنیا سے منہ موڑ کر گوشہ تنہائی میں مقید ہو جاؤ ۔ اس دنیا میں مرد اور عورتیں خارجی اور باطنی دنیا کے تصور سے ناآشنا ہونے کے باوجود زندگی گزار رہے ہیں ۔

شہد کے چھتے اور مکھی کی کہانی

ایک مکھی شہد کی تلاش میں کہیں جا رہی تھی کہ اچانک اس کی نظر باغ میں لگے شہد کے ایک چھتے پر پڑی ۔ شہد کے شوق میں بے چین ہو کر اس نے کہا ! ہے کوئی جوانمرد جو ایک روپیہ لے کر مجھے شہد کے چھتے میں بٹھا دے ۔ کسی نے ترس کھا کر ایک روپے کے عوض اسے چھتے میں داخل کر دیا ۔ لیکن جیسے ہی مکھی اندر داخل ہوئی تو اس کے ہاتھ پاؤں شہد میں پھنس گئے ۔ اس نے تڑپنا چاہا تو تڑپ نہ سکی ۔ اس نے اڑنا چاہا مگر اڑ نہ سکی ۔ اس مصیبت میں پھنس کر وہ کہنے لگی کہ یہ شہد تو میرے لئے زہر سے بھی زیادہ کڑوا ہے ۔ پہلے میں نے شہد میں داخل ہونے کے لئے ایک روپیہ دیا تھا اب اگر مجھے کوئی اس مصیبت سے نجات دلا دے تو اسے میں دو روپے دوں گی ۔

ہدہد نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ یہاں کوئی ایک لمحہ کے لئے بھی فارغ نہیں ہوتا اور یہاں داخل ہونا ہر ایک کا کام نہیں ہے ۔ یہاں صرف کامل اور جوانمرد ہی داخل ہوتے ہیں ۔ اب وقت آگیا ہے کہ بے یقینی ، سستی اور کاہلی کو ترک کر کے کام شروع کیا جائے ۔ اپنے آپ کو بے حسی اور مردہ دلی سے بلند کر کے خارجی اور باطنی تعلق سے آزاد ہو کر اس دشوار گزار وادی کو عبور کرو ۔ کیونکہ یہاں اگر تم نے اپنے خارجی اور باطنی تعلقات کو منقطع نہ کیا تو تمہاری حالت لاکھوں بتوں کو ماننے والے مشرکین سے بھی بدتر ہو جائے گی اور تم کبھی بھی روحانی اعتبار سے خود کفیل نہیں ہو

ایک درویش اور ایک حسینہ کی حکایت

کسی زمانے میں ایک جانے مانے خرقہ پوش بزرگ ایک حسینہ کو دل دے بیٹھے ۔ اپنے محبوب کے دیدار کی خاطر وہ غول در غول کتوں کے ساتھ گلی گلی مارے پھرتے ۔ اس بزرگ کے عشق کا لڑکی کی والدہ کو پتہ چل گیا ۔ اس نے بزرگ سے کہا اے شیخ تم جانتے ہو کہ ہمارا پیشہ سگ بانی ہے۔ یعنی کتے پالنا اور ان کی پرورش کرنا۔ اگر تم ہمارا پیشہ اختیار کرنے کے لئے تیار ہو تو ایک برس بعد ہم تمہاری شادی اپنی لڑکی سے کر دیں گے اور تمہیں اپنا مہمان بنالیں گے ۔ شیخ چونکہ عشق کی آگ میں جل رہا تھا اس لئے اس نے فوراً ہاں کردی اور خرقہ پھینک کر کتوں کی خدمت میں مگن ہوگیا۔ وہ سال بھر کتوں کو گھماتا پھراتا رہا ۔ ایک دن ایک دوسرے صوفی نے اسے اس حالت میں دیکھ کر کہا ! اے نکمے شخص تیس برس تک تو صوفی بنا رہا اور اب تو وہ کام کر رہا ہے جو تیرے کسی ہم منصب نے آج تک نہیں کیا ۔ شیخ نے اسے جواب دیا

اے غافل تو اشیاء کے اسرار اور رموز سے واقف نہیں ہے ۔ بہتر ہے کہ تم اپنا احتجاج بند کردو۔ حق تعالیٰ ان اسرار کو بہتر جانتا ہے اور وہی ان کو منکشف کرنے کے لائق ہے ۔ روحانی رازوں سے ناواقف تمہارے جیسے شخص کے مقابلے میں میرے جیسا مسخرہ ہی بہتر ہے ۔

پانچویں وادی یا وادی توحید

ہدہد نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا ! اس کے بعد تجھے وادی توحید کو عبور کرنا ہوا۔ یہاں ہر چیز ریزہ ریزہ ہو کر دوبارہ وحدت میں ڈھل جاتی ہے۔ یہاں تمام سروں کو ایک ہی گریبان سے باہر نکلنا ہوگا۔ گویا یہاں بہ ظاہر تمہیں کثرت دکھائی دیتی ہے لیکن حقیقت ایک ہی ہے ۔ یہاں کثرت وحدت بن جاتی ہے ۔ اسی طرح جو وحدت تمہیں نظر آتی ہے وہ ایک کے عدد سے مختلف نہیں ہے ، یعنی پانچ کے عدد میں ایک کا عدد پانچ دفعہ موجود ہوتا ہے گویاپانچ کی کثرت میں ایک کے عدد کی وحدت کار فرما ہوتی ہے۔ لیکن جس قادر مطلق (حق تعالیٰ) کے بارے میں ہم گفتگو کر رہے ہیں وہ عدد کی اکائی اور وحدت سے بلند و برتر ہے۔ ازلیت کے بارے میں اول و آخر کا ذکر نہ کرو

کیونکہ یہ دونوں اکائیاں معدوم ہیں ۔ ان کے بارے میں خاموشی اختیار کرو ۔ جب ظاہری دنیا کی تمام اشیاء معدوم ہو جائیں گی تو پھر سوچ بچار کے لئے ہمارے پاس کیا بچے گا۔

اللہ کے ایک دیوانے کا جواب

کسی شخص نے ایک صاحب فہم دیوانے سے پوچھا کہ اس دنیا کی حقیقت کیا ہے ؟ اور یہ کہ اس کا موازنہ کس سے کیا جاسکتا ہے ۔ اس دیوانے نے جواب دیا ! یہ دنیا جرائم اور دہشت ناکیوں کا مرکب ہے ۔ اس کی مثال شہد کے چھتے کی سی ہے جو سینکڑوں رنگوں سے بنا سنورا رہتا ہے۔ اگر تم اسے بھینچ دو تو وہ فقط موم کا ڈلہ بن جاتا ہے ۔ پس اس کی شکل و صورت اور رنگ ، جو تمہیں بہت بھاتے ہیں ، کی قدرو قیمت پھوٹی کوڑی سے زیادہ نہیں ہے ، " میں " اور " تو " کی یہاں کوئی وقعت نہیں ہے ۔ جہاں وحدت ہو وہاں دوئی نہیں رہ سکتی ۔

لیکن میری روح سے اٹھنے والی باتوں کو تم کیا سمجھو گے ۔ بشرطیکہ تم ان پر غور و خوض کرنے پر تیار ہو جاؤ ۔ اگر تم نے ظاہری دنیا کے سمندر میں ڈوب کر اس تیتر کی مانند ہوگئے ہو جس کے بال و پر اس کی پرواز میں مدد کرنے سے لاچار ہوگئے ہوں تو پھر تم منزل مقصود تک کبھی نہ پہنچ سکو گے ۔

حضرت بوعلی دقاقؒ اور ایک بڑھیا میں مکالمہ

ایک بوڑھی عورت نے بوعلی دقاق رحمتہ اللہ علیہ کو سونے کا ٹکڑا پیش کیا ۔ انہوں نے جواب دیا میں خدا کے سوائے کسی غیر سے کوئی چیز نہیں لے سکتا ۔ اس بڑھیا نے جواب دیا ! اے بوعلی تم کب سے بھینگے پن کا شکار ہوگئے ہو ۔ تم اس راستے پر ابھی مرد حل وعقد نہیں ہو ۔ اگر تم بھینگے نہ ہوتے تو ایک وقت میں تمہیں اتنی چیزیں کیسے نظر آتیں ؟

ہمیں اس ابدی و ازلی وجود (اللہ تعالیٰ) کے علاوہ کسی شے پر نظر نہیں ڈالنی چاہیئے ۔ یہاں کعبہ و دہر کی کوئی تمیز نہیں ہے ۔ مرد راہ جو بھی سنتا ہے وہ اسی پاک

ذات سے ہی سنتا ہے ۔ ہم اس کے ہیں ، اسی کے دم سے قائم اور اسی کے ساتھ موجود ہیں ۔ اس کے باوجود ہم ان تینوں نسبتوں سے بالکل باہر بھی ہیں ۔ جو توحید کے بحر میں گم نہ ہو ، وہ نسل انسانی میں شمار کیئے جانے کے لائق نہیں ہے۔

آخر کار سورج بھی ایک دن اپنے نقاب کو الٹ دے گا ۔ جب تک تم واصل باحق نہیں ہو ، اچھائی اور برائی کا تم میں ظہور ہوتا رہے گا ۔ لیکن جب تم اپنی ذات کو کھو کر روحانی حقیقیت کے آفتاب میں گم ہو جاؤ گے تو اچھائی اور برائی دونوں عشق میں گم ہو کر معدوم ہو جائیں گی ۔

تم جب تک راہ حق پر مٹر گشت کرتے رہو گے تب تک اپنی خامیوں اور کمزوریوں کے باعث ترقی کی بجائے تنزلی کا شکار رہو گے ۔ کیا تم اس بات سے بے خبر نہیں ہو کہ تمہارا جسم خود بینی ، بے جا غرور ، رعونت ، خود پرستی اور ایسی دوسری برائیوں کا مسکن ہے ۔ تیرے وجود میں سانپ اور بچھو بہ ظاہر مردہ دکھائی دیتے ہیں ۔ لیکن خبردار یہ مردہ نہیں ہیں بلکہ یہ سوئے ہوئے ہیں ۔ اگر کوئی چیز انہیں چھوئے گی تو وہ ہزار گنا طاقت کیساتھ اژدھے بن کر اٹھ بیٹھیں گے ۔ ہم میں سے ہر ایک کے وجود میں سانپوں کی ایک دوزخ ہے۔ اگر تم اپنے وجود کو ان بلاؤں سے پاک کرلو تو پھر تم پرسکون ہو جاؤ گے اور اگر ایسا نہ ہوسکا تو یہ بلائیں تمہیں روز محشر تک قبر میں بھی ڈستی رہیں گی ۔

اے عطار ! تم کب تک مجازی حروف کا سہارا لے کر اسرار توحید کی گتھیاں سلجھاتے رہو گے ؟ آؤ اب وادی توحید کے رموز و اسرار بیان کرنے کی طرف پلٹتے ہیں ۔

ہدہد نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا ! مرد سالک جب اس وادی میں پہنچتا ہے تو پھر یہاں مقام ہی مقام رہ جاتا ہے ۔ اس کا وجود ختم ہو جاتا ہے اور وہ گونگا بہرہ ہو جاتا ہے ۔ یہاں اس یکتا و یگانہ وجود کا جلوہ ظاہر ہوتا ہے جسے دیکھ کر سالک خاموش ہوجاتا ہے اور پھر یہاں اعلیٰ و برتر ذات (حق تعالیٰ) اس سالک سے مخاطب ہوتا ہے

یہاں جز ، کل بن جاتا ہے بلکہ یہاں نہ کوئی جز اور نہ ہی کوئی کل باقی بچتا ہے معرفت کے مدرسے میں کلام سے عاجز یہاں تمہیں ہزاروں دانش مند ملیں گے ۔ علم و عقل کا یہاں کیا مقام ہے ؟ علم و عقل یہاں مادر زاد گونگے اندھے بچے کی طرح

دروازے تک جانے کی بجائے آنگن ہی میں رک جاتا ہے ۔ جس نے اس راز کا ایک ذرہ بھی پالیا وہ دونوں جہانوں کی بادشاہت سے منہ موڑ لے گا ۔ جس وجود مطلق کا میں ذکر کر رہا ہوں وہ جدا نہیں ہے ۔ وہ ہر شے میں اور ہر شے اس میں موجود ہے ۔ وجود و عدم مل کر بھی اس میں شامل ہیں ۔

مناجات حضرت لقمان سرخسیؒ

ایک دفعہ حضرت لقمان سرخسی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مناجات میں فرمایا ! اے اللہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور ذہنی طور پر پریشان بھی ہوں ۔ بادشاہوں کا طریقہ ہے کہ غلام جب بوڑھا ہوجائے تو اسے وہ خوش کرتے ہیں اور باقی عمر کے لئے آزاد کر دیتے ہیں ۔ اے بادشاہوں کے بادشاہ میں نے تیری خدمت میں اپنے سیاہ بال برف کی مانند سفید کر لئے ہیں ۔ پس تیرا غلام ہوں اب مجھے خوشی سے ہمکنار کر اور مجھے فارغ خطی عطا فرما ۔

غیب سے آواز آئی ۔ اے میرے حرم کے خاص الخاص بندے ، جو ہماری غلامی سے فراغت چاہتا ہے اسے اپنی عقل سے تہی دست ہونا پڑتا ہے اور یوں وہ دینی اور دنیاوی رکھ رکھاؤ سے آزاد ہو جاتا ہے ۔

اس پر حضرت لقمان نے جواباً کہا ۔ اے اللہ میں ہمیشہ سے تجھے ہی چاہتا ہوں ۔ عقل اور شرعی ذمہ داریوں کی مجھے کوئی حاجت نہیں ہے ۔ عقل اور شرعی عذر سے فارغ ہو کر وہ دیوانگی میں ناچنے کودنے لگے ۔ اس حالت میں شیخ نے فرمایا ۔ میں نہیں جانتا میں کون ہوں ۔ اب میں غلام نہیں ہوں لیکن پھر میں کیا ہوں ؟ میری غلامی مٹ گئی لیکن میں آزادی حاصل نہ کرسکا ۔ میرے دل سے غمی اور خوشی دونوں اٹھ گئی ہیں ۔ میں صفت کے بغیر ہوں لیکن پھر بھی بے صفت نہیں ہوں ۔ میں عارف ہوں لیکن معرفت کی صفت سے خالی ہوں ۔ میں نہیں جانتا کہ تو ، میں ہے یا میں تو ہوں ۔ تیری پاک ذات میں محو ہو کر تیری اور میری ذات کی دوئی گم ہوگئی ہے ۔

ایک عاشق کا اپنے معشوق کو ڈوبنے سے بچانا

ایک حسینہ کہیں دریا میں گر گئی ۔ اس کے عاشق نے اپنے معشوق کی جان

ہوجانے کے لئے دریا میں چھلانگ لگادی۔ جب عاشق اپنے معشوق کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ تمہیں اپنی جان کی پروا نہیں ہے جو یہاں پہنچ گئے ہو۔ اس پر عاشق نے کہا میرے لئے سارے جہان میں فقط تم ہی ہو۔ جب حقیقت میں ہم دونوں ایک ہی ہیں تو پھر تو اور میں کی یہ تکرار کیا ہے۔ ہم دونوں مل کر ایک ہیں۔ الغرض ہم ایک جان اور دو قالب ہیں۔ دوئی کے غائب ہونے پر توحید ملتی ہے۔

ایاز اور محمود کی ایک اور کہانی

ایک روایت کے مطابق ایک دفعہ فاروق اور مسعود سلطان محمود غزنوی کی فوج کا از سر نو جائزہ لینے کے لئے موجود تھے۔ سلطان کا لاؤ لشکر ان گنت ہاتھیوں، گھوڑوں اور سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ گویا کہ زمین چیونٹیوں اور مکڑیوں سے بھری دکھائی دیتی تھی ایاز اور وزیر حسن مسند شاہی پر سلطان محمود کے ہمراہ تشریف فرما تھے۔

جب عظیم لشکر سلطان محمود کے سامنے سے سلامی پیش کرتے ہوئے گزر رہا تھا اس وقت شہنشاہ محمود نے ایاز سے مخاطب ہو کر کہا! میرے بیٹے، یہ ہاتھی یہ گھوڑے، یہ سپاہی اور میرا یہ سارا لشکر اب تیرا ہے۔ میری محبت کا تقاضا یہ ہے کہ تو میرا بادشاہ ہے۔ اگرچہ یہ لفظ شہنشاہ محمود کی زبان سے نکلے تھے لیکن انہیں سن کر ایاز آپے سے باہر نہ ہوا۔ نہ اس نے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور نہ ہی اس کے بیان پر کوئی تبصرہ کیا۔ اس موقعہ پر حسن نے حیرت زدہ ہو کر ایاز سے کہا! اے ایاز بادشاہ سلامت نے تجھے عزت بخشی ہے، حالانکہ تو ایک غلام ہے۔ تم بادشاہ کے روبرو بے ادب بن کر کھڑے ہو۔ شاہی اداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے تم اپنی کمر جھکا کر آداب بھی بجا نہیں لائے۔ ایاز نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا کہ آپ کی بات کے دو جواب ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ اگر میں بادشاہ کے سامنے کمر جھکا کر اور فرشی سلام کر کے کورنش بجالاؤں یا ذلت کے ساتھ زمین پر گر کر گڑگڑا کر آداب بجا لاؤں تو ایسی صورت میں بہرحال بہت زیادہ کہنے اور کرنے سے بہتر یہی ہے کہ میں کچھ بھی نہ کہوں۔ میں بادشاہ کا غلام ہوں اور بادشاہ کے لئے غلام کے دل میں عزت کا پایا جانا ایک مستند حقیقت ہے لہذا اس بارے میں خاموشی اختیار کرنا ہی بہتر ہے۔ اگر دونوں جہاں اس کے نام کا خطبہ پڑھیں تو پھر بھی

کم ہے۔ ایسے میں میری کیا مجال ہے کہ اپنی شان دکھاؤں ۔ اس لئے میں بادشاہ کے رو برو آکر اور سر جھکا کر آداب بجا نہیں لایا۔ دراصل میں اس کے مقابلے میں آنا ہی نہیں چاہتا۔

یہ جواب سن کر حسن نے کہا ! اے ایاز میں تیری شان کا قائل ہو گیا ہوں اور تجھے سینکڑوں انعام و اکرام کا مستحق گردانتا ہوں۔ حسن نے اسے کہا میری بات کا دوسرا جواب کیا ہے ؟ ایاز نے کہا اے حسن میں تمہارے سامنے گفتگو کرنے میں ہچکچاتا ہوں ، میں دوسرا جواب فقط بادشاہ کی موجودگی ہی میں دے سکتا ہوں ۔ تم بادشاہ کے محرم راز نہیں ہو۔ چنانچہ بادشاہ نے تخلیئے کی خاطر حسن کو چلے جانے کا حکم دیا۔ پس جب ہم اور میں کی گردان غائب ہو گئی تب ایاز نے سلطان محمود سے کہا ، بادشاہ سلامت آپ کے لطف و کرم کی نگاہ سے مجھ غریب کا وجود فنا ہوجاتا ہے۔ چونکہ میں آپ کے روشن و تاباں وجود کے آفتاب کے روبرو فنا ہو جاتا ہوں ، تو پھر میں آپ کے سامنے جھک کر کیسے آداب بجا لاؤں۔ ایاز ایک سایہ ہے جو بادشاہ کے آفتاب جیسے چہرے کی تمازت اور روشنی میں گم ہوچکا ہے۔

چھٹی وادی یا حیرانی اور پریشانی کی وادی

وادی توحید کے بعد حیرانی اور پریشانی کی وادی آتی ہے۔ یہاں دکھ درد اور یاس و حسرت کا دور دورہ ہے ۔ یہاں آہیں تلواروں کی مانند ہوتی ہیں اور ہر سانس یہاں تلخ آہ کی مانند ہوتا ہے ۔ یہاں غم اور پشیمانی در پشیمانی کے ساتھ ساتھ آرزو اور مقصود کو پانے کی خواہش آگ کی طرح بھڑک اٹھتی ہے۔ یہاں دن اور رات ایک ہو جاتے ہیں ۔یہاں آگ کی موجودگی کے باوجود انسان مردہ دل اورمایوس ہوجاتا ہے ۔ یہاں پریشانی میں مرد حق کیونکر اپنا سفر جاری رکھ سکتا ہے ؟ یہاں پہنچنے والے کے دل سے توحید کے نقوش محو ہو جاتے ہیں اور وہ بے خود ہو کر خود کو بھول جاتا ہے ۔ اگر اس سالک سے سوال کیا جائے کہ تم موجود ہو کہ نہیں ہو ؟ کیا تمہیں اپنے وجود کا احساس ہے ؟ کیا تم وسط میں ہو یا کہ سرحد کے پاس ہو ؟ کیا تم فانی ہو یا لا فانی ہو ؟ تو وہ ان تمام سوالات کے جواب میں اعتماد اور یقین سے کہے گا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں اور

نہ ہی میں کچھ جانتا ہوں ۔ میں تو خود سے بھی ناواقف ہوں ۔ میں عشق میں مبتلا ہوں لیکن یہ نہیں جانتا کہ میرا محبوب کون ہے ۔ میرا دل بیک وقت عشق سے خالی بھی ہے اور لبریز بھی ہے ۔

ایک شہزادی کا غلام پر عاشق ہو جانا

روایت ہے کہ دنیا کے کونے تک پھیلی ہوئی ایک سلطنت کے بادشاہ کی ایک دختر نیک اختر تھی۔ جسکے حسن کے قصے چاردانگ عالم زبان زدعام تھے ۔ چند آفتاب و چندے ماہتاب شہزادی کی خوب صورتی میں حسن یوسف کی جھلک اور ٹھوڑی کا کنواں بھی تھا۔ اس کی زلفوں کے بل سے ہزاروں دل گھائل تھے ۔ اس کی بھنویں کمانوں جیسی تھیں جہاں سے نظروں کے تیر جب چلتے تو قاب قوسین بھی اس کی تحسین و آفرین کرتے ۔ اس کی مست نرگسی آنکھوں کی پلکیں عقلمندوں کے راستے میں کانٹے بچھاتی تھیں ۔ اس کے چہرے کا خورشید ہلال کی مانند نرم و نازک تھا ۔ اس کے لبوں کے یا قوت اور موتیوں کو دیکھ کر فرشتے بھی نظر نہ ہٹا سکتے ۔ اس کی ایک مسکراہٹ سے ہونٹ آب حیات بن جاتے جنہیں دیکھ کر پیاسے صدقہ و خیرات کا سوال کرتے کرتے تڑپ کر مر جاتے ۔ جو بھی اس کی ٹھوڑی دیکھ لیتا وہ الٹا ہو کر ابلتے ہوئے کنوئیں میں گر پڑتا ۔

بادشاہ کے محل سرا میں ایک جواں مرد اور خوبصورت غلام بھی تھا جس کے حسن کے سامنے چاند و سورج بھی ماند پڑ جاتے تھے ۔ چندے آفتاب اس غلام کو دیکھنے کے لئے کوچہ و بازار میں ہزاروں لوگ حیران و پریشان ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے ۔

ایک دن اچانک شہزادی کی نظر اس غلام پر پڑگئی ۔ غلام کی ایک جھلک دیکھ کر شہزادی اپنا دل ہار بیٹھی۔ یوں وہ عقل سے فارغ ہوگئی اور اس کے دل و دماغ پر عشق نے قبضہ جمالیا۔ اس کی خوشگوار زندگی تلخیوں کا شکار ہو کر رہ گئی ۔ اپنی سکھیوں اور سہیلیوں سے چھپ کر کچھ عرصے کے لئے دل ہی دل میں وہ اس غلام کے بارے میں سوچ بچار کرتی رہی ۔ بالآخر یہ سوچ بچار آتش عشق بن کر اس کے سینے میں بھڑک اٹھی ۔ اب وہ دن رات عشق میں بے قرار رہنے لگی۔ شہزادی کا دل بہلانے کے لئے دس اعلیٰ

درجے کی موسیقار لونڈیاں اس کی خدمت میں حاضر رہتی تھیں ۔ ان کی موسیقی اور آواز لحن داودی جیسا تھا گویا کہ وہ محل کی بلبلیں تھیں ۔ اپنے پاس بلا کر شہزادی نے ان سب کو اپنی اندرونی حالت سے باخبر کیا اور ان سے کہا کہ اس غلام کی محبت میں وہ اپنا نام و نمود مقام و رتبہ حتیٰ کہ اپنی زندگی کو بھی داؤ پر لگانے کے لئے تیار ہے ۔ کیوں کہ جب کوئی عشق کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے تو پھر وہ دوسرے کسی کام کا نہیں رہتا ۔ شہزادی نے کہا اگر میں نے اسے اپنی محبت کے بارے میں بتادیا تو بلا شبہ یہ غلام جنونی حالت میں مبتلا ہو کر جلد بازی میں کوئی حماقت کر بیٹھے گا۔ اگر کسی کو پتہ چل گیا کہ میں اس غلام کے قریب ہو گئی ہوں تو ایسا ہونا ہم دونوں کے لئے باعث تکلیف ہوگا۔ دوسری طرف اگر میں اسے حاصل نہ کرسکی تو حرم میں سسکیاں بھرتے ہوئے دم توڑ دوں گی۔ میں نے صبر و تحمل پر بہت کتابیں پڑھی ہیں لیکن اب مجھ سے صبر نہیں ہوسکتا ۔ اب میں کیا کرسکتی ہوں ؟ میں چاہتی ہوں کہ اس سرو قد محبوب کا وصال بھی کروں اور اسے میرے عشق کا پتہ بھی نہ چلے۔ اگر میں اپنے ارادے میں کامیاب ہوگئی تو اپنے دلی مقصد میں حسب خواہش سرخرو ہوجاؤں گی۔

موسیقار لونڈیوں نے شہزادی کی باتیں سننے کے بعد اس سے کہا ! شہزادی تم فکر مت کرو ہم خفیہ طور پر اس غلام کو آپ کی خدمت میں پیش کردیں گی ، حتیٰ کہ اس غلام کو بھی اس سلسلے میں کچھ خبر نہ ہوگی۔

چنانچہ ایک لونڈی اس غلام کے پاس گئی اور کھیلنے کے بہانے سے اسے کہا کہ دو جام شراب سے بھر کر لے آؤ ۔ لونڈی نے ایک جام میں بے ہوش کرنے والی گولی ملا دی اور پھر اس غلام سے کہا کہ آؤ مل کر شراب پیتے ہیں ۔غلام کا جام پینا تھا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ وہ حسین و جمیل غلام گہری نیند سو گیا اور اسے دونوں جہانوں کا کوئی ہوش نہ رہا۔ پس موسیقار لونڈی ،پہلے قدم کے طور پر،اپنے منصوبے پر عمل درآمد کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

رات ہوتے ہی تمام لونڈیاں غلام کے پاس پہنچ گئیں، اور اسے ڈولی میں ڈال کر خفیہ طریقے سے شہزادی کے پاس پہنچا دیا۔ اس کے بعد انہوں نے غلام کو سونے سے بنے ہوئے تخت پر بٹھایا اور اس کے سر پر ہیرے موتیوں سے جڑا ہوا تاج رکھ دیا۔

آدھی رات گزرنے کے بعد جب اس کی آنکھیں کھلیں تو خود کو بہشت نما محل میں پایا۔ اس کے ارد گرد سونے سے بنی کرسیاں رکھی تھیں۔ سارا محل عنبر کی خوشبو بکھیرتی ہوئی دس بڑی بڑی شمعوں سے بقہ نور بنا ہوا تھا۔ یہاں اگر بتیاں ایندھن کا کام دے رہی تھیں اس دوران موسیقار اونڈیوں نے میٹھی میٹھی مدھر طرز پر گانا شروع کر دیا۔ جس سے ہوش و حواس نے رختہ سفر باندھا اور عقل ناچنے کودنے میں لگ گئی۔ تب شباب کا سورج روشن شمعوں کی صورت میں چمکنے لگا۔ اس ماحول سے پریشان ہو کر اور شہزادی کی زلفوں کا اسیر بن کر غلام اپنے ہوش و حواس گنوا بیٹھا۔ وہ نہ اس دنیا کا اور نہ اس دنیا کا رہا۔ اس کا سینہ عشق سے لبریز تھا مگر اس کی زبان گنگ ہو چکی تھی۔ ایک خاص لذت و سرور کی وجہ سے اس پر وجد طاری ہو گیا۔ اس کی آنکھیں محبوب کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں اور اس کے کان باجوں سے اٹھنے والی ترنگ آمیز دھنوں سے ماؤف ہو چکے تھے۔ اس کے نتھنے مشک عنبر سے مہک رہے تھے۔ اس کے حلق سے اترتی ہوئی شراب آگ کی مانند ہو چکی تھی۔ شہزادی نے اس کا بوسہ لیا اور وہ غلام جذبات سے مغلوب ہو کر آنسو بہانے لگا۔ شہزادی بار بار اس کے منہ پر بوسوں کے ہزارہا موتی برسا رہی تھی کبھی ان بوسوں میں وہ عشق کا نمک ٹپکا دیتی تو کبھی اپنی زلفوں کو اس کے شانوں پر لہراتی اور کبھی اس کی مدھ بھری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر خود کو فراموش کر دیتی۔ عشق بازی کا یہ سلسلہ صبح سحر کی آمد تک جاری و ساری رہا۔ جب صبح طلوع ہوئی اور باد بہاری چل پڑی تو غلام رت جگا کی تھکاوٹ سے محو خواب ہو گیا نیند کی حالت میں پڑے غلام کو لونڈیاں اٹھا کر اس کے گھر پہنچا آئیں۔

ہوش و حواس بحال ہونے پر حسن و جمال کا یہ پیکر رات کا واقعہ یاد کر کے رونے دھونے لگا۔ اس کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ رات کا قصہ کیا تھا۔ کوئی کہہ سکتا ہے رات گئی بات گئی۔ اب رونے دھونے سے کیا فائدہ؟ اس پریشانی میں اس نے چاک گریباں کر کے سر پر مٹی ڈالنا شروع کر دی۔ اس کے ساتھیوں نے اس سے پوچھا کہ تم یہ سب کیوں کر رہے ہو؟ تم پر کیا آفت گزر گئی ہے جو اپنی درگت بنا رہے ہو؟ اس پر جوانمرد نے کہا مجھ پر جو گزری ہے اسے بیان کرنا ناممکن ہے۔ میرے سوا ایسا کسی کے ساتھ خواب ہی میں ہو سکتا ہے۔ میرے ساتھ جو ہوا ہے وہ پہلے کبھی کسی کے ساتھ

نہیں ہوا ہوگا۔ ایسا پر اسرار اور حیران کن راز زمانے میں پہلے کبھی نہ کسی نے سنا اور نہ ہی دیکھا ہوگا۔

اس کے دوستوں میں سے ایک نے کہا ان سینکڑوں رازوں میں کوئی ایک راز تو ہمیں بتاؤ۔ اس جوان نے جواب دیا کہ میں مضطرب ہو چکا ہوں۔ جو مجھ پر گزری اور جو میں نے دیکھا وہ سب کچھ میرے جسم کے علاوہ کسی دوسرے جسم پر واقع ہوا ہوگا۔ کچھ نہ سننے کے باوجود میں نے ہر چیز سن لی اور کچھ نہ دیکھنے کے باوجود میں نے ہر چیز دیکھ لی۔

ایک دوسرے دوست نے کہا! کیا تم اپنی عقل کھو بیٹھے تھے یا یہ سارا قصہ تم نے خواب میں دیکھا ہے۔ اس جوان نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا!! میں نہیں جانتا کہ میں نے یہ سب کچھ نشے کی حالت میں دیکھا ہے یا یہ سب باتیں صحو کی حالت میں سنی ہیں۔ اس سے زیادہ مخمصہ اور کیا ہوگا کہ اس حالت کو نہ ظاہر کہا جاسکتا ہے اور نہ ہی پوشیدہ۔ جو کچھ بھی میں نے دیکھا اسے بھلانا ممکن نہیں ہے۔ پھر بھی اسے بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ اس رات میں نے ایک صاحب جمال ہستی کا دیدار کیا ہے، جس کے حسن کی جھلک کسی اور میں نہیں پائی جاتی۔ وہ کون اور کیا تھی؟ یہ میں نہیں جانتا۔ فقط عشق باقی رہتا ہے اور بس یہی ایک سچ ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

ایک ماں کا بیٹی کی قبر پر رونا

ایک راہ چلتے مسافر نے ایک ماں کو اپنی بیٹی کی قبر پر روتے ہوئے دیکھا۔ اس نے کہا یہ بڑھیا تو ہم مردوں پر بازی لے گئی۔ کیونکہ اسے معلوم ہے کہ کون اس سے بچھڑا ہے اور یہ کس سے جدا ہوگئی ہے۔ لیکن مجھ غریب کا مسئلہ عجیب و غریب ہے۔ گو میں بارش کی طرح زار و قطار روتا ہوں لیکن میں نہیں جانتا کہ کس کے لئے میرے آنسوؤں کی جھڑی لگتی ہے۔ یہ عورت تو مجھ جیسے ہزاروں پر بھاری ہے، کیونکہ اس نے بچھڑنے والے کی خوشبو کو پالیا ہے۔

ایک گم شدہ چابی کی حکایت

ایک صوفی نے کسی شخص کو دیکھا جو چیخنے چلانے کے انداز میں کہہ رہا تھا کہ کسی نے میری گم شدہ چابی دیکھی ہے ؟ میرا دروازہ بند ہے اور میں راستے کی خاک پھانک رہا ہوں۔ اگر میرا دروازہ یوں ہی بند رہا تو میرا کیا بنے گا ؟

صوفی نے اسے کہا ! تم کیوں فکر کرتے ہو ؟ یہ تمہارا دروازہ ہے۔ اگر یہ بند ہے تو پھر کیا ہوا ، تم اس کے قریب کھڑے رہو۔ اگر تم میں صبر و تحمل کا مادہ ہے اور تم طویل انتظار کرنے کے اہل ہو تو یقین جانو کوئی تمہاری اس مشکل کو حل کر دے گا ۔ تمہاری حالت مجھ سے بہتر ہے کیونکہ نہ میرا کوئی در ہے اور نہ ہی کوئی میری چابی ہے۔ کوئی در کھلا ہے یا بند ہے یہ معاملہ میں نے خدا پر چھوڑ دیا ہے ۔

انسان خواب و خیال کی دنیا میں رہتے ہیں ۔ کوئی شخص بھی اشیاء کی حقیقت سے باخبر نہیں ہے۔ جو شخص تم سے کہتا ہے کہ میں کیا کروں ؟ اس سے کہو کہ ایسا مت سوچو جیسا تم ہمیشہ سے سوچتے رہے ہو اور ایسے عمل نہ کرو جیسے تم ہمیشہ سے کرتے رہے ہو ۔ جو شخص حیرانی اور پریشانی کی وادی میں داخل ہوتا ہے اس کے لئے یہاں سینکڑوں جہانوں کے دکھ درد وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ میں اپنے بارے میں کہہ سکتا ہوں کہ میں پریشان ہو کر راہ حق سے بھٹک گیاہوں۔ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ میں اپنے قدم کس طرف بڑھاؤں ؟ لیکن ایک بات یاد رکھو ، لوگوں کی آہیں اور فریادیں اللہ کے رحم و کرم کو زمین پر اتار لیتی ہیں ۔

ایک بتدی کا خواب میں اپنے استاد کو دیکھنا

ایک شاگرد نے خواب میں اپنے مرحوم استاد کو دیکھا اور اس سے کہا ! استاد محترم مجھے بتائیں آج کل آپ کس حالت میں ہیں ؟ کیوں کہ جب سے آپ مجھے چھوڑ کر گئے ہیں میں پریشانی میں گم ہو کر صدمے کی آگ میں جل رہا ہوں۔

پیرو مرشد نے اسے کہا ! میں حیرت و حیرانگی کی ایسی حالت میں ہوں جس میں علاوہ دانتوں میں انگلیاں دبانے کے اور کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ ہم یہاں عالم برزخ کے قید خانے اور کنوئیں میں تجھ سے کہیں زیادہ حیران ہیں۔ عقبیٰ کی حیرت کا ایک ذرہ دنیا کی

سینکڑوں حیرتوں پر بھاری ہے۔

ساتویں وادی یا وادی فقر و فنا

ہدہد نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا! سب سے آخر میں فقر و فنا کی وادی آتی ہے جسے لفظوں میں بیان کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ اس وادی کا اصل اصول فراموشی، گونگا پن، بہرہ پن اور حالت نزاع ہے۔ یہاں حقیقت کے آفتاب کی ایک کرن سے سالک کے ارد گرد موجود سینکڑوں شکوک و شبہات غائب ہوجاتے ہیں۔ حقیقت کا بحر بیکراں جب جوش مارتا ہے تو اس کی سطح پر بنے نقش و نگار اپنی شکل صورت گم کرنے لگتے ہیں۔ دونوں جہانوں کی حقیقت ان نقوش سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہے۔ جو شخص اس بات کا اعلان کرے کہ وہ موجود نہیں ہے یعنی کہ اس کے وجود کی کوئی حقیقت نہیں ہے تو جان لو کہ اسے روحانی اعتبار سے بڑی فضیلت حاصل ہو گئی ہے۔ جو قطرہ بحر بیکراں کا جز بن جاتا ہے وہ ہمیشہ کے لئے اس بحر میں امن و سکون سے رہتا ہے۔ سکھ چین کے اس سمندر میں پہلے پہل انسان صرف ذلت اور بربادی کا شکار ہوتا ہے، لیکن اس حالت سے نکلنے کے بعد وہ سمجھ جاتا ہے کہ اس دنیا میں جاری کشمکش کا دوسرا نام تخلیق ہے، اور اسی طرح دوسرے ان گنت راز بھی اس پر آشکارا ہوجاتے ہیں۔

مخلوقات میں سے ہزارہا مخلوق ایسی ہیں جو اس وادی میں داخل ہونے کے لئے پہلا قدم اٹھانے سے محروم رہ جاتی ہیں اور یوں وہ دوسرا قدم تو اٹھا ہی نہیں سکتے۔ ایسی مخلوق کا موازنہ توفقط کچی دھات اور مٹی ہی سے کیا جاسکتا ہے۔ علاوہ درخت کی لکڑی اور اس کے کانٹے دونوں جل کر ایک یعنی ایک سی راکھ بن جاتے ہیں۔ حالانکہ جلنے سے قبل ان کی صفات مختلف ہوتی ہیں۔ اگر کسی غیر خالص چیز کو عرق گلاب میں ڈالدیا جائے تو وہ اپنی جبلی صفات کی وجہ سے خالص نہیں بن سکتی۔ لیکن ایک خالص چیز سمندر میں حل ہو کر اپنے انفرادی وجود کو ختم کر کے اس کے مدوجز کا حصہ بن جاتی ہے۔ اپنی انفرادیت کھو کر یہ چیز خوبصورتی حاصل کرتی ہے۔ ایسی صورت میں اس پر عدم اور وجود کا بیک وقت اطلاق ہوتا ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے؟ عقل و فہم اس بات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔

نصر الدین طوسی کا شاگرد کو نصیحت کرنا

ملک طوس کے ہر دل عزیز استاد اور رازوں کے سمندر نصر الدین طوسی نے اپنے ایک شاگرد سے کہا! عشق کی آگ میں خود کو اس وقت تک پگھلاتے رہو جب تک تم بال کی طرح باریک نہ ہو جاؤ۔ جب تمہارا وجود بال بن جائے گا تب ہی تم یار کی زلفوں کے خم میں جگہ پاسکو گے۔ اگر تم راہ حق پر نگاہ رکھنے والے دیدہ ور ہو تو اس راہ میں حائل باریکیوں پر بال در بال غور و خوص کرو۔

جو شخص دنیا کو تیاگ کر راہ حق پر چل نکلتا ہے اسے انجام کار موت سے ہمکنار ہونا پڑتا ہے۔ موت سے گزر کر اسے لا فانیت حاصل ہوتی ہے۔ اگر تیرے دل کا باطن ظاہر میں بدل چکا ہے تو پھر آگ میں جلتے ہوئے پل صراط کو عبور کر جاؤ۔ کیونکہ چراغ میں جلنے والا تیل ابتداء میں کالے کوے جیسا سیاہ دھواں پیدا کرتا ہے۔ لیکن جب تیل آگ تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر آگ میں جل کر اپنے خام وجود سے فارغ ہو جاتا ہے۔

اگر تم اس بلند ترین مقام پر ممکن ہونے کے خواہش مند ہو تو سب سے پہلے اپنے وجود سے نجات حاصل کرو۔ پھر عدم کا براق لاؤ اور نیستی کا خرقہ پہن کر فنا کا جام نوش کرو۔ اپنی کمر پر بے قدری کا کمر کس باندھو اور اپنے سر کو عدم موجودگی کے برقعے سے ڈھانپ لو۔ اپنے پاؤں عدم اشتراک کی رکاب میں ڈالو اور اپنی لگن کے جنگلی گھوڑے کو اس طرف لے جاؤ جہاں کچھ بھی نہ ہو۔ لیکن خبردار اگر تجھ میں خود غرضی یا خود پرستی بال برابر بھی باقی بچ گئی تو تیری بد بختی سے ساتوں سمندر لبا لب بھر جائیں گے۔

شمع کے پروانوں کی حکایت

ایک رات شمع کے وصل کی شدید آرزو کے عذاب میں مبتلا کئی پروانے ایک جگہ اکٹھے ہوئے۔ انہوں نے کہا! ہم میں سے کسی ایک کو اپنے عاشقانہ مزاج کے لئے مطلوب شے یعنی شمع کی تلاش میں نکلنا ہوگا۔ چنانچہ ایک پروانہ اڑتا ہوا ایک قلعہ میں پہنچ [illegible] کے اندر ایک شمع روشن تھی۔ واپسی پر اس نے اپنی عقل کے مطابق

دوسرے پروانوں کو بتایا کہ فلاں قلعہ میں اس اس طرح کی ایک شمع روشن ہے۔ لیکن مسند صدارت پر بیٹھے دانش مند پروانے نے کہا کہ ہمارا ساتھی پروانہ شمع کے بارے میں کچھ نہیں جان سکا۔ چنانچہ ایک دوسرا پروانہ بتائی ہوئی جگہ پر پہنچا۔ اس نے پر کی نوک سے جلتے ہوئے شعلے کو چھوا، لیکن آگ کی تپش محسوس کرکے وہ وہاں سے بھاگ نکلا۔ واپسی پر پہلے پروانے کی طرح اس کی اطلاع کو بھی غیر تسلی بخش قرار دے دیا گیا۔

اس کے بعد تیسرا پروانہ شمع کی تلاش میں نکلا۔ اس نے جوش عشق میں خود کو شمع پر نچھاور کر دیا۔ اپنی چار ٹانگوں سے گرفت میں لے کر یہ سرفروش لطف و سرور کی حالت میں بھڑکتے شعلے سے بغل گیر ہوگیا۔ دانش مند پروانہ دور سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے شعلہ اور پروانے کو باہم متحد دیکھا تو دوسرے پروانوں کو مخاطب کرکے کہا! اس پروانے نے اپنے گوہر مقصود کو پانے کا طریقہ سیکھ لیا ہے۔ لیکن اس راز کا جاننا فقط اس کی ذات تک محدود ہے۔ اس بارے میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

ایک شخص کا ایک صوفی سے بدتمیزی کرنا

ایک صوفی فراغت میں خراماں خراماں ٹہلتے ہوئے کہیں جارہا تھا۔ اچانک کسی نے اس کی پشت پر ایک گھونسہ رسید کر دیا۔ صوفی نے پلٹ کر اس آوارہ گرد شخص سے کہا! کیا تونے مجھے گھونسہ مارا ہے؟ جسے تونے گھونسہ مارا ہے اسے مرے ہوئے تو تیس برس بیت گئے ہیں۔ اس بے راہ رو نے کہا! بھلا مردہ انسان بھی بول سکتا ہے؟ کچھ تو شرم کرو۔ تم ایک واصل باحق نہیں ہو۔ اگر تمہارے وجود اور ذات حق کے درمیان بال برابر فرق بھی رہ جائے تو سمجھو کہ ذات حق سے تم اپنے مال و اسباب کے سینکڑوں جہانوں کے فاصلے پر ہو۔ جب ساتھ خود بھی جل کر راکھ ہو جاؤ گے تب کہیں جاکر تمہاری ہستی کا ذرہ فنا ہوگا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح تیرے پاس ایک سوئی بھی باقی رہی تو جان لو کہ تیرے راستے میں ابھی سینکڑوں راہزن موجود ہیں۔ اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا سارا مال و اسباب پھینک دیا تھا پھر بھی سوئی نے ان کے چہرے کو زخمی کر دیا تھا۔

جب ہستی نیست و نابود ہو جاتی ہے تو نہ امارت نہ سلطنت، نہ رتبہ نہ شان و شوکت، الغرض کسی بات کا معنیٰ و مطلب باقی نہیں رہتا۔

ایک شہزادے اور بھکاری کی حکایت

کہتے ہیں کسی زمانے میں ایک بادشاہ گزرا ہے، جس کا مثل یوسف ایک بہت ہی حسین و جمیل گبرو جوان بیٹا تھا۔ وہ سب کی آنکھ کا تارا اور بادشاہ کا راج دلارا تھا۔ اسے جو بھی دیکھتا اس کے قدموں تلے خاک بن کے نچھاور ہو جانے کو تیار ہو جاتا۔ اگر یہ شہزادہ رات کی تاریکی میں باہر نکلتا تو گویا ایک نیا سورج صحرا میں طلوع ہو جاتا۔ جب وہ اپنی نرگسی آنکھوں کو جھپکتا تو سارے عالم میں ہر طرف آگ ہی آگ بھڑک اٹھتی اس کی مسکراہٹ چہار سو شکر و شیرینی بکھیر دیتی۔ وہ جب چلتا تو گلاب کے ہزاروں پھول موسم بہار کا انتظار کئے بغیر بے تاب ہو کر کھل اٹھتے۔

ایک سیدھا سادا اور بھولا بھالا سا درویش اس شہزادے کے عشق میں دیوانہ اور بے خود ہو گیا، اور اس کے درشن کی آس لگائے رات دن بھوکا پیاسا محل کے باہر بیٹھا رہتا۔ اس کا چہرہ سونے کی طرح زرد ہو گیا اور اس کے آنسو چاندی کی طرح سفید ہو گئے۔ اس کا دل دو ٹکڑے ہو گیا۔ یہ درویش مر ہی جاتا لیکن محبوب کی جھلک دیکھنے کی خواہش اسے زندہ رکھے ہوئے تھی۔ الغرض جس شخص کی حالت اس طرح کی ہو چکی ہو وہ شہزادے کی قربت کیسے حاصل کر سکتا تھا۔ اس سادہ لوح درویش کی مثال اس نیم ذرہ سایہ کی سی تھی جو سورج سے بغل گیر ہونا چاہتا ہو۔

ایک دن شہزادہ اپنے محافظوں اور خادموں کے ساتھ کہیں جا رہا تھا۔ اس درویش نے بلند آواز سے نعرہ مارا اور بے خود ہو کر کہنے لگا! میری جان جل گئی ہے اور میری عقل بھی مجھ سے جدا ہو گئی ہے۔ میں کب تک اپنی جان کو آتش عشق میں جلاتا رہوں گا۔ اب مجھ میں صبر کی طاقت نہیں رہی۔ وہ پریشانی کے عالم میں زبان سے یہ باتیں دہرا رہا تھا اور شہزادے کے سامنے زمین پر غم عشق کے مارے اپنا سر ٹکراتا جا رہا تھا۔ شاہی محافظوں میں سے ایک محافظ اس درویش کو قتل کرنے پر اتر آیا۔ اس نے بادشاہ سے کہا! علی جاہ جہاں پناہ، ایک رند مشرب دیوانہ آپ کے فرزند ارجمند پر

عاشق ہو گیا ہے۔ بادشاہ یہ سن کر غیرت کے مارے آگ بگولہ ہو گیا اور محافظ خاص کو حکم دیا کہ جاؤ اس گستاخ بے ادب پاجی بدمعاش کو پنجرے میں قید کر کے ہمارے سامنے پیش کرو ۔ اس کے ہاتھ پاؤں باندھو اور اسے الٹا کر کے پھانسی کے تختہ پر لٹکا دو چنانچہ شاہی دستے حکم کی تعمیل کرنے کے لئے فوراً نکل پڑے اور جلد ہی ، درویش کے گلے میں پھندا ڈال کر اسے پھانسی گھاٹ پر لے آئے ۔ کسی کو درویش کے درد دل کا پتہ نہیں تھا اور نہ ہی کوئی اس غریب کی سفارش کرنے والا تھا ۔ جب وزیر اسے پھانسی کے پھندے کے نیچے لے آیا تو درویش نے زور سے نعرہ حق مارا اور کہنے لگا ! خدا کے واسطے مجھے تھوڑی مہلت دو تاکہ مرنے سے پہلے ایک سجدہ خدا کے حضور بطور نذرانہ پیش کردوں ۔ چنانچہ اجازت ملنے پر وہ سجدے میں گر پڑا اور گڑگڑا کر خدا سے کہنے لگا ! اے باری تعالیٰ ، یہ بادشاہ میرا خون ناحق کر رہا ہے ، تو مجھے مرنے سے پہلے شہزادے کے حسن کا آخری دفعہ دیدار کرا دے ۔ اس کی ایک جھلک دیکھ کر میں اپنی جان اس کی خاطر قربان کردوں گا ۔ اے خدا تو ہزاروں لوگوں کی دعائیں قبول کرتا ہے، تو پھر مجھ غریب لاچار کی آخری خواہش بھی پوری کردے۔

آخر کار درویش کی مناجات تیر بہدف ثابت ہوئیں ۔ اس غریب کے دل سے اٹھتی ہوئی دعاؤں کے اثر سے وزیر کا دل بھر آیا اور وہ روتے ہوئے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اس نے ساری روداد بادشاہ کو سنائی ، جس سے بادشاہ کا دل بھی پسیج گیا اور جذبہ رحم سے بریز ہو گیا ۔ چنانچہ بادشاہ نے درویش کو معاف کرنے کا فیصلہ کر لیا اس کے بعد بادشاہ نے شہزادے کو اپنے پاس بلایا اور اسے کہا ! جاؤ اور اس غریب کو پھانسی گھاٹ سے باہر نکال لاؤ ، اور اس کے ساتھ لطف و کرم سے پیش آؤ ۔ اس کے ساتھ بیٹھ کر جام شیریں پیو کیونکہ تمہاری خاطر وہ بہت سازہر پی چکا ہے ۔ اسے اپنے باغ میں سیر و تفریح کے لئے لے جاؤ اور پھر اپنے ساتھ لے کر میرے پاس آؤ۔

یوسف ثانی نوجوان شہزادہ یکدم پھانسی گھاٹ میں موجود درویش کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ گویا سورج اپنے دہکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ایک ذرے کے روبرو کھڑا تھا یا یوں کہیے کہ خوب صورت ہیرے موتیوں سے مزین یہ سمندر اپنی پیاس بجھانے کے لئے ایک قطرے کے پاس چلا آیا تھا ۔ اب تو خوشی سے سر دھننے ، ناچنے گانے اور تالیاں

[illegible] شہزادہ حسرت و یاس کی تصویر بنے کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں سے رواں آنسوؤں سے ساری زمین تر تھی۔ اس کی ایک ایک آہ سے زمین و آسمان غموں سے لبریز ہوجاتے ۔ غریب درویش نے شہزادے کی یہ حالت دیکھ کر کہا! اے شہزادے اب تم میری زندگی لینے کے حقدار بن گئے ہو - یہ کہتے ہی درویش نے جان کے بھوت کو ہمیشہ کے لئے آزاد کر کے موت کو گلے لگا لیا - جب اس غریب کو معلوم ہوا کہ وہ واصل محبوب ہوگیا ہے تو پھر اس کے دل میں اور کوئی خواہش باقی نہ رہی -

اے طالب حق ، تیرا وجود عدم سے اور تیری خوشی غم سے غمناک ہے - جب تک تم اضطراری اور اضطرابی کیفیات سے نہیں گزرو گے تک تب سکھ اور چین کا تمہیں کیا پتہ چلے گا۔ تم برق کو گرفت میں لینے کے لئے ہاتھ پھیلائے کھڑے ہو اور بادلوں کی شکل میں تیرتے ہوئے برف کے سبک رفتار گالے تمہیں روک رہے ہیں - جواں مردوں کی طرح میدان میں اترو - اپنی عقل کو نذر آتش کر کے دیوانہ وار آگے بڑھو۔ اگر تم اس پارس سنگ کو استعمال کرنا چاہتے ہو تو کچھ دیر کے لئے سوچ بچار کرو اور میری طرح خود کو ٹھکرا کر اور اپنے آوارہ خیالوں سے دست بردار ہو کے اپنی روح میں محو ہو جاؤ تاکہ تم بھی فقر سے آشنا ہوجاؤ - میرے لئے ذات اور نفی ذات کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہے - میں اپنے آپ سے گم ہو کر خود سے فارغ ہوگیا ہوں اور بے چارگی کے علاوہ میرا کوئی چارہ نہیں ہے۔

ایک شاگرد کا اپنے پیرو مرشد سے سوال کرنا

ایک شاگرد جو اپنی بشری کمزوریوں پر قابو پانے میں لگا ہوا تھا ، اس نے ایک دن حضرت ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ مجھے وصال حق کب نصیب ہوگا؟ حضرت نوری نے اسے جواب دیا کہ اس منزل تک پہنچنے کے لئے تجھے نور اور نار کے سات سمندر عبور کرنے کے ساتھ ساتھ ایک طویل مسافت بھی طے کرنیہوگی - جب سات سمندروں کا یہ جوڑا تم عبور کر لو گے تو تمہیں ایک مچھلی نگل لے گی - وہ ایک ایسی مچھلی ہوگی کہ جب وہ اپنے سینے میں سانس اندر کو کھینچے گی تو مخلوقات میں اول اور

آخر یعنی سب کو نگل لے گی۔ اس شاندار مچھلی کا نہ سر ہے اور نہ ہی دم ہے - یہ مچھلی سمندر کے وسط میں ایک پر سکون اور الگ تھلگ مقام میں قیام پذیر ہے - یہ دونوں جہانوں کو سبک رفتاری سے طے کرتی ہے اور تمام مخلوقات کو بغیر کسی استثناء کے ایک لمحہ میں نگل دیتی ہے -

پرندوں کی حالت کا بیان

ہد ہد کا طویل بیان سن کر تمام پرندوں کے سر جھک گئے اور رنج و الم ان کے دلوں میں سرایت کر گیا۔ اب انہیں یقین ہو گیا کہ راہ حق پر چلنا ایک مشکل ترین کام ہے اور یہ کہ مٹی سے بنے ہم جیسے پرندوں کے لئے اس کام کی انجام دہی ممکن نہیں ہے۔ ان کی بے قراری اس قدر بڑھ گئی کہ چند پرندوں نے موقعہ پر ہی دم توڑ دیا - باقی ماندہ پرندوں نے اس طویل راستے میں حائل اذیتوں اور تکالیف کے باوجود آگے بڑھنے کا تہیہ کرلیا - وہ برسہا برس تک پہاڑوں اور وادیوں کے نشیب و فراز پر چلتے رہے اور ان کی زندگی کا طویل عرصہ اس راستے کی خاک چھاننے میں گزر گیا۔ دوران سفر ان پر جو آفات ارضی اور سماوی نازل ہوئیں اسے بیان کرنا کسی طرح ممکن نہیں ہے -ان کے مصائب و آلام کو جاننے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس طویل راستے کی بذات خود گرد آوری کریں - تب کہیں جا کر کوئی ان پرندوں کی مشکلات کا اندازہ کرسکتا ہے۔

آخر میں فقط چند پرندے ہی ہدہد کے بتائے ہوئے بلند و برتر مقام تک پہنچ سکے قطار در قطار اڑنے والے ہزاروں پرندوں میں سے تقریباً سارے ہی غائب ہوگئے۔ ان میں سے کئی ایک سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کا شکار ہوگئے - دوسرے کئی ایک پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلنے والی یخ بستہ ہواؤں میں ٹھٹھر ٹھٹھر کر ملک عدم کو سدھار گئے۔ کئی پرندوں کے بال و پر سورج کی بھڑکائی ہوئی دوزخ میں جل کر راکھ ہو گئے - ان میں سے کچھ راستے کے خونخوار شیروں اور چیتوں کے ہتھے چڑھ گئے۔ کچھ بیابان میں سفر کی تھکاوٹ اور صحرا کی گرمی سے جل بھن کر سیخ کباب بن گئے۔ بعض جو کے ایک دانے کی خاطر دیوانے ہو کر ایک دوسرے کی جان کے درپے ہوگئے۔ کچھ راستے کی

تکالیف اور سفر سے پیدا ہوئی بیزاری کے سبب کمزور اور ناتواں ہو کر جہاں تھے وہیں گر گئے۔ کچھ راستے کے مناظر اور اشیاء کو دیکھ کر پریشانی اور مدہوشی کے عالم میں جہاں تھے وہیں رہ گئے اور باقی ماندہ بہت سارے پرندے جو سیرو تفریح کے ارادے سے عازم سفر ہوئے تھے وہ مقصد کو سمجھے بغیر یوں ہی اللہ کو پیارے ہوگئے۔

قصہ مختصر یہ کہ ہزارہا پرندوں میں سے فقط تیس ایسے خوش نصیب تھے جو مقررہ منزل تک پہنچ سکے۔ لیکن ان کی حالت بھی غیر تھی۔ یہ سب پریشان، تھکے ہارے دل شکستہ اور بے بال و پر تھے۔ اس کے باوجود اب وہ اس عظیم الشان ہستی کی بارگاہ کے روبرو کھڑے تھے جس کی حقیقت ناقابل فہم و ادراک ہے۔ایک ایسی ہستی جو انسانی عقل اور معرفت کی انتہا سے بالا تر ہے۔

تب کہیں قبولیت کی بجلی کڑکی جس نے آناً فاناً سینکڑوں جہانوں کو جلا کر راکھ کردیا۔نور کی تجلیوں میں انہوں نے ایک سے بڑھ کر ایک ہزاروں کی تعداد میں روشن اور حسین سورج چاند اور ستارے دیکھے۔ یہ نظارہ دیکھ کر وہ سب حیران او ربے چین ہو کر رقص وصال میں محو ذرے کی طرح جھوم اٹھے اور بے اختیار ہو کر کہنے لگے! اے رب العزت تیری شان کتنی بلند ہے کہ تیرے سامنے سورج اور چاند ذرے کی طرح بے وقعت اور بے نور ہیں۔ اے بزرگ و برتر تو نے سورج اور چاند کو ایک ذرے سے بھی کم تر کر دیا ہے، بھلا اس مقام پر ہماری کیا حیثیت ہے۔افسوس ہم نے یونہی فضول سفر کی تکالیف برداشت کیں۔ ہم نے خود کو اور دنیا کو ٹھکرایا مگر صد افسوس کہ ہم وہ کچھ حاصل نہیں کرسکتے جس کی تلاش میں ہم نکلے تھے۔ یہاں ہمارے موجود یا معدوم ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

اس کے بعد دل شکستہ ہو کر پرندے مرغ نیم بسمل کی مانند مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گئے۔ نامرادی اور مایوسی اس حالت میں وہ سب طویل عرصے تک پڑے رہے۔ تب ایک مبارک ساعت پر بارگاہ الہیٰ کا دروازہ اچانک کھلا اور بارگاہ عزت کا ایک خاص ملازم باہر تشریف لایا۔ اس نے ہزاروں میں بچ جانے والے ان تیس خوش نصیب پرندوں پر ایک نظر دوڑائی۔

اس ملازم خاص نے پرندوں سے مخاطب ہو کر پوچھا! اے پرندو تم کہاں سے

آئے ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو ؟ تمہارا نام کیا ہے ؟ اے محتاج پرندو ! تمہارا وطن کہاں ہے ؟ دنیا میں تمہیں کن ناموں سے پکارا جاتا تھا ؟ تم جیسے کمزور اور ناتواں مٹی کے پتلے کونسا کام کرسکتے ہیں ۔

سب پرندوں نے یک زبان ہو کر کہا ! ہم یہاں سیمرغ کی حاکمیت اور بالادستی کو تسلیم کرنے کی خاطر آئے ہیں ۔ آتش عشق اور بادشاہ سے وصال کی شدید خواہش کے سبب ہم اپنی عقل و فہم اور ذہنی و قلبی سکون سے تہی دامن ہوگئے ہیں ۔ بہت پہلے ہم ہزاروں کی تعداد میں اس بلند و برتر بارگاہ تک پہنچنے کے لئے عازم سفر ہوئے تھے لیکن بچ بچا کر ہم تیس پرندے یہاں پہنچ پائے ہیں ۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ اتنی تکالیف اٹھانے کے بعد یہاں ہمیں حضوری نصیب ہوجائے گی ۔

ملازم خاص نے کہا ! اے بے چین دل و جان والو ! تم موجود رہو یا معدوم ہوجاؤ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا ۔ وہ محبوب حقیقی بہرحال ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حاکم مطلق ہے اور رہے گا ۔ اس کے در پر سینکڑوں جہانوں کی تمام مخلوقات کی حقیقت ایک چیونٹی سے بھی کم تر ہے ۔ تم یہاں آہوں اور آنسوؤں کے علاوہ کچھ نہیں لاتے ہو ۔ اے مٹی کے مادھو پرندو ! جہاں سے تم آئے ہو وہیں پلٹ جاؤ ۔

ملازم خاص کی باتیں سن کر تمام پرندے حیرانی اور پریشانی سے پتھرا گئے ۔ لیکن پھر بھی یک زبان ہوکر ان سب نے کہا ! کیا یہ بادشاہ مطلق ہمیں اس طرح تحقیر آمیز انداز سے دھتکار دے گا ؟ اگر وہ ہمیں ذلت و خواری سے بھی سرفراز کر دے تو ایسی عطا بھی ہمارے لئے باعث فخر ہوگی ۔ یاد کرو مجنوں کو جس نے کہا تھا ! اگر ساری دنیا مجھے عزت و توقیر بخشے تو میں اسے لیلی کے ہاتھوں دی گئی ذلت و رسوائی کے بدلے نہ لوں گا ۔ لیلیٰ کے ہاتھوں دی گئی ایک ذلت میرے لئے غیر عورت کی جانب سے کہے گئے سینکڑوں تعریفی کلمات سے بہتر ہے ۔

ملازم خاص نے کہا ! اس کی شان کبریائی کا نور خود بخود ظاہر ہوتا ہے اور وہ تمام ارواح کی عقل کو بلند کردیتا ہے ۔ ایسے میں اگر روح سینکڑوں غموں کی بھڑکائی ہوئی آگ میں جل کر راکھ بھی ہوجائے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے ۔ اس لمحہ یہاں اعلیٰ یا ادنیٰ ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے ۔

عشق کی آگ میں جل رہے پرندوں نے کہا! یہ کیسے ممکن ہے کہ شمع سے وصال کی خواہش رکھنے والا پروانہ خود کو آگ سے بچالے؟ جس محبوب کی ہمیں تلاش ہے وہ ہمیں اپنی ذات میں گھل مل جانے کی اجازت دیکر مطمئن کر دے گا۔ اگر ہمیں اس لمحہ دھتکار دیاگیا تو پھر ہم کسی کام کے نہ رہیں گے۔ الغرض پرندوں نے پروانے کی مثال پیش کی، جو شعلے سے اتصال کی خواہش رکھتا ہے۔ پرندوں نے کہا کہ ہم نے ایک دفعہ پروانے سے کہا کہ تو کب تک اپنی جان کو قربان کرتا رہے گا۔ جب شمع کا وصال تیرے نصیب میں ہی نہیں ہے تو نادانی سے تم اس امر محال میں کیوں اپنی جان گنواتے ہو؟ اس پر پروانے نے پرندوں کی طرف سے کی گئی نصیحت پر ان کا شکریہ ادا کیا اور جواباً کہا! میرے لئے یہی کافی ہے کہ میں نے اپنا دل شمع کو ہمیشہ کے لئے دے دیا ہے۔ بس اس سے زیادہ مجھے کسی چیز کی فکر نہیں ہے۔

ملازم خاص نے پرندوں کو آزمانے کے بعد دروازہ کھولا اور جیسے ہی اس نے ایک کے بعد ایک کر کے سینکڑوں پردے ہٹائے تو پس منظر میں ایک نئی دنیا منکشف ہوئی۔ اب نور اعلیٰ نور کا ظہور ہوا اور تمام پرندے جاہ و جلال اور شان کبریائی کی مسند پر بیٹھ گئے۔ پھر ایک تحریر ان سب کے حوالے کی گئی اور انہیں کہا گیا کہ اپنی حالت کا اندازہ لگانے کے لئے وہ اس تحریر کو بغور پڑھیں۔ اس عبارت کے مطالعہ سے جب وہ پر سکون ہو کر ہر شے سے کٹ گئے تو انہیں محسوس ہوا کہ وہ سیمرغ کی صحبت میں بیٹھے ہیں۔ اس طرح سیمرغ کی نسبت سے ان کو نئی زندگی مل گئی۔ اب ان کے گزشتہ گناہوں اور خطاؤں کو معاف کر کے ان کے نفس کو پاک صاف کر دیا گیا۔ پھر عظمت و جلالت نے اپنی کرنیں تمام پرندوں پر بکھیردیں۔ تب کہیں ظاہری دنیا کے ان تیس پرندوں کو ایک دوسرے کے چہرے میں باطنی دنیا کے سیمرغ کے عکس کا دیدار نصیب ہوا۔ سیمرغ کے عکس کا نظارہ کر کے وہ اس حد تک حیران ہوئے کہ اپنے وجود کے بارے میں شک کرنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ خود کو ہی سیمرغ سمجھنے لگے۔ بالآخر سوچ بچار کر کے وہ اس نتیجہ تک پہنچے کہ وہ خود ہی سیمرغ ہیں اور یہ کہ سیمرغ ان تیس پرندوں کا مجموعہ ہے۔ جب انہوں نے سیمرغ پر نظریں جمائیں تو یک زبان ہو کر بے اختیار کہہ اٹھے کہ بے شک سیمرغ ہمارے سامنے موجود ہے۔ پھر پلٹ کر جب انہوں

نے ایک دوسرے کو دیکھا تو بے ساختہ کہہ اٹھے ! ارے ہم تو خود ہی سیمرغ ہیں ۔ اپنی اور سیمرغ کی ذات کاایک ہی وقت میں ادراک کر کے انہیں یقین ہو گیا کہ ان کا اپنا اور سیمرغ کا وجود ایک ہے اور یہ کہ ان کا وجود سیمرغ کے وجود جیسا ہے۔ اس دنیا میں اس جیسا بیان کسی نے نہیں سنا۔

اس کے بعد تمام پرندے مراقبے میں چلے گئے ، اور کچھ توقف کے بعد سیمرغ سے بے زبان ہو کر کہنے لگے ! اے بادشاہوں کے بادشاہ ہم پر مخلوقات کی وحدت اور کثرت کے بارے میں راز کو منکشف کیجئے ۔ سیمرغ نے گفتگو کا انداز اپنائے بغیر، جواباً فرمایا ! میرے جاہ و جلال کا سورج ایک آئینہ ہے جو کوئی اس آئینے میں خود کو دیکھتا ہے وہ اپنے جسم اور روح کو مکمل طور پر دیکھ لیتا ہے ۔ اب چونکہ تم تیس سالک یہاں آئے ہواس لئے تمہیں اس آئینہ میں تیس پرندے ہی نظر آئیں گے ۔ اسی طرح اگر چالیس یا پچاس پرندے یہاں آتے تو انہیں آئینہ میں اتنے ہی نظر آتے علی ہذاالقیاس۔ گو اب تمہاری حالت یکسر بدل چکی ہے ، اس کے باوجود تم اپنی گزشتہ حالت کو دیکھ رہے ہو ۔ کیا چیونٹی کی نظر دور دراز عقد ثریا تک پہنچ سکتی ہے ؟ کیا یہ کیڑا سندان کو اٹھا سکتا ہے ؟ کیا تم نے کبھی مچھر کو دانتوں میں ہاتھی دبوچے ہوئے دیکھا ہے؟ جو کچھ تم نے جانا اور دیکھا درحقیقت ویسا نہ تھا اور جو کچھ تم نے کہا سنا درحقیقت ویسا نہ تھا ۔ جب تم روحانیت کی وادیاں عبور کر رہے تھے اور جب تم نیکی اور بھلائی کے کام کر رہے تھے تو یہ سب کچھ دراصل تم میرے ہی اعمال کی بدولت کر رہے تھے ۔میرے فضل و کرم کی وجہ ہی سے تم نے میری ذات و صفات اور میرے کمالات کی وادیوں کا نظارہ کیا تھا تم تیس پرندوں نے عشق میں حیران ہو کر بے دل بے جان اور بے صبر ہو کر جواں مردی سے سفر کی صعوبتوں کو برداشت کیا تھا ۔ لیکن جان لو کہ میں تیس پرندوں سے زیادہ ہوں ۔ میں ہی حقیقی سیمرغ کی ذات کا اصل و اصول ہوں ۔ لہذا شان و شوکت اور لطف و سرور سے خود کو میرے اندر فنا کردو ۔ مجھ میں تم خود کو پاؤ گے ۔

چنانچہ تمام پرندے سیمرغ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فنا ہوگئے ۔ گویا کہ سایہ خود آفتاب میں گم ہو گیا اور یوں قصہ تمام ہوا ۔

تمہیں جو جاننا چاہیئے ، اس کے مقابلے میں جو تم نے دیکھا ، سنا یا سمجھا وہ ابتدائی

نوعیت کا بھی نہیں ہے۔ اب چونکہ یہ کھنڈر اور ویران دنیا تیرا مسکن نہیں ہے لہذا تمہیں اس سے منہ موڑ لینا چاہیئے۔ درخت کے تنے کو تلاش کرو اور شاخوں کی موجودگی یا عدم موجودگی کا غم مت کرو ۔

فنا کے بعد بقا کا بیان

ایک لاکھ نسلیں گزرنے کے بعد فانی پرندوں نے اچانک خود کو مکمل فنا کے سپرد کر دیا ۔ اس فنا و بقاء کے عالم سے کسی کو انکار نہیں ہے ۔ خواہ کوئی اس عالم میں عہد کہن سے یا عہد نو سے تعلق رکھتا ہے۔ فنا اور بقا کے رموز ہماری دسترس سے بہت دور واقع ہیں ۔ اس لئے ان کی تعریف اور توضیح کو لفظوں میں بیان کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے ۔ اگر میرے قاری کی خواہش ہے کہ میں تمثیلات کی مدد سے فنا کے بعد بقا کی تشریح کروں تو اس کے لئے مجھے ایک کتاب الگ سے لکھنا پڑے گی۔ جب تک تم دنیا اور اس میں موجود اشیاء سے الجھے رہو گے تمہارے لئے راہ حق پر چلنا مشکل ہو گا ۔ لیکن جب دنیا تمہاری مجبوری نہ رہے گی ، تب تم ایک ایسے خواب میں محو ہو جاؤ گے جس کی تعبیر سے تم اس کی افادیت کا اندازہ لگا لو گے ۔ اب ذرا اس بات پر سوچو کہ ایک نطفہ ناز و نخرے اور پیار و محبت سے نشوونما پاکر کس طرح ایک فعال اور ذی شعور ہستی بنتا ہے۔ اور پھر اسے پندو نصائح سے ضروری علم سکھایا جاتا ہے ۔ لیکن تماشہ دیکھو کہ آخر کار موت اس کی شان و شوکت کو پستی میں گرا کر ہر چیز کو نیست و نابود کر دیتی ہے ۔ وہ جو کبھی ایک باوقار ہستی تھی آخر کار خاک کے ذرے سے بھی کم تر ہو جاتی ہے ۔ یہ نطفہ کئی دفعہ فنا ہوا اور اس فنا کے دوران اس پر سینکڑوں ایسے راز منکشف ہوئے جن سے پہلے پہل وہ واقف ہی نہیں تھا ۔ بالآخر اسے بقا حاصل ہوتی ہے اور ذلت کی بجائے اسے عزت سے نوازا جاتا ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس کیا ہے ؟ اپنے باطن پر متوجہ ہو کر اس سوال کا جواب تلاش کرو ۔ جب تک تم اپنے بے جا غرور کو ٹھکرا کر اپنی نیستی کا اقرار کر کے گھمنڈ اور خود پرستی سے چھٹکارا حاصل نہیں کرو گے تب تک تم بقا کی بلندیوں تک کبھی بھی رسائی حاصل نہ کر سکو گے ۔ راہ حق میں تمہیں ذلت و خواری ملے گی لیکن آخر کار تمہیں عزت و احترام سے

سرفراز کیا جائے گا۔

اب میری کہانی ختم ہوتی ہے - میرے پاس کہنے کو اب اور کچھ بھی نہیں۔

خاتمہ

اے عطار ! تو نے رازوں کی کستوری کے اجزاء کو کل عالم پر نچھاور کر دیا ہے۔ سارا جہان تاحد نظر تیری کارگزاری سے مہک اٹھا ہے اور زمانے بھر کے عشاق جوش و خروش میں آگئے ہیں - منطق الطیر اور مقامات الطیر جو تو نے بیان کئے ہیں یہ تجھ پر ہی ختم ہیں - پرندوں کا اجتماع اور ان کی تقریریں ، مقامات حیرانی ہیں یا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ سب والہانہ جوش اور بیخودی کا دیوان ہیں -

اس دیوان کو محبت بھری نظروں سے دیکھو - جب تمہاری محبت کا دلدل کسی کو پانے کی خواہش میں سرپٹ دوڑ رہا ہو تو پھر اس خواہش کی موافقت میں عمل پیرا ہو جاؤ- محبت تمام امراض کا تریاق ہے اور یہی دونوں جہانوں میں روح کا بھی تریاق ہے-

اے طالب حق ! جب تو باطنی ترقی کی راہ پر گامزن ہوچکا ہے تو میری کتاب کو محض شاعری کا ایک دیوان یا جادو کی ایک کتاب سمجھ کر مت پڑھنا - بلکہ اسے سمجھ بوجھ کر پڑھنا - یہ بات جان لو کہ ایسی سوجھ بوجھ اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب کوئی اپنی ذات اور دنیا سے غیر مطمئن ہو کر کسی چیز کی تلاش میں سرگرداں ہو -

میرے بیان کی خوشبو سے جو بھی اپنے وجود کو معطر نہیں کرتا اسے عاشقوں کے طور طریقوں کا ذرہ برابر بھی پتہ نہیں چلتا - لیکن جو بھی اس کا بغور مطالعہ کرے گا وہ فعال ہو جائے گا اور جو راستہ میں نے بیان کیا ہے اس پر چلنے کا اہل ہو جائے گا - ظاہر دار لوگ میری بیان کردہ کہانیوں میں غرق ہیں جبکہ باطنی فہم رکھنے والے میرے رازوں کے سوداگر ہیں - میری کتاب زمانہ حاضر کا زیور ہے - جو بیک وقت ، معززین کے لئے ایک تحفہ اور عامتہ الناس کیلئے ایک نعمت ہے- اگر برف کی مانند ٹھنڈا ایک شخص یہ کتاب پڑھ لے تو رازوں پر پڑے حجاب سے یک لخت آگ کی طرح بھڑک اٹھے گا - میری تحریریں بڑی حیران کن خاصیت رکھتی ہیں - ان کا فیض قاری کے انداز

مطالعہ سے بڑھ جاتا ہے ۔ اگر تم محو ہو کر ان کا بار بار مطالعہ کرو گے تو ہر بار نیا لطف و سرور اور فائدہ حاصل کرو گے ۔ حرم کی یہ دلہن مسند شاہی پر بتدریج خود کو بے حجاب کرے گی ۔ میں نے سوچ بچار کے سمندر سے موتی نکال کر انہیں ساری دنیا پر نچھاور کر دیا ہے ۔ میں نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے اور میری یہ کتاب اس سبکدوشی کی شہادت ہے ۔

لیکن اگرمیں اپنی بہت زیادہ تعریف کروں تو شاید آپ اسے قبول نہ کریں ۔ لیکن ایک غیر جانبدار اور انصاف پسند قاری میری صلاحیتوں کا اعتراف کرے گا ۔ کیونکہ میرے بدر کا نور پوشیدہ نہیں ہے ۔ اگر میں اپنے نام سے نہ بھی یاد کیا گیا تو روز محشر تک مجھے شاعری کے ان موتیوں کے حوالے سے یاد کیا جائے گا جنہیں میں نے انسانوں کے اذہان پر نچھاور کر دیا ہے۔ اس نظم کے فنا ہونے سے قبل ساتوں آسمان صفحہ ہستی سے غائب ہوجائیں گے۔

اے قاری اگر اس کتاب کے بغور مطالعہ سے تجھے بھلائی کا تجربہ ہو تو کتاب کے مصنف (شیخ فرید الدین عطار) اور مترجم (زکی احمد) کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا ۔ میں نے باغ سے پھول چن چن کر یہ گلدستہ سجایا ہے ۔ میرے دوستو مجھے نیک تمناؤں کے ساتھ یاد رکھنا۔ ہر استاد اپنے مخصوص طرز بیان سے تصورات کو دنیا کے سامنے پیش کر کے خود غائب ہو جاتا ہے ۔ میں نے بھی سابقہ صاحب کمال استادوں کی طرح غفلت میں سوئے ہوئے لوگوں کو مرغ جان کا جلوہ دکھایا ہے ۔ تمہاری خواب غفلت نے تمہیں اس بیان سے دور کر رکھا ہے ۔ لیکن اس کتاب میں درج رموز و اسرار سے تمہارا دل یکدم بیدار ہو جائے گا۔

چراغ رکھنے کے طاقچے کی طرح اب میرا ذہن بھی دھوئیں سے سیاہ ہوگیا ہے ۔ میں نے خود سے کہا ! اے زیادہ بولنے والے تو کب تک بولتا رہے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ رازوں کی تلاش میں تم اپنا سر پیٹو ۔ خود بینی کے مرض میں مبتلا لوگوں کو میرے اس بیان سے کیا حاصل ہوگا ؟ غرور و تکبر سے لبریز دلوں سے کیا مل سکتا ہے ؟

اگر تم اس چیز کے آرزو مند ہو کہ تمہاری روح کا سمندر صحت بخش طور پر موجزن رہے تو اپنی سابقہ زندگی کو خیر باد کہہ دو اور پھر خاموش ہو جاؤ۔